خطباتِ جمعہ

قرآنی، معاشرتی و معاشی اور اسلامی شخصیات پر تقاریرِ جمعہ کا دینی و تحقیقی انتخاب

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

صدیقی پبلی کیشنز

4052

Marfat.com

خطباتِ جمعہ

قرآنی، مُعاشرتی و معاشی اور اسلامی شخصیات پر تقاریرِ جمعہ کا دینی و تحقیقی انتخاب

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

صدیقی پبلی کیشنز

40۔اے ولی مارکیٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور

Marfat.com

87324

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب زدنی علما 87324

ALL RIGHTS RESERVED

نام کتاب : خطبات جمعہ

مولف : پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

صفحات : 208

طبع اول : جولائی 1999ء

تعداد : ایک ہزار

قیمت : 95 روپے

کمپوزنگ : بااہتمام سعید احمد صدیقی ایم۔اے
صدیقی کمپوزنگ سنٹر، اردو بازار، لاہور

ناشر : سعید احمد صدیقی، صدیقی پبلی کیشنز

ملنے کا پتہ : صدیقی پبلی کیشنز، 40۔اے، ولی مارکیٹ،
اردو بازار، لاہور۔ فون نمبر 7246926

☆ : D/ 180، رضوان بلاک، اعوان ٹاؤن ملتان روڈ، لاہور

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ
اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰھُمَّ
بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا
بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

صفحہ نمبر			نمبر شمار

تفسیر (منتخب آیات کی تشریح)

17		سورۃ الفاتحہ کی تفسیر	-1
20	(سورہ آل عمران آیات 119 تا 120)	ارشادباری تعالیٰ	2 -
23	(سورہ المائدہ رکوع نمبر 8)	ارشادباری تعالیٰ	-3
28	(سورہ الاعراف آیات 159 تا 162)	ارشادباری تعالیٰ	4 -
32	(سورہ توبہ رکوع نمبر 3)	ارشادباری تعالیٰ	-5
36	(سورہ ہود آیات 21 تا 24)	ارشادباری تعالیٰ	-6
40	(سورہ ابراہیم آیات 24 تا 26)	ارشادباری تعالیٰ	7 -

علمی و دینی مقالات

45	ورفعنالک ذکرک کی روشنی میں ہجرت نبویؐ کے ثمرات	8 -
55	حقیقت توحید کشف المحجوب کی روشنی میں	9 -

Marfat.com

10 -	بارگاہِ کامل ﷺ	61
11 -	غربت وافلاس کا نبوی حل	65
12 -	اسلام سرچشمۂ علوم	70
13 -	قرآن حکیم کی روشنی میں انسان کا تصور	75
14 -	قرآن حکیم کی روشنی میں انسانی زندگی کا مقصد	80
15 -	قرآن حکیم اور مستشرقین	83
16 -	تقابلِ ادیان بحوالہ قرآن	91
17 -	اُخوتِ اسلامی کا تصور قرآن حکیم کی روشنی میں	98
18 -	اسلامی روزے کی خصوصیات	101
19 -	مزدوسرمایہ .... تعلیماتِ اسلامی کی روشنی میں	103
20 -	اسلام کا اقتصادی نظام .... امدادِ باہمی	111
21 -	اسلام کا تصورِ اتحاد و تنظیم	115

Marfat.com

22 - اِسلامی قوانین 119

23 - اِسلامی حکومت اور قضاء 123

24 - جرم و گناہ میں فرق و امتیاز 130

25 - آزادیِ اِظہار 135

26- شاگردوں کے حقوق 139

27- اسلام کا عائلی نظام 142

28 - مسلمانوں میں بھائی چارے کی ضرورت و فلسفہ 159

تاریخ اِسلام

29 - اِسلامی علوم.......... علم تاریخ 168

30 - حضرت ابوبکر صدیقؓ بحیثیت مثالی تاجر 173

31 - حضرت مجدد الف ثانیؒ 182

32 - حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ اجمیری 188

33 - تاریخ اِسلام کا ایک باب 195

Marfat.com

تقریظ

خطبات جمعہ کی تحقیقی و علمی تالیف میں قرآن حکیم کی چیدہ چیدہ آیات مبارکہ کے اہم موضوعات کو عوام الناس کی ہدایت کے واسطے آسان فہم الفاظ میں بیان کیا گیا ہے نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے درخشاں پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے قرآن حکیم کی ابدی و لازوال اور ہر دور کے معاشرے کے تقاضوں کے ہم آہنگ عالمگیر ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والی تعلیمات کو مستشرقین کے اٹھائے جانیوالے اعتراضات کا مدلل توڑ کرتے ہوئے عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے اسلامی تصور قانون کے اہم مباحث پر علمی تحقیق پیش کی گئی ہے تاریخ اسلام کے حوالے سے اسلامی شخصیات پر غیر جانبدارانہ مضامین شامل ہیں۔ محترم پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے چیئرمین ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب، لاہور اور چیئرمین و سیرت پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تقابل ادیان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں اس حوالے سے مفید نکتوں سے کتاب کو مزین کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں کسی قسم کا ایسا مواد نہیں ہے جو کسی بھی لحاظ سے متنازعہ حیثیت رکھتا ہو یا کسی مکتب فکر کیلئے باعث تشویش ہو بلکہ تمام مضامین اسلامی تعلیمات کے مطابق اصلاح و تبلیغ دین کی بنیادی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اساسی ترجیحات کے تحت شائع کئے گئے ہیں استحکام پاکستان کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسا اسلوب بیان اپنایا گیا ہے جس سے حب الوطنی کے جذبات، جذبہ شہادت اور دوسروں کی خاطر قربانی کی اہمیت و افضلیت کے درخشاں پہلوؤں کی لگن پیدا ہوتی ہے فرقہ واریت کے حوالے سے کسی قسم کا متنازعہ مواد موجود نہیں ہے صوبائیت یا لسانیت کے دائرہ کار کو موضوع بحث نہیں بنایا گیا خطباء اور عوام الناس کیلئے نہایت مفید مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔

پروفیسر محمد شعیب

گورنمنٹ کمرشل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ شرقپور شریف

Marfat.com

عرض ناشر

نماز اسلام کا بنیادی ستون ہے۔ عبادات میں نماز کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ قرآن حکیم میں سات سو بار نماز قائم کرنے کے احکامات وارد ہوئے ہیں۔ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ اہل ایمان پر فرض کی گئی ہے۔

ان الصلوة كانت على المومنين كتاباً موقوتا (القرآن)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

نماز مومن کی معراج ہے، نماز دین کا ستون ہے، نماز جنت کی کنجی ہے، مومن اور منافق میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔ نماز جمعہ کو جو برتری و فوقیت اور عظمت و بزرگی حاصل ہے اس کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

ياايها الذين امنوا اذا نودی للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذرواالبيع ذلكم خير لكم ان كنتم تعلمون (٦٢ : ٩)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب اذان دی جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو دوڑ پڑو اللہ کے ذکر کی طرف اور چھوڑ دو خرید و فروخت۔ یہ زیادہ بہتر ہے تمھارے لئے اگر تم جانو۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی کئی مواقع پر نماز جمعہ قائم کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی ہے۔ یہ مسلمانوں کا ایک معاشرتی اجتماع بھی ہے جس کے فوائد و ثمرات سے کماحقہ فائدہ حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

جس طرح انبیائے کرام میں نبی محترم ﷺ کو، الہامی کتب میں قرآن

Marfat.com

حکیم کو، ستاروں میں، چاند کو، عباد تگاہان عالم میں خانہ کعبہ کو، حسن عالم میں حضرت یوسفؑ کو، ملائکہ میں حضرت جبرائیلؑ کو فضیلت حاصل ہے اسی طرح جمعہ کے دن کو تمام ایام میں اور نماز جمعہ کو تمام نمازوں میں فضیلت وبرتری حاصل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نماز جمعہ کی تاکید و تلقین کی ہے اور خطبہ جمعہ کو سننا باعث برکت وثواب قرار دیا گیا ہے۔

معروف دینی سکالر جناب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی تین مایہ ناز کتب "مقالات صدیقی" "تجلیات رسالت" اور "تجلیات ہجویر" شائع ہو کر اہل علم وبصیرت حضرات سے داد وصول کر چکی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی ایک اور تالیف "خطبات جمعہ" کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب ایک عرصہ تک لاہور کی مساجد میں بغیر کسی معاوضہ کے دینی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ فرزندان توحید کی شریعت و طریقت میں راہنمائی قرآن و سنت کے مطابق فرماتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے ان خطبات میں سے تینتیس (۳۳) عنوانات کا انتخاب کر کے علماء و خطباء اور عوام الناس کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ علماء و خطباء ان خطبات سے خاطر خواہ استفادہ کر کے عوام کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کر سکتے ہیں جبکہ طلباء اور عوام خود پڑھ کر بھی روزمرہ کے معاملات اور اسلامی تعلیمات سے آگاہی حاصل کر کے اپنے شب وروز احکام خداوندی کے مطابق گزار سکتے ہیں۔

کتاب کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں منتخب آیات کی

Marfat.com

تفسیر بیان کی گئی ہے سورہ الفاتحہ، آل عمران، المائدہ، الاعراف، توبہ، ہود، ابراھیم کی چیدہ چیدہ آیات کی عالمانہ و محققانہ انداز میں تفسیر بیان کی گئی ہے۔

دوسرے باب میں علمی و دینی مقالات کو جو جمعہ کے خطبات میں بیان کئے گئے ہیں ان کو شامل کیا گیا ہے ان میں ورفعنا لک ذکرک کی روشنی میں ہجرت نبویؐ کے ثمرات، حقیقت توحید کشف المحجوب کی روشنی میں، ہادی کامل ﷺ، غربت افلاس کا نبوی حل، اسلام سرچشمہ علوم، قرآن حکیم کی روشنی میں انسان کا تصور، قرآن حکیم کی روشنی میں انسانی زندگی کا مقصد، قرآن حکیم اور مستشرقین، تقابل ادیان بحوالہ قرآن، اخوت اسلامی کا تصور قرآن حکیم کی روشنی میں، اسلامی روزے کی خصوصیات، مزدو سرمایہ تعلیمات اسلامی کی روشنی میں، اسلام کا اقتصادی نظام، اسلام کا تصور اتحاد و تنظیم، اسلامی قوانین، اسلامی حکومت اور قضاء، جرم و گناہ میں فرق و امتیاز، آزادی اظہار، مسلمانوں میں بھائی چارے کی ضرورت و فلسفہ، شامل ہیں۔

تیسرے باب میں تاریخ اسلام کے درخشاں پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے ان میں اسلامی علوم، مکتوبات نبوی ﷺ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شیخ معین الدین چشتی اجمیریؒ، تاریخ اسلام کا ایک باب، شامل ہیں۔

قارئین کرام نے جہاں پہلی تینوں کتب کی پذیرائی کی ہے وہاں وہ "خطبات جمعہ" کی ضرورت و اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس کتاب کو بھی اس کے شایان شان قبولیت سے نوازیں گے اس لئے کہ "خطبات جمعہ" میں شامل تمام مضامین جہاں قرآن و سنت رسول اکرم ﷺ کے بارے میں راہنمائی کرتے ہیں وہاں تاریخ اسلام سے شناسائی کے علاوہ روزمرہ زندگی کے معاملات میں بھی وحی الہٰی کی روشنی میں

Marfat.com

صراط مستقیم دکھاتے ہیں۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے انسانی زندگی میں پیش آنے والی مشکلات اور پریشانیوں کا حل ان خطبات میں پیش کیا ہے۔ اس پر مغز اور علمی کتاب کی اشاعت کا مقصد عوام الناس کی براہ راست دینی تعلیمات تک رسائی کو ممکن بنانا ہے عوام کی اکثریت صرف جمعہ پڑھنے تک محدود ہے اور وہ بھی عین نماز کی ادائیگی کے وقت مساجد میں داخل ہوتے ہیں اسی طرح فہم و فراست پر مبنی پند و نصائح سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یہ کتاب پڑھ کر عوام گھر بیٹھے ان نصیحت آموز محبتوں سے فیض یاب ہو سکیں گے جن سے وہ مساجد میں محروم رہ جاتے ہیں۔

خطیب حضرات کے لئے بھی یہ کتاب نعمت سے کم نہیں ہے انہیں بغیر تیاری کئے اس کتاب کا مطالعہ فرض کی بجا آوری میں ممد و معاون ہو گا۔ منفرد اور متنوع عنوانات تک بر وقت رسائی و انتخاب خطباء کے لئے اس کتاب کی اہمیت و افادیت کو کئی گنا بڑھا دیتی ہے۔ اپنے عنوان کی مناسبت کے ساتھ یہ کتاب مضامین کے حوالے سے بھی اپنی انفرادیت کو اجاگر کرتی ہے۔ یہ کتاب خالصتاً دینی مقاصد کے حصول کے لئے طبع کی گئی ہے اس کا مقصد معاشرے کی اصلاح و راہنمائی ہے۔ میں پروفیسر محمد شعیب صاحب کا تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے حسب سابق اس کتاب کی ایڈیٹنگ اور پروف ریڈنگ بھی کی۔ اس کتاب کی اشاعت میں شب و روز میری حتی المقدور معاونت کی اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

15-07-1999 سعید احمد صدیقی ایم۔اے

Marfat.com

تفسیر

☆ سورہ فاتحہ کی تفسیر

☆ ارشادباری تعالیٰ (سورہ آل عمران آیات 119تا 120)

☆ ارشادباری تعالیٰ (سورہ المائدہ رکوع نمبر 8)

☆ ارشادباری تعالیٰ (سورہ الاعراف آیات 159تا 162)

☆ ارشادباری تعالیٰ (سورہ توبہ رکوع نمبر 3)

☆ ارشادباری تعالیٰ (سورہ ہود آیات 21 تا 24)

☆ ارشادباری تعالیٰ (سورہ ابراھیم آیات 24 تا 26)

Marfat.com

Marfat.com

سورہ الفاتحہ کی تفسیر

الفاتحہ ، بقول امام راغب اصفہانی ، ہر چیز کے مبداء کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعے اس کے مابعد کو شروع کیا جائے۔ چنانچہ الفاتحہ سے مراد ، رحمت و حکمت کے خزانے والی وہ مہتمم بالشان سورت ہے جس سے صحیفہ فطرت ، قرآن حکیم کا آغاز و افتتاح ہوا ہے۔

الفاتحہ اصل میں فاتحۃ الکتاب تھا مگر کثرت استعمال سے مضاف الیہ کو خذف کرکے " الف ولام تصریف " بڑھا کر الفاتحہ کہا جانے لگا (جیسا کہ مدینۃ النبی ﷺ نے المدینہ کے شہرت پائی) اس کا نام الفاتحہ اس مناسبت سے ہے کیونکہ یہ حقائق وہائی سے لبریز حکمت و بصیرت کا خزانہ ہے اور اس کے مضامین کی جامعیت کی بنا پر رسالتماب ﷺ نے اسے مختلف ناموں سے موسوم فرمایا ہے۔ چنانچہ کتب تفاسیر و حدیث میں اس کے متعدد نام مذکور ہوئے ہیں جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں۔

1-الفاتحہ 2- فاتحۃ الکتاب 3-ام القرآن 4- السبع المثانی
5 -سورۃ الصلوۃ 6-اساس القرآن 7 - الکنز 8-الوافیہ
9 - الشفاء 10- الحمد 11-الدعاء 12- الشکر

علامہ سیوطی نے الاتقان میں اس کے پچیس نام گنوائے ہیں۔

الفاتحہ سورت کے مضامین کا اگر بنظر تعمق جائزہ لیا جائے تو حکمت و بصیرت کا ایک بحر زخار ہے جس میں غوطہ لگانے والے کو بیش بہا حقائق و معارف کے سچے موتی ملتے ہیں۔ جیسا کہ اس سورت کے متعدد ناموں سے ام القرآن ، اساس القرآن ، کنز وغیرہ سے ظاہر ہے یہ سورت قرآن حکیم کے جملہ مضامین کا نچوڑ ہے۔ اس سے ماقبل بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک مستقل آیت کی حیثیت سے موجود ہے (جو نہ سورۃ الفاتحہ کا جزو ہے اور نہ کسی اور سورت کا۔ البتہ سورۃ

Marfat.com

النمل کی ایک آیت کا جزو ہے لیکن جس کا نزول اللہ کی حکمت بالغہ سے قرآن حکیم میں دو سورتوں کو الگ کرنے کے لئے ہوا ہے)۔

الفاتحہ کا آغاز الحمد سے ہوتا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ سب تعریفیں اول سے آخر تک اللہ کے لئے ہی خاص ہیں کیونکہ وہی منعم حقیقی ہے۔ مثلاً دھوپ سے جب حرارت یا نور پہنچتا ہے تو اسے آفتاب کا فیض خیال کیا جاتا ہے لیکن آفتاب کس نے بنایا۔؟ الحمد میں اس امر کی طرف سے بھی لطیف اشارہ ہے کہ سالک جب راہ طلبین قدم رکھے تو پہلے اپنے رب کی حمد کرے جس نے اس راہ پر گامزن ہونیکی توفیق بخشی۔

رب العالمین: میں نوع انسانی کی توجہ اس طرف مرکوز کی گئی ہے کہ اسلام عالمگیر دین ہے اور اس پروردگار کی طرف سے ہے جو اس وسیع و بیکراں کائنات کا مالک ہی نہیں بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اسکی ربوبیت کے سرچشموں سے مستفیر و مستفیض ہو رہا ہے۔

الرحمٰن الرحیم: مبالغے کے صیغے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و رسم کا ذکر ہے۔ الرحمٰن میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسکی رحمت کے خزانے کافر و مومن دونوں کے لئے فیض رسانی کر رہے ہیں۔ البتہ اللہ کے وہ نیک بندے جو اس کے حضور سر اطاعت خم کرتے ہیں۔ الرحیم کا لفظ ان کے لئے خصوصی رحمت و برکت کی نوید مسرت لیکر آیا ہے۔

ملک یوم الدین: میں انسان کے مکلف و مسؤل ہونے اور قانون جزا و سزا کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس کائنات ارضی میں ہر انسان کی حیثیت ایک ذمہ دار فرد کی ہے اس کی پیدائش نہ تو اتفاقی اور حادثی ہے اور نہ ہی وہ پیدائشی گنہگار ہے بلکہ وہ اپنے حسن عمل سے اپنی زندگی میں نکھار پیدا کرکے دنیوی و اخروی فلاح و کامرانی حاصل کر سکتا ہے۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین: میں لفظ ایاک نے اس امر کی صراحت کر دی ہے کہ عبادت و تمانت کے لائق صرف خدا تعالیٰ کی ذات عالی ہے معبود حقیقی

Marfat.com

ہے وہی مستعانی ہے۔
اھد نا الصراط المستقیم : میں جملہ انبیاء کرام ، صدیقین ، شہداء اور صالحین کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی تلقین ہے۔ جنھوں نے اپنی زندگی اللہ کی عبادت واطاعت میں گزاری۔
صراط الذین انعمت علیھم : میں ان پر انعامات خداوندی کی بارش کا ذکر کر کے انسان کو جادۂ مستقیم اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔
غیرالمغضوب علیھم : میں یہود کی سرکشی و بغاوت کی طرف توجہ دلا کر امت مسلم کو عبرت دلائی گئی ہے۔ بقول حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ :

عبرتے اے مسلم روشن ضمیر۔ ازمآل امت موسیٰ بگیر

خود تورات اس امر پر شاھد ہے کہ یہود کی سرکشی کی بنا پر بار بار اللہ کا غضب ان پر بھڑکا۔ **ولا الضالین** میں نصاریٰ کی گمراہی کی طرف اشارہ ہے۔ جنھوں نے واضح ہدایت ہونے کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف انہیں کبھی خدا کا بیٹا قرار دیا۔ المختصر توحید ، رسالت ، قانون جزا و سزا ، انعام یافتہ نیک لوگوں اور اللہ کے غضب سے تباہ و برباد ہونے والی قوم کا ذکر انتہائی اختصار اور جامعیت سے آگیا۔ یہ سورۃ دعا بھی ہے حدیث قدسی میں ہے :
قسمت الصلاۃ بینی و بین عبدی نصتفین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : میں نے سورۃ الصلوۃ (الفاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ **الحمد** سے لیکر **ملک یوم الدین** تک بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہدیہ حمد و ثنا اور نذرانہ عبودیت پیش کرتا ہے۔ رحمت حق جوش میں آتی ہے تو بندہ **ایاک نعبدو۔۔۔ والضالین** تک اللہ کے حضور جھک کر دست طلب دراز کرتا ہے۔
اس سورت کے بے شمار فضائل میں جن کا شمار ممکن نہیں (تفصیل کے لئے دیکھیے تفاسیر و احادیث بالخصوص علامہ قرطبی کی الجامع الاحکام القرآن اور اردو تفاسیر میں پیر کرم شاہ الازہری کی ضیاء القرآن)

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ (تفسیر سورہ آل عمران آیت نمبر 119 - 120)

" هانتم اولاء تحبو نهم ولا يحبو نكم و تو منون بالكتب كله واذا لقوكم قالو ا امنا واذا خلوا عضو عليكم الانامل من الغيظ قل موتوا بغيظكم ان الله عليم بذات الصدور ان تمسسكم حسنة لسوهم وان تصبكم سيته يفرحوا بها وان تصبروا و تتقوا لا يضر كم كيدهم شيئا ان الله بما يعملون محيط "

سورہ آل عمران کی ان دو آیات کا ترجمہ یہ ہے :

" تم بھی عجب آدمی ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو جبکہ وہ تم سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتب آسمانی پر ایمان رکھتے ہو۔ جب یہ لوگ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لائے مگر جب الگ ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف غیظ و غضب کے عالم میں اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ اپنے غصے میں آپ جل مرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے چھپے ہوئے رازوں کو جاننے والا ہے اگر تمہیں کوئی بھلائی ملتی ہے تو ان کو ناگوار گزرتا ہے اور اگر تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو تو ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کارگر نہیں ہوسکتی۔ جو کچھ یہ لوگ کررہے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ اس پر حاوی ہے "

اس ارشاد باری کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری پر اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہو گئے تھے۔ اسلام لانے سے پہلے ان قبیلوں کے دوستانہ تعلقات ان یہودیوں سے جو مدینے کے اطراف میں آباد تھے۔ اسلام لانے کے بعد بھی ان قبیلوں کے بعض مسلمان ، محض ہمسائگی، دوستانہ معاہدے اور قدیم تعلقات کے پیش نظر، اپنے سابق یہودی دوستوں سے اسی محبت و خلوص کے کے ساتھ ملتے رہے دوسری طرف یہودیوں نے ظاہر میں تو

Marfat.com

مسلمانوں کے ساتھ وہی خوشگوار مراسم رکھے جو پہلے سے چلے آرہے تھے لیکن دل میں وہ رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے سخت دشمن ہو چکے تھے کیونکہ وحی و نبوت کی بہت بڑی نعمت حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد کی طرف منتقل ہو گئی تھی۔ یہودی اس بنا پر حسد و رقابت کی آگ میں بری طرح جلے جارہے تھے اور ان کی ہر لمحہ یہ کوشش ہوتی کہ کسی طرح اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کو نیچا دکھائیں اور مسلمانوں کی جماعت میں داخلی انتشار اور فتنہ و فساد پیدا کریں نیز مسلمانوں سے ظاہری خوشگوار مراسم میں ان کے اہم راز معلوم کر کے دشمنوں تک پہنچائیں۔ چنانچہ یہودیوں نے سازشوں کا ایک جال بچھا دیا بھولے بھالے مسلمانوں نے یہودیوں کی دوستی پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے مسلمانوں کے بعض رازدارانہ مشوروں کے چھپانے کا بھی اہتمام نہ کیا۔ بعض مفسرین کے خیال میں یہ آیتیں ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ جنہیں لوگ ظاہر میں مسلمان سمجھ کر ان سے پوری احتیاط نہ کرتے تھے۔ بہرحال یہودیوں یا نصاریٰ منافقین ہوں یا مشرکین۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں مسلمانوں کو صاف صاف الفاظ میں خبردار کیا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے سوا کسی کو نہ بھیدی اور رازدار بنائیں اور نہ ہی اغیار سے دلی دوستی کا دم بھریں۔ چنانچہ آیات کریمہ میں مسلمانوں کو ان خبیث لوگوں کی منافقانہ روش سے محتاط رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

پہلی آیت میں مسلمانوں کی تربیت کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ یہ عجیب ماجرا ہے کہ تم تو ان کی دوستی کا دم بھرتے ہو جبکہ ان کے دلوں میں تمہارے لئے محبت کا شائبہ تک نہیں۔ شکایت تو نہیں ہونی چاہئے تھی کہ وہ قرآن مجید کو نہیں مانتے جبکہ تم قرآن مجید کے ساتھ تورات بلکہ ساری آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو لیکن یہ عجیب بات ہے کہ شکایت الٹا انہیں تم سے ہے اور اگرچہ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو ظاہری طور پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے لیکن جب وہ تنہا ہوتے ہیں تو اسلام کے عروج اور مسلمانوں کی باہمی الفت و محبت کو دیکھ کر حسد و رقابت کی آگ میں جلے مرتے ہیں۔ اور جب کوئی بس نہیں چلتا تو غیظ و غضب

Marfat.com

کے عالم میں دانت پیتے اور اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں اور بعض دفعہ جذبات سے مغلوب ہو کر کھلم کھلا ایسی باتیں بھی کر گزرتے ہیں جو ان کی گہری دشمنی کا صاف پتہ دیتی ہیں۔ ارشاد باری ہوتا ہے کہ آپ انہیں کہہ دیجئے کہ تم غیظ کھا کھا کر مرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی کیفیت کو خوب جاننے والا ہے۔ وہ تمہاری آرزو کبھی پوری نہ کرے گا بلکہ اسلام ہی کو غالب اور سربلند کرے گا۔

دوسری آیت میں مسلمان کو ان کفار کے دل کی خفیہ بات اور مذموم جذبات سے مطلع کیا گیا ہے کہ یہ ایسے شریر اور خبیث لوگ ہیں کہ جب تمہاری کوئی بھلائی دیکھتے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق یک جہتی یا فتوحات تو حسد کی آگ میں جلنے لگتے ہیں اور جہاں تم پر کوئی مصیبت آئی تو خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے۔ یہاں ارشاد باری میں بعض مسلمانوں کی اس غلط فہمی کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے کہ اگر ہم ان کافروں سے دوستانہ تعلقات نہ رکھیں گے تو وہ اور زیادہ غیظ و غضب میں آکر مسلمانوں کے خلاف تدبیریں کریں گے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگر مسلمان صبر و استقلال اور تقویٰ و طہارت سے کام لیتے رہیں گے تو ان کافروں کا کوئی داؤ یا فریب مسلمانوں پر کارگر نہ ہو گا۔ اگر کافر لوگ کسی قسم کی کاروائیاں کریں گے تو اللہ تعالیٰ کو جسے ان کی خباثتوں اور شرارتوں کا بخوبی علم ہے ہر وقت یہ قدر حاصل ہے کہ وہ ان کی سب کاروائیوں کا قلع قمع کر دے۔

المختصر ان دو آیات کریمہ میں امت مسلمہ کی تربیت کے لئے اور اسلامی معاشرے کے استحکام کے لئے یہ زریں اصول بیان کئے گئے ہیں کہ مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دلی دوستی سے گریز کرنا چاہئے۔ ان کی منافقانہ روش سے محتاط رہنا چاہئے۔ ان کی مخالفانہ تدبیروں اور کاروائیوں سے ڈرنے کے بجائے صبرو استقلال اور تقویٰ و طہارت کا دامن تھامنا چاہئے اگر مسلمان اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے صاف رکھیں گے تو بفضلہ تعالیٰ ان کے راستے کے سب کانٹے صاف کر دیئے جائیں گے۔

87324

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ (سورہ مائدہ رکوع 8)

سورہ مائدہ کا آٹھواں رکوع اس ارشاد باری سے شروع ہوتا ہے :

" یایها الذین امنوا لا تتخذوا الیهود و النصری اولیاء بعضهم اولیاء بعض ومن یتولهم منکم فانه منهم ان اللہ لا یهدی القوم الظلمین "

(اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور (یاد رکھو) اگر تم میں سے کوئی انہیں اپنا دوست بناتا ہے تو (یہ خوب سمجھ لے کہ) وہ بھی انہی میں شمار ہو گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو اپنی ہدایت اور رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے)

اس رکوع میں اہل ایمان کو یہودیوں اور عیسائیوں کی دوستی اور معاملات سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے منافقین کی مخالفانہ روش کا ذکر کیا گیا ہے۔ مومنین کو ایک فیصلہ کن فتح کی نوید مسرت سنائی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ کس عمل سے صحیح معنوں میں ملی استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔ اس رکوع کی آیات کریمہ کے مطالب پر روشنی ڈالنے سے پہلے یہ مناسب ہو گا کہ ان آیات کریمہ کا پس منظر مختصراً بیان کر دیا جائے۔

سورہ مائدہ صلح حدیبیہ کے بعد سن 07 ھ کے شروع میں نازل ہوئی جب کہ مدینہ منورہ میں ایک مستحکم اسلامی ریاست وجود میں آچکی تھی جو ایک طرف نجد تک دوسری طرف شام تک تیسری طرف ساحل بحر احمر تک اور چوتھی طرف مکہ کے قریب تک پھیل چکی تھی۔ یہودیوں کی طرف سے ہر وقت منڈلاتے رہنے والے خطرات کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اسلام محض ایک عقیدہ اور مسلک بھی نہ تھا کہ جسکی حکمرانی دلوں اور دماغوں تک محدود ہوتی بلکہ وہ ایک ناقابل شکست طاقت نظر

Marfat.com

آنے لگا تھا۔ مسلمان پوری آزادی اور اطمینان سے بے روک ٹوک اپنے عقیدوں و مسلک کے مطابق زندگی بسر کرنے لگے تھے اور ایک نئی منظم اسلامی سوسائٹی کا نشوونما عمل میں آچکا تھا۔ جاہلیت کے لغو اور فرسودہ طریقے مٹا کر اخلاق' تمدن' معاشرت' معیشت اور تدبیر محاکمت کے نئے روشن اصل رائج کیے جارہے تھے۔ اس موقع پر جبکہ یہودی' عیسائی اور کفار مسلمانوں کی روز افزوں ترقی پر پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ فیاض فطرت خداوند کریم نے اپنی رحمت کاملہ سے مسلمانوں کو حکومت کے آداب سکھائے اور تلقین فرمائی کہ مسلمان عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھیں اور اپنے جملہ معاملات اور فیصلوں میں اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کے احکام کی پابندی کریں۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اہل ایمان کو اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ وہ حسد و رقابت کی آگ میں جلنے والے یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی اوصر معاملات سے باز رہیں تاکہ دوستانہ مراسم کی بنا پر کہیں وہ اپنے قومی اور ملی راز افشا کر کے ملی استحکام پر خود ہی ضرب کاری نہ لگا بیٹھیں۔ یہاں اس امر کا ذکر کرنا بیحد ضروری ہے کہ اسلام نے دوسری اقوام کے ساتھ عدل و انصاف' رواداری' حسن سلوک مصالحت اور تعاون سے منع نہیں کیا ایسا تعاون جس کا اسلام اور مسلمانوں کی پوزیشن پر کوئی اثر نہ پڑے۔ البتہ دوستانہ اعتماد اور برادرانہ معاونت سے منع کیا ہے کہ کہیں انکی ہم نشینی میں اپنے قومی اور ملی راز فاش نہ کرگزریں یا گہرے دوستانہ مراسم کی بنا پر مشرکانہ رسوم کو پھر سے اختیار نہ کرلیں۔ اس لئے یہ واضح کر دیا کہ اگر تم میں سے کوئی چند مادی مصلحتوں کی خاطر انہیں اپنا دوست بنائے گا تو وہ انہی کے زمرے میں شمار ہو گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ دو ایسے بدبخت۔ دغاباز دشمنان اسلام ظالموں کو نعمت ہدایت سے محروم رکھتا ہے۔ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں شرک المنافقین عبداللہ بن ابی کے طرز عمل کی طرف اشارہ ہے۔ یہود سے اس کے گہرے مراسم تھے اور اس کا گمان یہ تھا کہ اگر مسلمان پر کوئی مصیبت آئی تو یہود سے ہماری دوستی کام

Marfat.com

آئیگی۔

دوسری اور تیسری آیت میں ارشاد باری ہے :

اے پیغمبر اکرم ﷺ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ جن کے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر کافروں کی آغوش میں پناہ لیتے ہیں اور مخلص مسلمانوں کو یہ کہتے ہیں کہ ہم ان سے معاملات اور دوستی اس ڈر سے کرتے ہیں کہ کہیں تم پر زمانے کی گردش نہ آجائے یعنی ان سے تجارتی لین دین اور قرض کی سہولت سے محروم نہ ہوجائیں۔ (انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) وہ وقت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فیصلہ کن فتح اور غلبہ عطا فرمائے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر فرمادے تو یہ لوگ اپنے اس نفاق پر جسے یہ دلوں میں چھپائے پھرتے ہیں نادم ہوں گے۔ اور سوائے پچھتانے اور افسوس کے انہیں کچھ حاصل نہ ہو گا اور اسوقت اہل ایمان کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کے نام سے بڑی تاکید سے قسمیں کھاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان کے (اس قول کے افعال کی بناپر ان کے) سب اعمال ضائع ہو گئے اور انجام کار نامراد و ناکام ہوئے۔

چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے دین حق سے منحرف ہوتا ہے تو ہو جائے عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم پیدا فرمائیں گے جو اللہ کی محبوب ہو گی اور اللہ ان کا محبوب ہو گا جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہونگے۔ جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر اللہ کے راستے میں ڈٹ کر جدوجہد کریں گے۔ یہ واقعی اللہ کا وہ فضل خاص ہے جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ بہت وسعتوں والا ہے اور سب کچھ جانتا ہے"

اس آیت کریمہ میں اسلام کی ابدی بقاء اور حفاظت کے متعلق عظیم الشان پیش گوئی بیان کی گئی ہے کہ حق تعالیٰ جلشانہ، دین حق سے منحرف ہونیوالوں کے مقابلے میں ایسی قوم لائے گا جسے خدا سے والہانہ وابستگی ہوگی اور وہ پوری جرات ایمانی سے راہ حق میں جہاد کریں گے۔ چنانچہ جب کبھی بھی چند حریص اور مفاد

Marfat.com

پرست لوگ اپنے ضمیر اور ایمان کو فروخت کر کے نعمت اسلام سے اپنے آپ کو محروم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غیر مسلموں میں سے بہتر صلاحیتوں والے مسلمان پیدا فرما دیتا ہے جو دین حق کے لئے سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔

رکوع کی آخری دو آیتوں میں ارشاد باری ہے :

" انماولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوالذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون ومن یتول اللہ و رسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون "

(تمہارے اصل دوست تو حقیقت میں صرف اللہ کا رسول ﷺ اور اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور میں سر نیاز خم کرتے ہیں اور جو اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کو مرکز محبت و رفاقت بنالے تو بے شک اللہ کی یہ جماعت ہی غالب رہنے والی ہے)

اس رکوع کی ان آخری آیات میں حیات ملی کا سربستہ راز بے نقاب کیا گیا ہے۔ ملی استحکام کے وہ زریں اصول بیان کئے گئے ہیں جو سفینہ ملت کو بحفاظت تمام، ساحل مراد تک پہنچا سکتے ہیں۔ حضور حق سے کامل وابستگی، رسالت مآب ﷺ سے والہانہ عشق، اور اہل ایمان سے مخلصانہ محبت و رحمت کے جذبات ہی ملت کو استحکام بخش سکتے ہیں اور یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہو گا بلکہ اہل ایمان نماز کی برکات سے اپنی معاشرت کو صالحہ اور زکوۃ کے فیوض سے اپنی معیشت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے والے ہونگے۔

اہل ایمان کی توجہ کو پھر اس کی طرف مرکوز کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کا مرکز محبت یہود و نصاریٰ نہیں ہونے چاہئیں وہ یہود و نصاریٰ جن کی سعی و کاوش کا میدان مختلف ہے، جن کا مرکز ایقان و وفا مختلف ہے۔ جنہیں اس دین حق سے خدا واسطے کا بیر ہے جو ہمیشہ اسلام کو نیچا دکھانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو کبھی بھی ان سے پر اعتماد دوستانہ مراسم استوار نہیں کرنے چاہئیں۔ اہل ایمان پر

Marfat.com

لازم ہے کہ وہ اس روشن حقیقت کو فراموش نہ کریں کہ اجتماعی زندگی انفرادی زندگی کی قربانی سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی شخص کے ذاتی مراسم اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ مسلمان ذاتی مفاد اور دوستانہ مراسم بھی ملت کی بھلائی کے لئے قربان کر دے اور ان پر دوستانہ اعتماد سے ملی استحکام کو نقصان نہ پہنچائے۔ چنانچہ آخری آیت میں اہل ایمان کی توجہ اس نقطے پر منعطف کی گئی ہے کہ ملی استحکام اور قومی سالمیت کے تقاضے پورے کرنے کا صرف ایک ہی طریق ہے جس میں کامیابی وکامرانی کی پوری پوری ضمانت دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کامل وابستگی اور اہل ایمان سے اس طرح کی محبت رکھے حلقہ یاراں کے لئے بریشم کی طرح نرم ہو جائے اور کفار کے لئے فولاد کی طرح سخت ہو اور اللہ کے راستے میں پوری جرات اور بے خوفی سے جدوجہد کرے اور الی کلمة الحق کے لئے سرگرم عمل ہوجائے۔ اسی طریق سے ہی ایک مستحکم ملت وجود میں آسکتی ہے۔

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ (سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 159 تا 162)

و من قوم موسیٰ امة یهدون بالحق وبه یعدلون ○ و قطعنهم اثنتی عشرة اسباطا امما واوحینا الی موسیٰ اذاستسقه قومه ان اضرب بعصاک الحجر فانبجست منه اثنتا عشرة عینا قد علم کل اناس مشربهم وظللنا علیهم الغمام وانزلنا علیهم المن و السلوی کلوامن طیبت مارزقنکم وماظلمونا ولکن کانوا انفسهم یظلمون ○ و اذ قیل لهم اسکنوا هذه القریة و کلوا منها حیث شئتم و قولوا حطة و ادخلوا الباب سجدا نغفر لکم خطیئتکم سنزید المحسنین ○ فبدل الذین ظلموا منهم قولا غیر الذی قیل لهم فارسلنا علیهم رجزا من السماء بما کانوا یظلمون ○

ان آیات کریمہ کا ترجمہ یہ ہے :

(اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کا راستہ بتلاتے ہیں اور حق ہی کے مطابق انصاف کرتے ہیں اور ہم نے اس قوم کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کرکے انہیں مستقل گروہوں کی شکل دیدی تھی اور جب موسیٰ علیہ السلام سے اس کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے اس کو اشارہ کیا کہ فلاں چٹان پر اپنی لاٹھی مارو چنانچہ اس چٹان سے یکایک بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنے پانی لینے کی جگہ متعین کرلی۔ ہم نے ان پر بادل کا سایہ کیااور ان پر من و سلویٰ اتارا۔ کھاؤ وہ پاک چیزیں جو ہم نے تم کو رزق کے طور پر بخشی ہیں مگر اس کے بعد انہوں نے جو کچھ کیا تو ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے اور جب ان سے کہا گیا کہ اس بستی میں جا کر بس جاؤ اور اسکی پیداوار سے اپنے حسب منشا روزی حاصل کرو اور حطة حطة کہتے جاؤ اور شہر کے دروازے میں سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے داخل ہونا تو تمہاری خطائیں

Marfat.com

معاف کریں گے اور نیک رویہ رکھنے والوں کو مزید فضل و کرم سے نوازیں گے مگر جو لوگ ان میں سے ظالم تھے انہوں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی بدل ڈالا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے ان کے ظلم کی پاداش میں ان پر آسمان سے عذاب بھیج دیا)

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قوم یہود پر اپنے عظیم احسانات کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی اس امر کا ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے ان احسانات کا جواب کن مجرمانہ گستاخیوں کے ارتکاب سے دیا اور فطری اور الٰہی قوانین کی یہ خلاف ورزی انکی تباہی و بربادی کا باعث بنی۔

کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ ان کا نصب العین کبھی بھی ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو اور ایک مانع و کامل نظریہ حیات ہمیشہ ان کے سامنے رہے نیز وہ قوم و ضبط سے ہمیشہ آراستہ رہے۔ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی اور استحکام کا انحصار ان کے زندگی بخش نظریہ حیات اور نظم و ضبط پر ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی سرکشی کے باوجود ایک صالح گروہ ایسا ضرور تھا جو انہیں جادۂ حق پر گامزن رکھنے کے لئے اپنی مقدور بھر کوشش کرتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے' قوم یہود کی اخلاقی و مذہبی' تمدنی و معاشرتی اور فوجی و سیاسی نگرانی کے لئے انہیں بارہ قسطوں میں منظم کر کے ان پر بارہ نقیب پاس دار مقرر فرمائے تاکہ وہ ان کی دینی و دنیوی صلاح و فلاح کے ئے ان کی نگرانی کرتے رہیں تاکہ ان میں نظم و ضبط قائم رہے جو کسی بھی قوم کی اصلاح و تعمیر کے لئے اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

اللہ جلشانہ' اپنے ان احسانات کا ذکر فرما کر قوم یہود پر اپنے تین اور عظیم احسانات کا ذکر فرماتا ہے یہ اسوقت کی بات ہے جب فرعون غرق ہو چکا تھا اور بنی اسرائیل لاکھوں کی تعداد میں' مصر سے نکل کر وادی سینا پہنچ جاتے ہیں۔ ذرا تصور کیجئے کہ ایک لق و دق صحرا میں شدید گرمی کے موسم میں' جہاں مکانات ایک طرف رہے' خیمے تک موجود نہ ہوں اور دھوپ سے بچنے کے لئے کوئی جائے پناہ

Marfat.com

میسر نہ ہو' لاکھوں افراد کے لئے سائے کا انتظام کرنا کتنا سنگین مسئلہ ہے لیکن رحمت حق جوش میں آتی ہے بادلوں کے خیمے تن جاتے ہیں اور اس کے خوشگوار سائے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو سکون و راحت میسر آتا ہے دوسرا بڑا احسان یہ ہے کہ صحرا میں جہاں تک نظر دوڑاؤ پانی کا نام و نشان میلوں تک نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک چٹان پر لاٹھی مارتے ہیں اور احسان خداوندی سے بارہ چشمے پانی کے جاری ہو جاتے ہیں۔ ہر قبیلے کے لئے پانی کا الگ الگ چشمہ متعین ہو جاتا ہے۔ اس سے ایک تو پانی کی تقسیم پر جھگڑا نہیں ہوتا۔ دوسرے ہر قبیلہ حسب منشا اپنی تمام ضروریات با آسانی اس چشمے سے پورا کرلیتا ہے لیکن سائے اور پانی کے حصول کے بعد لاکھوں انسانوں کے لئے خوراک کا مسئلہ بیحد اہم تھا۔ آج اس ترقی یافتہ دور میں بھی' دور حاضر کے وسیع ذرائع مواصلات کے باوجود' اگر ایک علاقے سے پندرہ بیس لاکھ افراد مہاجر ہو کر دوسرے علاقے میں آجائیں تو ان کا انتظام کرنا بیحد مشکل ہوتا ہے۔ تصور کیجئے کہ ایک جنگل میں' جہاں ضروریات خوراک پورا کرنے کے لئے کوئی وسائل موجود نہیں لاکھوں انسانوں کو خوراک مہیا کرنا کس قدر اہم مسئلہ تھا اور بنو اسرائیل کس قدر پریشان تھے۔ بائبل کی کتاب خروج میں مذکور ہے :

" اور اس بیابان میں بنی اسرائیل کی ساری جماعت موسیٰ اور ہارون پر بڑبڑانے لگی اور بنی اسرائیل کہنے لگے کہ کاش کہ ہم خداوند کے ہاتھ سے ملک مصر میں جب ہی مار دیئے جاتے جب ہم گوشت کی ہانڈیوں کے پاس بیٹھ کر دل بھر کر روٹی کھاتے تھے کیونکہ تم تو ہم کو اس بیابان میں اسی لئے لائے ہو کہ سارے مجمع کو بھوکا مارو "

رحمت حق پھر جوش میں آئی اور ان کی غذا کا مستقل انتظام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے من و سلویٰ اتارا من دھنئے کے بیج کی طرح ایک سفید گول گول چیز تھی جیسے شبنم کے موتی یا ژالہ باری کے بعد نظر آنے والے زمین پر چھوٹے چھوٹے اولے۔ یہ شہد کے ان قطروں کی طرح تھے جو منجمد ہو کر سخت ہوجائیں۔ بائبل کی کتاب گنتی میں مذکور ہے :

Marfat.com

" لوگ ادھر ادھر جا کر اسے جمع کرتے اور اسے چکی میں پیستے یا اکھلی میں کوٹ لیتے تھے پھر اسے ہانڈیوں میں ابال کر روٹیاں بناتے تھے "

سلویٰ بٹیر کی طرح کا ایک پرندہ تھا یہ شام کو لاکھوں کی تعداد میں لشکر کے ارد گرد جمع ہو جاتے۔ لوگ انہیں آسانی سے پکڑ لیتے۔ ان کے کباب کر کے کھاتے۔ ذرا تصور کیجئے کہ یہ نعمتیں ایک دو روز یا ایک دو ہفتے کے لئے نہ تھیں بلکہ بائبل کے مطابق " بنی اسرائیل جب تک آباد ملک میں نہ آئے یعنی چالیس برس تک من و سلویٰ کھاتے رہے"۔

اسقدر عظیم نعمتوں سے سرفراز کرنے کے بعد بنو اسرائیل کے لئے ایک شہر مسخر کر دیا جاتا ہے۔ اس شہر کا نام اریحا تھا۔ انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ شہر کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے جاؤ یہ شکر بدنی ہوا' اور زبان سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے جاؤ یہ شکر ربانی ہوا۔ جو یہ دونوں باتیں کرے گا اللہ کریم اسکی خطائیں معاف کردیں گے اور نیک لوگوں پر اپنے فضل و احسان کی بارش فرمائیں گے لیکن احسان فراموش بدبخت قوم یہود جب اکڑتی ہوئی شہر میں داخل ہوئی تو حطة (معافی) کے بجائے ازرہ تمسخر حنطة (گندم گندم) کہنا شروع کر دیا جب شہر میں پہنچے تو ان کی سرکشی کی پاداش میں ان پر طاعون کی وبا نازل ہوئی اور ستر ہزار یہود اس عذاب میں گرفتار ہو کر موت کے گھاٹ اتر گئے۔

" قرآن حکیم نے ان آیات کریمہ میں فطرت کے اصول کی نشاندھی کی ہے کہ جو قوم اللہ تعالٰی کے احکام پر عمل کرتی ہے۔ اللہ تعالٰی اس پر لطف و کرم کی بارش فرما دیتے ہیں اور رزق کی نئی راہیں کھول دیتے ہیں اور جو قوم ارشاد باری تعالٰی کی خلاف ورزی کرتی ہے انجام کار تباہی و بربادی اس کا مقدر بنتی ہے۔ اس لئے امت مسلمہ کو قوم موسیٰ علیہ السلام کے اس انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو اپنے شعر میں بیان کیا ہے "

عبرتے اے مسلم روشن ضمیر ---- از مآل امت موسیٰ بگیر

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ (تفسیر سورہ توبہ رکوع نمبر3)

سورۃ توبہ کا تیسرا رکوع آیات 17 تا 24 پر مشتمل ہے۔اور" **ما کان لمشرکین ان لعمیروا مسجد اللہ شھدین علی انفسھم بالکفر** "سے لیکر" **واللہ لایھدی القوم الفسقین** " پر ختم ہوتا ہے۔ ان آیات کریمہ کا ترجمہ یہ ہے :

(مشرکین کا کام یہ نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنے والے اور ان کے خادم بنیں جبکہ اپنے کفر کی گواہی وہ خود دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے تو سب اعمال بیکار ہیں اور انہیں ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔ اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنے والے اور خادم تو وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں۔ نماز قائم کریں' زکوۃ ادا کریں اور اللہ کے سوا کسی سے بھی نہ ڈریں انہی لوگوں سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ سیدھی راہ پر چلیں گے۔ کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی مجاوری کرنے کو اس شخص کے کام کے برابر ٹھہرا لیا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو؟ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ ظالموں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ اللہ کے ہاں تو بلند درجے والے وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا۔ وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اورجان و مال سے جہاد کیا۔ وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ ان کا رب انہیں اپنی رحمت' رضوان و خوشنودی اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لئے پائیدار عیش کچھ سامان سب ان میں وہ ہمیشہ رہیں گئے۔ یقیناً اللہ کے پاس خدمات کا صلہ دینے

Marfat.com

کو بہت کچھ ہے۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اس صورت میں اپنا رفیق نہ بناؤ جبکہ وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو ان کی رفاقت کرے گا ظالموں میں سے ہو گا۔ اے نبی مکرم ﷺ فرما دیجئے :

" اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہاری وہ تجارت و سوداگری جس کے مندہ پڑ جانے کا تم کو خوف لگا رہتا ہے اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں۔ تم کو اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا "۔

ان قرآنی آیات کا پس منظر یہ ہے کہ مشرکین مکہ بڑے فخر سے اس امر کا اظہار کرتے تھے کہ وہ مسجد حرام کے متولی اور خادم ہیں حالانکہ ان کی خدمت گزاری یہ تھی کہ پتھر کی سینکڑوں مورتیاں اور بت انہوں نے کعبہ میں جمع کر رکھے تھے۔ بہت سے کافر و مشرک کعبہ کا ننگے طواف کرتے۔ مسجد جس میں اصل مقصود ذکر الٰہی ہے اور خشوع و خضوع سے اللہ کے حضور میں سر نیاز خم کرنا ہے۔ یہ لوگ ذکر کی بجائے سیٹیاں اور تالیاں بجاتے اور اہل ایمان کو جو خدائے واحد کے سچے پرستار تھے وہاں پہنچنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔

کفار مکہ کی سب سے بڑی عبادت یہ تھی کہ حاجیوں کے لئے پانی کی سبیل لگا دی یا حرم شریف میں چراغ جلا دیا یا کعبے پر غلاف چڑھایا یا کبھی ضرورت پیش آئی تو ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کروا دی۔

مشرکین مکہ کو اس امر پر بڑا ناز تھا کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں، انہیں پانی پلاتے ہیں، مسجد حرام کی مرمت کا اور اس کی دیکھ بھال کا اہتمام کرتے ہیں۔ چنانچہ مسلمان اگر جہاد فی سبیل اللہ پر ناز کرتے ہیں، اور اسے سرمایہ افتخار

Marfat.com

سمجھتے ہیں تو ہمارے پاس بھی عبادات کا یہ ذخیرہ موجود ہے۔

ان لوگوں کے اس پراپیگنڈے سے کچھ صحابہ بھی متاثر ہوگئے ان میں سے بعض نے یہ کہا کہ اسلام کے بعد بہترین عمل مسجد حرام کی خدمت ہے' دوسرے مسلمانوں نے جہاد فی سبیل اللہ کو تمام عبادات اور اعمال سے افضل و اشرف قرار دیا۔ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں ڈانٹا کہ تم جمعہ کے وقت منبر رسول ﷺ کے پاس بیٹھ کر اس طرح کی بحث کر رہے ہو۔ ذرا صبر کرو جب حضور اکرم ﷺ جمعہ سے فارغ ہونگے۔ آپ سے یہ بات دریافت کرلی جائے گی چنانچہ جمعہ کے بعد حضور اکرم ﷺ سے یہ سوال کیا گیا تو آیات نازل ہوئیں۔

ان آیات کریمہ میں کفار کے زعم باطل کی تردید کی گئی ہے اور اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ تمام عبادات کی روح دراصل ایمان باللہ ہے۔ مشرکین کے یہ اعمال بے روح اور بے جان ہیں کیونکہ مشرک کو جب خدا کی صحیح معرفت حاصل نہیں۔ جب اس کا قبلہ توجہ اور مرکز اخلاص خدائے بزرگ و برتر کی ذات نہیں تو ان کا کوئی عمل خدا کے نزدیک زندہ اور کارآمد نہیں۔ ایمان باللہ کی روح سے بے نیاز ہو کر حاجیوں کو پانی پلانا یا مسجد حرام کی خدمت محض ایک مردہ عمل ہے۔

اور یہ مردہ عمل ایک زندہ جاوید عمل کے کس طرح برابر ہو سکتا ہے؟ المختصر کفار و مشرکین جو اپنے حال و قال سے اپنے کفر کی گواہی ہر وقت خود دیتے رہتے ہیں اس لائق ہرگز نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں بالخصوص مسجد حرام کو آباد کریں۔ یہ کام تو ان لوگوں کا ہے جن کے دل توحید سے لذت آشنا ہیں۔ جن کے جسم اللہ کے حضور میں جھکے ہوئے ہیں وہ نمازوں کو قائم کرتے ہیں' زکوۃ ادا کرتے ہیں اور خدائے واحد کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے جو اللہ کی سیدھی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں سے جہاد کرنے کے لئے ہر وقت پر عزم اور مستعد نظر آتے ہیں۔ ایسے اہل ایمان جو دل زبان ہاتھ پاؤں اور مال و دولت ہر چیز سے خدا کے مطیع و فرمانبردار ہیں

Marfat.com

انہی کا یہ فرض منصبی ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد رکھیں۔

یہاں اہل ایمان کی تین صفات کا ذکر کیا گیا ہے ایمان' جہاد' اور ہجرت ان تین خوبیوں پر تین انعامات کی بشارت دی گئی ہے۔ رحمت' رضوان و خوشنودی' خلودجنت' رحمت کا انعام' ایمان لانے کی بنا پر ہے۔ ایمان نہ ہو تو آخرت میں خدا کی رحمت و مہربانی اور لطف و کرم سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ جہاد کا انعام رضوان ہے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا شخص دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے کنارہ کش ہوتا ہے۔ دینوی تعلقات کو توڑ کر اپنا مال اور اپنی قیمتی متاع یعنی اپنی جان خدا کے راستے میں قربان کر دیتا ہے یہ سب کچھ اللہ کی رضا کے لئے ہوتا ہے لہٰذا اس کاانعام بھی بہت بڑا ہے یعنی رضوان اور خوشنودی خداوند جو واقعی ایک عظیم القدر انعام ہے۔ ہجرت کرنے والے کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ اس نے اللہ خاطر اپنا گھربار چھوڑا اور آرام و آسائش سے منہ موڑا اس لئے اللہ تعالیٰ اسے بہتر گھر' بہتر ماحول اور ایسا آرام و آسائش عطا فرمائیں گے جو کبھی ختم نہ ہو گا اور وہاں سے کبھی ہجرت کی نوبت پیش نہ آئے گی۔

ان آیات کریمہ میں جہاں مسلمانوں کی توجہ رسم اذاں کی بجائے روح بلالی کی طرف مبذول کی گئی ہے وہاں انہیں اس امر کی بھی تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنے امور کافروں کے سپرد نہ کیا کریں بلکہ احساس فرض سے سرشار ہو کر اپنے فرائض منصبی خود ادا کریں اور اگر اپنے رشتہ دار اور اقارب بھی اس تعلق باللہ میں حائل ہوں تو ان سے بھی قطع تعلق کر کے خداوند قدوس کے ساتھ اپنی کامل وابستگی اور اطاعت کا اظہار کریں اور یہ جذبہ اطاعت صرف اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے (اور یہی اس رکوع کی آخری آیت کا مضمون ہے) کہ وہ باپ' بھائی' بیٹے' بیوی' برادری' مال و دولت تجارت۔ و سوداگری' پسندیدہ و مکان المختصر دنیا کی تمام لذتوں اور نعمتوں پر اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی محبت کو ترجیح اور فوقیت دیں۔

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ (سورۃ ہود آیت نمبر21 تا 24)

" اولئلک الذین خسروا انفسهم وضل عنهم ماکانوا یفترون ○ لا جرم انهم فی الاخرة هم الاخسرون ○ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت و اخبتوا الی ربهم اولئلک اصحب الجنة هم فیها خلدون ○ مثل الفریقین کالاعمیٰ والاصم والبصیر و السمیع هل یستوین مثلا افلا تذکرون ○ "

(یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے طرز عمل سے خود ہی اپنا نقصان کر رہے ہیں ان کی افراء پردازیاں سب اکارت جائینگی یہ حقیقت ہے کہ آخرت میں یہی لوگ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہونگے ان کے برعکس وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے اور اپنے رب کے حضور سر طاعت خم کیا تو یقیناً یہی لوگ جنتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی تو ہو اندھا بہرا اور دوسرا ہو دیکھنے اور سننے والا۔ کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہوسکتی ہے؟ کیا تم اس مثال سے کوئی سبق نہیں لیتے؟)

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور اہل کفرو نفاق دونوں عقائد و اعمال کے دنیوی اور اخروی نتائج کے تضاد کو اس خوبصورتی سے ابھارا ہے اور روزمرہ زندگی کی ایک عام جانی پہچانی مثال دیکر واضح کیا ہے کہ معمولی غورو فکر سے کام لینے والا شخص بھی اس مثال سے قرآن حکیم کے اس فکر انگیز مضمون تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔

ان آیات سے مربوط گزشتہ آیات میں کفار و منافقین کی اس غلط روش کا ذکر تھا جو انہوں نے اپنے عقائد و اعمال میں اختیار کر رکھی تھی۔ معبود حقیقی کے ساتھ کسی دوسرے کو عبادت میں شریک کرنا یاخدا کے فرستادہ ضابطہ ہدایت کا انکار

Marfat.com

کرنا یا اس وسیع و بیکراں کائنات کو لہو و لعب اور کھیل کود کو ایک میدان قرار دینا یا فطرت کے حسین شاہکار کی تخلیق کو حادثاتی خیال کرنا یا یہ سمجھنا کہ اس زندگی کے بعد کوئی اور ایسی زندگی نہیں جس میں انسان کو اپنے اعمال کی جواب دہی کرنا ہوگی۔ یہ اور اس قسم کے تمام لغو و بیہودہ خیالات کے حامل کفار و منافقین اس دنیا کی چمک دمک پر رکھنے والے کفار و منافقین یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کی دولت اور سامان تعیش ہمیں فائدے میں ہیں اور یہ فاقہ مست مسلمان خسارے میں ہیں۔

لیکن یہ ان لوگوں کا فریب نظر ہے جو دنیاوی عیش کے سراب کو حقیقت سمجھ کر بیٹھے ہیں۔ قرآن حکیم اہل فکر و نظر کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرتا ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے غلط طرز عمل کی بنا پر خسارے میں ہیں اور اپنی غلط روش سے کسی کا کچھ نہیں بگاڑ رہے خود اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ ان کے یہ سب عقائد و افکار باطل میں اور نتیجتاً اکارت جائینگے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ آخرت میں یہ سب سے زیادہ گھاٹے اور خسارے میں ہونگے۔

ایک ظاہر بیں شخص کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ یہ بھلا کیسا خسارہ اور نقصان ہے کہ خدا اور آخرت سے قطعی بے نیاز ایک شخص کو تمام دنیوی عیش میسر ہے۔ کوٹھی کار' بنک بیلنس اور عیش و راحت کے سب سامان میسر ہیں لیکن قرآن حکیم انسانی توجہ کو اصل حقیقت کی طرف مبذول کرتا ہے کہ اس دنیوی زندگی کا عرصہ بہت قلیل ہے۔

انسانی زندگی جو عموماً 50-60 یا سو برس پر مشتمل رہی ہے۔ اس کے مقابلے میں اخروی زندگی سینکڑوں ہزاروں برس پر مشتمل ایک طرف 50- 60 برس بلکہ اس سے بھی کم زمانے کا تعیش و راحت ہے اور اس کے مقابلے میں ہزاروں برس کے عرصے پر پھیلا ہوا عبرتناک عذاب ہے۔ ذرا تصور کیجئے کہ ان کے مقابلے میں اہل ایمان ہزاروں برس کے پھیلے ہوئے عرصے میں جنت کی راحت سے لطف اندوز ہونگے۔ اہل جنت کو سر سبز وشاداب باغات۔ خوبصورت محلات' رواں دواں

Marfat.com

نہریں، خوش منظر چشمے، حسن و لذیذ پھل اور میوے اور زندگی کی وہ تمام نعمتیں جو ذہن انسانی میں ابھر سکتی ہیں یا قلب انسان ان کا متمنی اور آرزو مند ہو سکتا ہے۔ وہ تمام نعمتیں میسر ہونگی دوسری طرف ہزاروں برس کے پھیلے ہوئے عرصے میں اہل جہنم کو پینے کے لئے گرم پانی جو آنتوں کو اپنی حرارت و سوزش سے کاٹ کر رکھ دے گا۔ مگر وہ منظر پیپ ہوگی کھانے کے لئے انتہائی گھناؤنے اور کریہہ منظر تلخ وناگوار کھانا ہوگا اور ایک ایسا دائمی عذاب ہوگا جس کے تصور سے ذہن و قلب اور جس کے بیان سے زبان لرز اٹھتی ہے اور جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔

اب آپ تصور کیجئے کہ 50 اور 60 برس کے عیش و راحت کے سامان کے مقابلے میں اسقدر وحشت ناک عذاب کو اختیار کرنا بہت بڑا گھاٹا اور بہت بڑا خسارہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اسلیئے قرآن حکیم نے ان کو اخسرون کہا ہے کہ وہ سب سے زیادہ گھاٹا اور خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

رحمان و رحیم خداوند قدوس نے جہاں ڈراؤنے عذاب کا ذکر کیا ہے وہاں اہل ایمان کو جنت کی نوید مسرت بھی سنائی ہے۔ وہ لوگ جو ایمان لانے والے ہیں اور نیک عمل کرنے والے ہیں اور اپنے رب کے حضور سر طاعت خم کرنے والے ہیں وہ جنت کی پر مسرت اور سرسبز و شاداب بہاروں کو سدا آباد رہیں گے۔

اس کے بعد اس مضمون کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کی ایک جانی پہچانی مثال سے اس مضمون کو اور اجاگر کیا ہے۔ ذرا سوچئے ایک طرف ایک اندھا اور بہرا شخص ہے اور دوسری طرف دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں ذرا غور کیجئے کہ سمع وبصر یعنی سنتا اور دیکھتا ہے یہی وہ دو بڑے ذریعے ہیں جن سے انسان علم و تجربہ حاصل کرتا ہے اور پھر اپنے اس علم و تجربے کے حصول کے نتیجے میں زندگی کی کامیابیوں اور شادمانیوں کو پالیتا ہے۔ اہل کفر کی مثال اندھے اور بہرے کی ہے جس نے حقائق کو دیکھنے سے آنکھیں بند کر لی ہیں اور حق بات سننے سے منہ موڑ رکھا ہے اس کے مقابلے میں

Marfat.com

اہل ایمان کی مثال اس دیکھنے اور سننے والے شخص کی ہے جو کائنات میں غور و فکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھتا ہے جو قرآن حکیم کے حقائق کا ادراک کرتا ہے اور ان حق باتوں کو توجہ سے سنتا ہے جو اسے ہلاکت و بربادی اور لغزشوں سے بچاتی ہیں جو نور بصیرت سے کام لیتا ہے اور اس روشنی کو حاصل کرتا ہے جو کفر و شرک کے اندھیروں میں اسے جادۂ مستقیم پر گامزن رکھنے پر اسکی مدد کرتی ہے۔

آخر میں ایک فکر انگیز سوال کیا ہے کہ کیا ان روشن حقائق کے باوجود جانی پہچانی مثال کو سمجھنے کے باوجود تم لوگ اس سے کوئی سبق کیوں نہیں سیکھتے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے قرآن حکیم کی تلاوت کرنے اور اس کے معانی و مطالب کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے اور اسکی نورانیت کو اطراف و اکناف عالم تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ (سورہ ابراھیم آیت 24 تا 26)

" الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء توتی اکلھا کل حین باذن ربھا و یضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون و مثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار "

(کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ کیسی عمدہ مثال بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ ایک اچھی ذات کے درخت کی مانند ہے جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے اپنے پھل دے رہا ہے یہ مثالیں اللہ اس لئے دیتا ہے کہ لوگ ان سے سبق لیں اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایک بری ذات کے درخت کی سی ہے جو زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے اس کے لئے کوئی استحکام نہیں ہے)

قرآن حکیم وہ جامع، کامل، محفوظ اور روشن ضابطہ ہدایت ہے کہ صحف سماوی اور کتب مقدسہ میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ قرآن حکیم جس نے اس کائنات کے اسرار و رموز اور حیات انسانی کے پوشیدہ رازوں کو بے نقاب کیا ہے ایک ایسا حسین، پیارا اور منفرد اسلوب بیان اختیار کیا ہے کہ اعلیٰ وارفع تعلیم اور صلاحیتوں والے مفکرین اگر اسکی فکر انگیز بصیرتوں اور رہنمائی زریں اصول کو خراج تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتے تو دوسری طرف معمولی تعلیم رکھنے والے بلکہ عام ان پڑھ انسان بھی اس ربانی ہدایت کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں چنانچہ ایمان و کفر کی حقیقت کو' فلسفیانہ موشگافیوں کے بجائے ایک عام فہم مثال سے واضح کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی مثال ہے جو ہماری روز مرہ زندگی میں ہماری جانی پہچانی ہے جو محسوس و مشہود ہے۔ اپنا ہو یا بیگانہ ہر شخص اس کی حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ

Marfat.com

سکتا۔ ایمان اور کفر کی حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لئے یہ انتہائی بلیغ اور عام فہم مثال ہے جو سنتے ہی ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

کلمہ طیبہ سے مراد ایمان ہے اسکی مثال اچھی ذات والے درخت کی دی گئی ہے۔ اچھا اور پاکیزہ درخت وہ ہوتا ہے جس کی جڑیں گہری ہوتی ہیں۔ اتنی گہری کہ تند و تیز باد صرصر بھی اسے اکھیڑ نہیں سکتی۔ اسکی شاخیں خوب پھیلی ہوتی ہیں۔ اس کاسایہ خوب گھنا ہوتا ہے جو لوگوں کے لئے سکون و راحت کا پیغام دیتا ہے۔ اس پر پھل بکثرت لگتا ہے کسی خاص سیزن میں ہی نہیں بلکہ وہ سدا بہار اور سدا پھلوں سے لدا رہتا ہے۔ اس کا پھل ذائقہ میں دوسرے پھلوں سے زیادہ لذیذ اور خوشگوار ہوتا ہے۔ ایمان کا درخت ایک پاکیزہ درخت ہے۔ ایمان کی جڑیں دل کی گہرائیوں میں مضبوط و مستحکم پیوست ہوتی ہیں۔ ظلم و تشدد اور کفار کی ایذا رسانی کی تیز و تند ہوا جادۂ حق میں مصائب و آلام کی گھنگھور گھٹائیں اس درخت کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتیں۔ مومن کے ایمان کی وسعتیں اسکی زندگی کے ہر لمحہ نیکی کے پھلوں سے لدا رہتا ہے۔ ایمان کی لذت و حلاوت اور اس کی شیرینی اور مٹھاس کا اندازہ لگانا ہو تو کسی عابد شب زندہ دار سے پوچھئے کہ آہ سحر گاہی میں کیا لطف ہے؟ نالئہ نیم شبی کتنا پرسوز ہے۔ کبھی اس عظیم اور بیکراں وسعتوں والی کائنات پر خاموش تفکر، خالق کائنات کی عظمتوں کو اس کے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں کرتا ہے تو کبھی تسبیح و تہلیل اور رب کریم کی حمد و ستائش یا قرآن حکیم کی پرسوز تلاوت یا محبوب خدا پر درود و سلام، مومن پر کیف و مستی اور جذب و شوق کی وجد آفریں کیفیت طاری کر دیتے ہیں اور روح کی گہرائیوں سے نغمات ابھرتے ہیں جو بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند —— بہار ہو کہ خزاں لاالہ الا اللہ

کلمہ خبیثہ سے مراد کفر ہے جسکی مثال ایک بری ذات والے درخت کی سی ہے جس کی جڑیں ہی نہیں ہوتیں تیز ہوا کے ایک معمولی جھونکے سے وہ زمین سے اکھڑ جاتا ہے۔ ظاہر جس کی جڑ اور بنیاد ہی نہ ہو وہ وسعت پذیر کیسے ہو سکتا

Marfat.com

ہے۔ اسکی شاخیں کہاں ہونگی؟ اس پر پھل کہاں لگے گا؟ اس میں شیرینی اور حلاوت کہاں سے آئیگی؟ مخلوق خدا کو اس سے راحت و سکون کیسے میسر آسکے گا؟ اسی طرح شرک و کفر اور باطل کی بھی جڑ اور بنیاد نہیں ہوتی۔ باطل کو آپ دلائل سے کتنا ہی مزین اور آراستہ کر کے پیش کریں انسانی ضمیر اور فطرت سلیمہ اسے ٹھکرا دیگی اسی لئے یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے ایمان اور کفر کے اس فرق و امتیاز کو واضح کر کے رب کریم نے فطرت کے عظیم شاہکار ان کو دعوت غور و فکر دی ہے تاکہ وہ خیر و شر اور حق و باطل میں تمیز کر سکے اور اپنی زندگی کو ایسے نظام پر تعمیر کرے کہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی اس کے ثمرات فوائد سے بہرہ ور ہوتا رہے۔

المختصر کلمہ طیبہ وہ بارآور اور نتیجہ خیز کلمہ ہے بقول ایک مفسر و مفکر' فکر میں سلجھاؤ' طبیعت میں سلامت' مزاج میں اعتدال' سیرت میں مضبوطی' اخلاق میں پاکیزگی' روح میں لطافت' جسم میں طہارت و نظامت' برتاؤ میں خوشگواری' معاملات میں راست بازی' کلام میں صداقت شعار قول و قرار میں پختگی' معاشرت میں حسن سلوک' تہذیب میں فضیلت' تمدن میں توازن' معیشت میں عدل و مواساۃ' سیاست میں دریافت' جنگ میں شرافت' صلح میں خلوص اور عہد و پیمان میں وثوق پیدا کرتا ہے۔

آج بھی فضا میں نبی اکرم ﷺ کی صدا گونج رہی ہے: یہ کافر اگر میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند رکھ دیں تو بھی قسم بخدا اپنے رب کریم کے مشن کی تکمیل میں میرے پائے ثبات کو لغزش نہ آئیگی۔

آج بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پر عزم خطبے' بلال رضی اللہ عنہ سلمان فارسی اور صہیب رومی کے پر عزم کلمات اور خالد و طارق کے پر جوش الفاظ روح مومن کو ایمان و ایقان کی لذت سے بہرہ ور کر رہے ہیں۔ اللہ تعالٰی اپنے فضل عمیم سے ان نفوس قدسیہ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونیکی توفیق بخشے۔

Marfat.com

علمی و دینی مقالات

☆ ورفعنالک ذکرک کی روشنی میں ہجرت نبویؐ کے ثمرات

☆ حقیقت توحید کشف المحجوب کی روشنی میں

☆ ہادی کامل ﷺ

☆ غربت و افلاس کا نبوی حل

☆ اِسلام سرچشمہ علوم............ علم الکلام

☆ قرآن حکیم کی روشنی میں انسان کا تصور

☆ قرآن کی روشنی میں اِنسانی زندگی کا مقصد

☆ قرآن حکیم اور مستشرقین

☆ تقابل ادیان بحوالہ قرآن

Marfat.com

☆ اخوت اسلامی کا تصور قرآن حکیم کی روشنی میں

☆ اِسلامی روزے کی خصوصیات

☆ مزدوسرمایہ...... تعلیمات اِسلامی کی روشنی میں

☆ اسلام کا اقتصادی نظام ۔۔ امداد باہمی

☆ اِسلام کا تصور اتحاد وتنظیم

☆ اِسلامی قوانین

☆ اِسلامی حکومت اور قضاء

☆ جرم وگناہ میں فرق وامتیاز

☆ آزادی اِظہار

☆ شاگردوں کے حقوق

☆ اسلام کا عائلی نظام

☆ مسلمانوں میں بھائی چارے کی ضرورت اور فلسفہ

Marfat.com

ورفعنالك ذكرك کی روشنی میں ہجرت نبویؐ کے ثمرات

رسول عربی ﷺ کی مبارک ذات گلدستہ صفات وکمالات ہے آپ ﷺ کی ہمہ پہلو شخصیت کا ہر پہلو تابناک اور منور ہے آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں خاتم النبیین ہیں کافۃ للناس ہیں، سراجاً منیراً ہیں للعلمین نذیراً ہیں بالمئو منین روف رحیم ہیں۔ حامل خلق عظیم ہیں اور قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کے لئے ہادی کامل ورہنمائے اعظم ہیں۔ بقول شاعر ۔

چمنے کہ تا قیامت گل او بہار بادا　　　صنمے کہ در جمالش دو جہاں نثار بادا

(آپ ﷺ ایک ایسے چمنستان ہیں جس کے حسین پھولوں کی بہار قیامت تک قائم رہیگی اور آپ ﷺ وہ حسین محبوب ہیں جن کے حسن و جمال پر دونوں جہاں نثار ہیں)

"ورفعنا لك ذكرك" وہ ارشاد باری ہے جو حضور ﷺ کی عظمت شان کا بیان ہے حقیقت ہے کہ یہ بہت وسیع موضوع ہے اپنی علمی سے بے بضاعتی کے کامل اعتراف کے ساتھ اس موضوع پر میری گفتگو کا ایک مقصد تو شمولیت کی سعادت سے بہرہ ور ہونا ہے لیکن دوسرا اہم مقصد یہ ہے کہ مجھ جیسے مبتدی کی اس گفتگو کو سن کر کہکشان علم و فضل میں سے کسی ماہر فن کو جوش آجائے اور وہ اس موضوع پر مبسوط اور بھرپور مقالہ تحریر فرمائیں۔

کتاب وسنت کی روشنی میں رفع ذکر سے کیا مراد ہے ؟ اس کا پس منظر کیا ہے، کیا یہ بات ہم محض اس عقیدت کی بنا پر کہہ رہے ہیں جو ہمیں رسول عربی ﷺ سے وابستگی کی نسبت سے حاصل ہے یا یہ بات دلائل و براھین اور حقائق پر مبنی ہے یہی وہ چند گزارشات ہیں جنہیں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسالتماب ﷺ نے فرمایا:

اتانی جبریل علیه السلام وقال ان ربك يقول اتدری کیف رفعت

Marfat.com

ذکرك قلت الله تعالٰی اعلم قال اذا ذُکرتُ ذکرتَ معی

چنانچہ قران حکیم میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی میں ہمیں اس کی جھلک نظر آتی ہے بخوف طوالت صرف چند آیات کریمہ کا جزوی ذکر کروں گا:

(من یطع الله ورسوله) (واطیعوا الله واطیعوا الرسول) (والله ورسوله احق ان یرضوه)

امام رازیؒ نے بڑی پیاری بات کہی ہے فرماتے ہیں:

"واعلم انه عام فی کل ماذکروه من النبوة وشهر ته فی الارض والسمٰوت اسمه مکتوب علی العرش وانه یذکر معه فی الشهادة والتشهد وانه تعالٰی ذکره فی الکتب التقدمه وانتشار ذکر ه فی الافاق وانه ختمت به النبوة وانه یذکر فی الخطب ولاذان و مفاتح الرسائل وعند الختم

سید قطب شہید اس کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هناك صنائقة کانت فی روح الرسولﷺ لامرمن امور هذه الدعوة ...... ثم کانت هذه المناجاة الحلوة و هذا الحدیث الودودالم نشرح صدرك لهذه الدعوة ونیر لك امرها؟ ونجعلها جیبة لقلبك ......فتش فی صدرك الا تجد فیه الروح والانشراح والا شراق والنور؟"

اس انشراح کی وضاحت تفہیم القرآن میں مولانا مودودی مرحوم نے بڑے دلنشین انداز میں کی ہے

"نبوت عطا کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ حوصلہ وہ ہمت وہ اولوالعزمی اور وہ وسعت قلب عطا فرمادی جو اس منصب عظیم کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے درکار تھی آپ ﷺ اس وسیع علم کے حامل ہوگئے جو آپ ﷺ کے سوا کسی انسان کے ذہن میں سما نہ سکتا تھا آپ ﷺ کو وہ حکمت نصیب ہوگئی جو بڑے سے بڑے بگاڑ کو دور کرنے اور سنوار دینے کی اہلیت رکھتی تھی"

Marfat.com

"یہ شرح صدر کی بیش بہا دولت جب اللہ نے آپ ﷺ کو عطا کر دی ہے تو آپ ان مشکلات پر دل گرفتہ کیوں ہوتے جو آغاز کار کے اس مرحلے میں پیش آ رہی ہیں"

رفع ذکر کے اس پس منظر کے بعد اب ہم تفصیل میں جائے بغیر انتہائی اختصار کے ساتھ حضور ﷺ کے رفع ذکر کی ان صورتوں اور مرحلوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں حضور ﷺ کے ذکر کا آوازہ بلند کیا گیا ہے۔

☆ حضور ﷺ کے ظہور قدسی سے پہلے انبیائے کرام پر نازل ہونے والی پہلی کتابوں میں حضور ﷺ کی آمد کی بشارت دی گئی تھی۔ تورات، زبور اور انجیل کی عبارتیں حضور ﷺ کی عظمت شان کی گواہی دینے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری بھی بیان کرتی نظر آتی ہیں۔

☆ دوسرا مرحلہ رفع ذکر کا حضور ﷺ کے ظہور قدسی کے بعد کا ہے جب آپ ﷺ کے دشمن، کفار مکہ نے حضور ﷺ کو کاہن، شاعر اور ساحر کا نام دے کر سرزمین عرب کے اطراف واکناف میں لوگوں کو آپ ﷺ سے شرف ملاقات سے باز رکھنے کیلئے آپ ﷺ کو مشہور کیا جسکا اثر یہ ہوا کہ لوگ تجسس کے حوالے سے آپ ﷺ کو ڈھونڈتے ہوئے آئے اور یہی تلاش انہیں ایمان کی نعمت سے مشرف کرنے کا باعث بنی اور آپ ﷺ کے ذکر کا آوازہ عرب کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا۔

☆ تیسرا مرحلہ رفع ذکر کا آسمانوں پر ہے امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

"فوضع عنه الوزر برفعه الى السماء حتى لقيه كل ملك وحياه فارتفع له الذكر فلذلك قال ورفعنالك ذكرك"

گویا آپ ﷺ کو وہ قرب خداوندی اور معراج حاصل ہوا جو نہ کسی کو پہلے حاصل ہوا نہ آئندہ ہوگا بقول شاعر:

عظمتیں شب معراج کی جانے کوئی　　　جس سے رک جائے نبض کائنات

Marfat.com

☆ چوتھا مرحلہ وہ ہے جب حضور ﷺ ہجرت فرماتے ہیں اور ریاست مدینہ کی تاسیس و تشکیل فرماتے ہیں اور عرب کے گوشے گوشے میں دس لاکھ مربع میل سے زیادہ علاقے میں اشھد ان محمد رسول الله کے الفاظ فضا میں خوشگوار ارتعاش پیدا کرتے ہیں

☆ رفع ذکر کا پانچواں مرحلہ خلافت راشدہ کا دور ہے جب کہ عہد فاروقی میں ہی سلطنت اسلامیہ کا رقبہ ۲۲ لاکھ مربع میل سے متجاوز ہو جاتا ہے اور اس میں بعد میں مزید خوشگوار اضافے ہوتے رہتے ہیں اور سلطنت اسلامی کے طول و عرض میں حضور ﷺ کا ذکر کا آوازہ بلند ہوتا ہے۔

☆ رفع ذکر کا چھٹا مرحلہ خلافت راشدہ کے دور کے اختتام سے آج تک کا ہے مولانا مودودی مرحوم کے الفاظ ہیں :

" یہ سلسلہ آج تک بڑھتا ہی جارہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک بڑھتا چلا جائے گا دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں مسلمانوں کی کوئی بستی موجود ہو اور دن میں پانچ مرتبہ اذان میں بآواز بلند محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو نمازوں میں حضور ﷺ پر درود نہ بھیجا جارہا ہو، جمعہ کے خطبوں میں آپ ﷺ کا ذکر خیر نہ کیا جارہا ہو، اور سال کے بارہ مہینوں میں سے کوئی دن اور دن کے ۲۴ گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہیں ہے جب روئے زمین میں کسی نہ کسی جگہ حضور ﷺ کا ذکر مبارک نہ ہو رہا ہو، یہ قرآن کی صداقت کا ایک کھلا ثبوت ہے کہ جس وقت نبوت کا ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ " ورفعنا لك ذكرك " اس وقت کوئی شخص بھی یہ اندازہ نہ کر سکتا تھا کہ یہ رفع ذکر اس شان سے اور اتنے بڑے پیمانے پر ہوگا"

U.N.O کی رپورٹ کے مطابق Known History میں جس شخصیت پر سب سے زیادہ کتابیں اور مقالے لکھے گئے ہیں وہ حضور ﷺ کی ذات ہے یہ تو رفع ذکر کی ایک صورت ہے دوسری صورت رفع فکر کی وہ ہے جس کے مطابق ارشاد باری ہے :

Marfat.com

"هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله"

اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لائے ہوئے نظام حیات کو نظامہائے ادیان عالم پر ایک غلبہ عطا فرمایا ہے اور فوقیت عطا کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک سورج چاند ستاروں میں چمک دمک ہے جب تک یہ دھرتی قائم ہے تب تک حضور ﷺ کا ذکر کا یہ آوازہ بلند ہوتا رہے گا۔

☆ رفع ذکر کا ساتواں مرحلہ وہ ہے جب سورج چاند ستارے بے نور ہو جائینگے۔ یہ ارض غیر الارض ہو جائیگی جب آسمانوں کو لپیٹ لیا جائیگا۔ حضور ﷺ کا ذکر آوازہ اس وقت بھی بلند ہوگا۔ امام بخاریؒ وامام مسلم حضرت انسؓ کے حوالے سے حضور ﷺ کا ارشاد بیان کرتے ہیں :

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب لوگ میرے پاس آئیں گے تب میں اپنے رب سے اذن حاصل کروں گا۔ مجھے اذن دیا جائیگا پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا پھر اللہ تعالیٰ مجھے دعا سکھائے گا وہ جو کچھ چاہے گا میری زبان سے کہلائے گا تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

"یامحمد ارفع راسك قل تسمع سل تعط اشفع تشفع"

حضور ﷺ کے رفع ذکر کی بات کہاں تک کی جائے یہ حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کا رفع ذکر سے ہم مسلمانوں کو بے شمار اعزاز حاصل ہوئے ہیں ہمیں خیر امۃ کہا گیا۔ قرآن عطا ہوا۔ حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ عطا ہوا لیکن کیا ہم نے بھی اس سلسلے میں اپنے فرائض کو پہچانا کہ حضور ﷺ کے رفع ذکر کے حوالے سے ہمیں اپنا کیا کردار ادا کرنا ہے۔

میری ناچیز رائے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے رفع ذکر کے حوالے سے ہم اپنا کردار یوں ادا کر سکتے ہیں کہ ہمارے فاضل اور ممتاز سکالر حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو عصر حاضر کے تقاضوں کے حوالے سے اجاگر کر کے پیش کریں

Marfat.com

یورپ اور امریکہ کے ان لوگوں تک جو حضور ﷺ کے نام سے تو واقف ہیں لیکن Wars and Wives of Muhammad کے حوالے سے جو انسانیت کے سب سے بڑے دشمن کے حوالے سے انہیں انسانیت کے سب سے بڑے محسن کی شخصیت سے کماحقہ روشناس کرائیں اور آنیوالی نوجوان نسل کی تربیت کے لئے دلنشین انداز میں تحریر کریں۔

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

ہجرت نبوی ﷺ کے ثمرات

رفع ذکر کا نیا مرحلہ ہجرت نبوی ﷺ سے شروع ہوتا ہے۔ بیعت عقبہ اولیٰ، بیعت عقبہ ثانیہ مشرکین مکہ کی مجلس مشاورت اور ان کے ناپاک عزائم، کاشانہ نبوی ﷺ کا محاصرہ، حضرت علیؓ کو امانات کی تفویض، ابو بکر صدیقؓ کی معیت میں ہجرت کا آغاز، غار ثور کے روح پرور مناظر، رحمت دو عالم کا سراقہ کو امان دینا، قبا میں قیام کے مراحل سے گذرتے ہوئے جب رفیع الذکر حبیب کبریا ﷺ اپنے آقا و مولا رب کائنات کے عظیم مشن کی تکمیل کے لئے سرزمین یثرب میں جو آپ کے قدرت ممنیت لزوم کے بعد مدینۃ النبی ﷺ کہلائی، داخل ہوتے ہیں تو مدینہ منورہ میں آباد انصار کی معصوم بچیوں نے جذبات محبت واحترام سے سرشار ہو کر استقبالیہ نغمہ پیش کیا۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا مادعاللہ داع طلوع چاند
ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

''کوہ وداع کی چوٹیوں سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہم پر

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگتے ہیں
اے وہ ذات کریم جو ہم میں مبعوث ہوئی ہے تیرے حکم کی
اطاعت ہم پر فرض ہے"

روح کی اتھاہ گہرائیوں سے اٹھنے والا یہ نغمہ مدینہ کی فضاؤں میں گونج رہا تھا اور پیغمبر منتظر کے سراپا اشتیاق منتظرین کے کانوں میں رس گھولتا ہوا اس کی بے قرار روحوں کے لئے سکون و طمانینت کا سامان بہم پہنچا رہا تھا

کتنے خوش بخت تھے وہ لوگ جنہوں نے شہنشاہ کونین کا یہ والہانہ استقبال دیکھا جو روحانی و قلبی عقیدت واحترام کے ان جذبات سے مملو تھا جو شہنشاہان ارضی کو کبھی نصیب نہ ہوئے۔

آقائے دوجہاں ﷺ نے مہاجرین وانصار کو مواخات سے رشتہ اخوت میں پرودیا۔ مہاجرین تجارت میں دسترس رکھتے تھے۔ انصار مدینہ کو زراعت میں خصوصی مہارت حاصل تھی اس کا خوشگوار نتیجہ یہ ہوا کہ معاشی استحکام کے ساتھ ساتھ اسلام کا نور اور حضور ﷺ کی شہرت کا آوازہ پھیلتا چلا گیا، اب رحمۃ للعالمین کی رحمت کے ایک نئے پہلو کا ظہور ہوا آپ ﷺ نے میثاق مدینہ میں یہود اور دیگر عرب قبائل کو بھی اپنے دامن رحمت میں جگہ دی۔ شمع رسالت کے پروانے تو پہلے ہی جان نثاری کو اپنی سعادت خیال کرتے تھے۔ میثاق مدینہ کے حوالے سے یہود اور دیگر غیر مسلم لوگوں نے بھی حضور ﷺ کی عظمت، اخلاق، کردار، سیاسی بصیرت پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے حضور ﷺ کو جنگ کے تناظر میں چیف کمانڈر اور حالات امن میں چیف جسٹس تسلیم کیا۔ غزوہ بدر نے نئی ابھرنے والی ریاست مدینہ کے بارے میں دینے کے کالی کملی والے آقا کے ذکر کو گردونواع کے قبائل میں پھیلا دیا۔ غزوہ احد مومنین کے لئے جنگ کے آداب اور عسکری تربیت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بریفنگ اور مثالی روشن سبق تھا جسے سورۂ آل عمران میں ہمیشہ

Marfat.com

کے لئے آنیوالی نسل انسانی کے لئے محفو[illegible]ادیا گیا۔ غزوہ احزاب نے کفر و شرک کی طاغوتی اور سرکش قوتوں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ اب چھوٹی چھوٹی قبائلی قیادتوں کو بھی فکر لاحق ہوا۔ بعض قبیلے اسلام سے مشرف ہو گئے۔ بعض معاہدانہ اور حلیفانہ روابط میں منسلک ہو گئے اور یوں کفر و شرک کے اندھیرے چھٹتے چلے گئے اور اسلام کا نور پھیلتا چلا گیا اور ہادی اسلام کی عظیم شخصیت کا تعارف بڑھتا چلا گیا۔

لیکن قدرت کاملہ رسول عربی ﷺ کے ذکر رفیع کو مزید وسعتیں بخشنا چاہتی تھی اس لئے جلد جلد اور پے بہ پے واقعات ظہور پذیر ہونے لگے۔ یہود مدینہ کے مدینہ سے اخراج کے اسباب پیدا ہوئے۔ قبائل سے روابط بڑھتے چلے گئے۔ صلح حدیبیہ میں عروہ بن مسعود ثقفی سفیر مکہ کے تاثرات نے حضور ﷺ کی عظمت کو مشرکین مکہ کے سامنے یہ کہہ کر اجاگر کیا کہ میں قیصر و کسریٰ اور شاہان عجم کے درباروں میں گیا ہوں لیکن جان نثاری اور عقیدت کے جذبات سے سرشار محمد ﷺ کے ساتھیوں کا یہ حال ہے کہ وہ ان کے وضو کے پانی کی ایک بوند بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے اور اسے تبرکاً اپنے چہرے اور اپنے سینوں پر مل لیتے ہیں"

صلح حدیبیہ کو قرآن حکیم نے فتح مبین قرار دیا اس سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہیوں کی تعداد چودہ سو کے قریب تھی اور صرف دو برس کے بعد جب آپ ﷺ فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے تو دس ہزار قدسیوں کا لشکر جرار آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ صلح حدیبیہ کے فوائد و ثمرات کا ذکر مفسر قرآن پیر کرم شاہ الازہری کے الفاظ میں ملاحظہ ہو :

"امن قائم ہو جانے کے بعد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ موقع مل گیا کہ جو علاقے اسلام کے زیر نگین ہو چکے ہیں ان میں اسلامی حکومت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا جائے اور اسلامی قانون کے نفاذ سے مسلم معاشرہ کو ایک نئی تہذیب اور تمدن کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔

Marfat.com

اس صلح کا یہ فائدہ بھی کچھ کم اہم نہیں کہ قریش کی جانب سے جب اطمینان ہوا تو حضور ﷺ نے شمالی عرب اور وسط عرب کی مخالف طاقتوں کو مسخر کرنے کے لئے عنان توجہ مبذول فرمائی صلح حدیبیہ کے تین ماہ بعد یہودیوں کے اہم مراکز خیبر، فدک، وادی القریٰ، تیمہ اور تبوک پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور وسط عرب میں پھیلے ہوئے بادیہ نشین قبائل جو پہلے قریش کے حلیف تھے ایک ایک کر کے حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے یا حضور ﷺ کی اطاعت قبول کر لی" (ضیاء القرآن جلد چہارم ص ۵۳۰)

فتح مکہ نے تو طاغونی قوتوں کو زلزلے کی طرح ہلا کر رکھ دیا اور جاہلیت تیزی سے مٹنے لگی یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر کسی بڑے بند کمرے یا ہال میں اندھیرا ہو اور بیسیوں آدمی مل کر اندھیرے کو دھکے دے کر باہر نکالنے کی کوشش کریں تو کیا اندھیرا وہاں سے رخصت ہو گا؟ ہر گز نہیں لیکن ایک شمع وہاں روشن کر دی جائے تو اندھیرا فوری کافور ہو جائے گا۔ رسول اکرم ﷺ کی شمع رسالت نے جو شمع ایمان سر زمین عرب میں روشن کی تھی اس نے کفر و ظلمت کی شب تار کو اجالے میں بدل ڈالا۔

تاریخ اب مدنی دور کا ایک نیا رخ پیش کرتی ہے۔ حضور ﷺ خود اندرون ملک تبلیغی وفود روانہ فرماتے ہیں تاکہ اسلام کے نور کو دور دور تک پھیلا دیا جائے۔ ان میں سے بکثرت داعیان حق شر پسند عناصر کے ہاتھوں شہید بھی ہوئے۔ دوسری طرف مختلف قبائل کے وفود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ، حکمت و دانش، دعوت و ارشاد کے اسلوب اور آپ ﷺ کی عظیم روحانی شخصیت سے متاثر ہوئے۔ وفود کی کثرت کے حوالے سے تاریخ کے اس دور کو عام الوفود (وفود کا سال) کا نام دیا گیا ہے۔ اتنی عظیم کامیابیوں پر شاید کوئی اور جرنیل جشن فتح اپنے مروجہ شاہانہ انداز میں مناتا لیکن رب کائنات، منعم حقیقی نے اپنے حبیب ﷺ کی تشکرانہ جذبات کو سورۂ نصر میں ہمیشہ کیلئے محفوظ فرما دیا ہے۔

اذا جاء نصر الله والفتح ورايت الناس يدخلون في دين الله افواجا

Marfat.com

فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان تواباً

جب اللہ کی مدد آپہنچے اور فتح (نصیب ہو جائے) اور آپ ﷺ دیکھ لیں لوگوں کو کہ وہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج تو اس وقت اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کیجئے اور اپنی (امت کیلئے) اس سے مغفرت طلب کیجئے بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے

اللہ کا پیارا نبی کثرت سے لوگوں کے اسلام قبول کرنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح بکثرت فرمانے لگا۔ یہاں اس امر کا ذکر بھی بیحد ضروری ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس طرح عراق، شام، فلسطین، مصر اور سرزمین حجاز میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ عالمی سطح پر ادا فرمایا تھا۔ ملت ابراہیمی کی اتباع کے حوالے سے اس نبی امی ﷺ نے بھی عالمی سطح پر اسلام کے نور کو اطراف واکناف عالم تک پہنچانے کیلئے ملحقہ سلطنتوں کو فرامین بھجوائے۔

Marfat.com

حقیقت توحید کشف المحجوب کی روشنی میں

سید مخدوم علی ہجویریؒ المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ کی عظیم شخصیت اگر ایک طرف بلند پایہ صوفی، تاجدار ولایت اور مجمع روحانی کمالات کی ہے جہاں نہ صرف یہ کہ لاکھوں زائرین روحانی سیرابی و شادابی کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور فیضیاب ہو کر شاداں و فرحاں لوٹتے ہیں جہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر اولیائے کرام حاضری دینا فخر و سعادت سمجھتے ہیں وہاں عصر حاضر کے مشہور و معروف عظیم روحانی بزرگ حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ خود بھی حاضری دیتے اور اپنے مریدین کو بھی حاضری دینے کی تاکید کرتے نظر آتے ہیں، تو دوسری طرف آپ علوم عقلیہ ونقلیہ کے جید اور متجر عالم ہیں ،اور بکثرت علوم و فنون پر آپؒ کی گہری نظر ہے۔ گویا آپ علم و عمل اور شریعت و طریقت کا حسین امتزاج ہیں اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آپ کی شاہکار تصنیف کشف المحجوب کا مطالعہ کرنے والا آپ کی علمی عظمتوں اور رفعتوں کو دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ آپؒ نے بکثرت علمی مباحث پر قلم اٹھایا ہے۔ انہی میں سے ایک عنوان حقیقت توحید بھی ہے۔

ادیان عالم کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر مذہب کی کوئی نہ کوئی خصوصیت ہے۔ اسلام کی خصوصیت توحید ہے چنانچہ قرآن حکیم کی ایک سب سے زیادہ پڑھی جانے والی مشہور و معروف سورت کا نام ہی سورۃ التوحید یا سورۃ اخلاص ہے،اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تصور توحید میں اخلاص اور نکھار اسی

Marfat.com

وقت پیدا ہوتا ہے جب سورۃ التوحید کے اسرار و غوامض پر کچھ آگاہی حاصل ہو جائے۔

انسانیت کے سب سے بڑے محسن اور معلم رسول عربی ﷺ کے ظہور قدسی سے قبل ہندوستان کا مشہور مذہب ہندو دھرم تھا جس کے رد عمل کے طور پر بدھ دھرم اور جین دھرم نے جنم لیا۔ ایران میں مجوسیت اور مذہب زرتشت کو ایک ہزار برس تک (STATE RELIGION) کی حیثیت حاصل تھی۔ دوسری طرف وہ لوگ تھے جنہیں اہل کتاب ہونے کا دعویٰ تھا ان میں یہودیت اور نصرانیت کا چرچا تھا۔ ہندو دھرم میں جسے بجا طور پر مذہب نہیں بلکہ مجموعہ مذاہب کہنا چاہیے، ایک خدا کو ماننے والے، تین خداؤں کو ماننے والے کروڑں خداؤں کو ماننے والے، ہر چیز کو خدا ماننے والے اور خدا کا کلیتہً انکار کرنے والے سب کے سب ہندو کہلاتے ہیں۔ ان کے ہاں روح کے قدیم ہونے کا عقیدہ بھی ہے۔ اس بات کا عقیدہ بھی ہے کہ برہما مادہ اور روح تینوں قدیم ہیں اور برہما عمل تخلیق میں مادہ اور روح دونوں کا محتاج ہے۔ مجوسیت میں دو خداؤں خدائے خیر یا یزداں اور خدائے شر یا اہرمن کا تصور ملتا ہے۔ یہودی حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا جب کہ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں ادیان عالم میں خدا کے تصوّر کے بارے میں اس مختصر پس منظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب سورۃ التوحید کے مطالب پر نظر ڈالیں۔ ارشاد باری ہے:

قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد (112:1-4)

چار چھوٹی چھوٹی آیتوں پر مشتمل یہ سورت پسی ہوئی بجلیوں کی طرح

Marfat.com

جملہ عقائد باطلہ کو کس حسن وخوبی سے رد کرتی ہے۔

قل ھو اللہ احد (آپ فرمادیجئے وہ اللہ ایک ہے) گویا دہریوں اور خدا کا انکار کرنے والوں کا رد فرمادیا۔ دو خداؤں کو ماننے والوں کا رد فرمادیا۔ تعدد الٰہ کے قائلین کا رد فرمادیا۔

اللہ الصمد عربی زبان میں صمد کے معنیٰ ہیں "القطب الذی لا یقام الا بہ" (وہ قطب، مدار یا سہارا جس کے بغیر کوئی قائم نہ رہ سکے) یعنی ہر شے اسی کے سہارے قائم ہے اسی کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اس نے روح کے قدیم ہونے اور خدا کے مادہ وروح کے محتاج ہونے کا رد بیان کر دیا گیا۔

لم یلد میں یہود کے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے کا رد آ گیا اور لم یولد میں ابنیت مسیح کے عقیدے کا رد فرمادیا گیا کیونکہ حضرت عیسیٰؑ تو مولود ہیں جو حضرت مریم کے ہاں پیدا ہوئے اور لم یکن لہ کفوا احد میں قیامت تک آنے والے ازم اور تصورات جو خدا کی ہمسری کا دعویٰ رکھتے ہوں رد فرمادیا گیا۔ گویا سورۃ التوحید میں جملہ مشہور و مروّج عقائد باطلہ کا رد بیان کر دیا گیا۔

سید مخدوم علی ہجویریؒ نے تصوّر توحید کے انہی اسرار سے اپنے عالمانہ اور متکلمانہ انداز میں کشف المحجوب میں کشف حجاب فرمایا ہے یعنی پردہ اٹھایا ہے۔ آپ نے انتہائی اہمیّت کی حامل اس علمی بحث کا آغاز ان آیات کے ذکر سے کیا ہے: والھکم الہ واحد (163:2) (تمہارا اللہ ایک ہے)

قل ھو اللہ احد "لا تتخذوا الھین اثنین" (51:6) (دو خدا نہ پکڑو)

Marfat.com

آپ نے توحید کے حقیقی معنیٰ و مفہوم کو بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے :

"حقیقت توحید یہ ہے کہ کسی کے ایک ہونے پر یقین کیا جائے اور اس کے ایک ہونے پر یقین اور علم صحیح حاصل ہو" علامہ اقبالؒ نے اسی مفہوم کو اپنے اس شعر میں کس خوبی سے سمویا ہے

زباں سے کہہ بھی دیا لاالٰہ تو کیا حاصل؟
دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اور یقین کی اہمیت کا ذکر اس شعر میں کیا

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا

سید مخدوم علی ہجویریؒ نے اللہ کے ایک اور یکتا ہونے کی وضاحت کتنے خوبصورت متکلمانہ اور دل نشین انداز میں کی ہے۔ فرماتے ہیں :

"یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ایسا ایک ہے کہ اس میں وصل و فصل کی گنجائش نہیں، اس پر دوسرا جائز نہیں، اس کا ایک ہونا ایسا عدد نہیں کہ جس کے ساتھ دوسرا عدد ہو، وہ محدود نہیں کہ اس کیلئے جہتیں ہوں اور وہ بے نہایت حدوں کا خالق ہے، اس کیلئے مکان نہیں اور وہ مکان کا محتاج بھی نہیں"

"وہ عرض اور جوہر سے منزہ ہے، وہ حال نہیں کہ اپنے محل میں موجود رہے۔ جوہر اس لیے نہیں کہ اس کا مثل ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کا مثل نہیں، وہ طبعی نہیں کہ حرکت و سکون کے لیے میدان کا محتاج ہو"

سید ہجویرؒ نے توحید کے دلائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :

Marfat.com

"جہاں میں زمین آسمان، سورج چاند، خشکی تری، پہاڑ جنگل اور ان کی حرکات وسکنات اور علم وکلام، موت وحیات، سب ان کا بلا صانع وجود میں آنا ممکن نہیں اور پھر دو تین صانع کا بھی یہ محتاج نہیں بلکہ ایک صانع کامل، حیّی وقادر، مختار اور شریکوں کی شرکت سے بے نیاز لازمی ہے فعل کا ایک فاعل ہونا ضروری ہے۔ اس لیے کہ ایک فعل کے دو فاعل اگر ہوں تو ایک دوسرے کا محتاج ضرور ہو گا "

مجوسیت کے اور دیگر مروّجہ عقائد باطلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

علم ویقین سے بے شک و شبہ یہی ضروری ہے کہ ایک ہی فاعل ہو مگر اس اعتقاد میں طبقہ ثنویاں نے ہم سے اختلاف کیا۔ انہوں نے نور ظلمت کو ثابت کیا۔ دوسرے گبریان کہ انہوں نے یزداں اور اہرمن مقرر کرڈالے۔ تیسرے گروہ نے طبیعت و قوت ثابت کرڈالی، چوتھے نجومیوں نے سات سیارے تسلیم کرلیے، پانچویں معتزلہ نے خالق و صانع بے نہایت مان لیے، میں نے سب کے رد میں مختصر سی بات کہہ دی، اس لیے کہ یہ کتاب ان کے انواعی خیال کے رد کرنے کے لیے نہیں یہ مسئلہ اور کتابوں سے دیکھنا چاہیئے۔ جہاں میں بیان کیا ہے اس کتاب کا نام "الرعایت بحقوق اللہ" رکھا ہے۔ اس کے بعد ہمارے ممدوح معظمؒ نے مشائخ کرام کے توحید کے بارے میں زریں اقوال بیان فرمائے ہیں جو آپ کے علمی افکار کی تائید کرتے ہیں۔

قلب مومن پر توحید کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے سید ہجویرؒ لکھتے ہیں کہ:

"ہر حال میں سب سے فنا ہو اور اس کا وجود مظہر اسرار حق ہو تا کہ اس کا کلام حق کے حوالے سے ہو اور اس کا ہر فعل اسی کی طرف منسوب ہو" آپ نے

Marfat.com

اس کی وضاحت شب معراج میں حضور ﷺ کے اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول سے بیان فرمائی اور حضور ﷺ کا یہ قول نقل کیا:

"انا لیست کا حدکم انی ابیت عند ربی فیطعمنی و یسقینی "(دارمیص ۳۴۰)
(یعنی میں تم جیسا نہیں ہوں، میں اپنے رب کے پاس شب بسری کرتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ جس سے میں زندہ اور قائم ہوں) اور یہ بھی فرمایا:

"لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب ولا نبی مرسل"
(یعنی میرے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت خاص ہے جس میں مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کو بھی گنجائش نہیں ہوتی)۔

آپ نے اپنی علمی گفتگو کا اختتام ان الفاظ پر فرمایا ہے: "میں علی بن عثمان جلالی کہتا ہوں کہ توحید حق سے بندے کو اسرار حاصل ہوتے ہیں" جو محض عبارت میں ظاہر نہیں ہوتے۔ گویا محض عبارات سے نہیں بلکہ عملی طور قلب و روح کی اتھاہ گہرائیوں میں مومن ان اسرار کو محسوس کرتا ہے۔

حضرت مخدومؒ نے جابجا اختصار سے کام لینے کا ذکر کیا ہے۔ ان چند قطروں سے آپ کے بے پایاں علمی سمندر کی وسعتوں کا قدرے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

توحید کا وہ نکھرا ہوا تصور جو اسلام نے پیش کیا (اور سید مخدوم علی ہجویریؒ نے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا) ادیان عالم پر اس کے اثرات کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ہر مذہب کا پیروکار خواہ وہ تثلیث کا فرزند ہی کیوں نہ ہو تثلیث میں بھی توحید ثابت کرنے کی کوشش میں گرداں نظر آتا ہے۔

Marfat.com

ہادی کامل ﷺ

سید الانبیاء محبوب رب العالمین' نبی اکرم ﷺ کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کرنا ہمارے لئے شرف و سعادت کی معراج ہے۔

☆ وہ امی لقب جن کی ذات گرامی جامع صفات و کمالات ہے۔

☆ وہ آفتاب ہدایت جو حکمت ربانی کا چشمہ نور ہے۔

☆ وہ سراجاً منیراً جس کی ضیاپاش کرنیں' قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے جادہ حیات کو منور کئے ہوئے ہیں۔

☆ وہ رحمۃ للعالمین جس کی رحمت و رافت ابر باراں کی طرح پوری کائنات کو رحمتوں سے سیراب' شاداب اور فیضیاب کر رہی ہے۔

☆ وہ سید المرسلین جسے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام اور نفوس قدسیہ کی سیادت کا تاج پہنایا گیا۔

☆ وہ نبی انقلاب جس نے نہ صرف یہ کہ عقائد کی تطہیر کی اور بندے کو مولا سے ملایا بلکہ پوری انسانی زندگی میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کر دیا۔

☆ وہ ہادی کامل جس نے نظام معیشت' نظام معاشرت' نظام سیاست' نظام اخلاق و عبادات غرضیکہ زندگی کے ہر ہر گوشے کو اپنی روشن تعلیمات سے منور کر دیا اور زریں رہنما اصول عطا فرمائے۔

☆ وہ نبی رحمت جس نے سسکتی ہوئی اور دم توڑتی انسانیت کو سنبھالا دیا۔

آج ہم اسی فخر دو عالم' سرور کائنات' خاتم النبیین ﷺ کے حضور عقیدت کے چند پھول پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ جو وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ کا مصداق ہے۔ اس وسیع و عریض کائنات میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جبکہ نبی اکرم ﷺ کا مبارک ذکر نہ ہو رہا ہو۔ آپ ﷺ کے مبارک ذکر سے ایمان کو تازگی' روح کو حلاوت' ذہنوں کو جلا اور دل کی اتھاہ گہرائیوں میں ایک وجد آفرین کیف و سرور حاصل ہوتا ہے۔

Marfat.com

چمنے کہ تاقیامت گل او بہار بادا
صنمے کہ بر جمالش دوجہاں نثار بادا

یعنی آپ چمنستان ہدایت کے وہ مہکتے ہوئے پھول ہیں جس کی خوشبو قیامت تک انسانی قلب ودماغ کو معطر کرتی رہے گی۔ اور آپ حسن وجمال کے وہ گوہر یکتا ہیں کہ پوری کائنات آپ کے حسن وجمال پر قربان ونثار ہے۔

لیکن کیا آپ کی یہ تعریف وتحسین محض عقیدت کی بنا پر ہے یا آپ واقعی پوری نوع انسانی کے لیے عالمگیر قائد ورہنما ہیں؟ آیئے حقائق کی روشنی میں اس امر کا جائزہ لیں۔

آج پوری انسانیت مضطرب ہے۔ کہیں رنگ ونسل اور زبان کے فتنے جاگ اٹھے ہیں۔ کہیں طبقاتی تقسیم یا جغرافیائی حدود کے جھگڑے رونما ہیں۔ کہیں مسئلہ قومیت قیامت خیز صورت اختیار کر گیا ہے۔ کہیں اقتصادی ناہمواری اور استحصال کا رونا رویا جارہا ہے۔ ایسے انتہائی نازک مرحلے پر دنیا کو ایسے قائد، ایک ایسے ہادی اور ایک ایسے معلم ورہنما کی ضرورت ہے جو انسانی زندگی کے ہر موڑ پر اپنی حکیمانہ بصیرت سے رہنمائی کر سکے۔

اگر ہم تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ انسانیت کی رہنمائی کے لیے دو گروہ موجود رہے ہیں۔ انبیائے کرام کا گروہ اور حکماء و مفکرین یا فلسفیوں کا گروہ حکماء نے اپنی تعلیمات کی اساس انسانی سعی وکاوش کے مرتب نتائج پر رکھی۔ جب کہ انبیائے کرام کی تعلیمات کا ماخذ وحی ربانی رہا۔ لیکن وہ فرق جو انبیاء اور حکماء کی تعلیمات میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے یہ ہے کہ سقراط اور افلاطون کے مکالمات اور ارسطو کی اخلاقیات کو پڑھ کر ایک شخص بھی صاحب اخلاق نہیں بن سکا۔ جبکہ انبیائے کرام کی تعلیمات اور صحبت کا فیضان خوشبو بن کر اڑتا ہے اور ہم نشینوں کو معطر کر دیتا ہے اور ان کی زندگی میں ایک خوشگوار انقلاب لے آتا ہے۔

اگر ہم تاریخ عالم بلکہ پوری تاریخ عالم کا جائزہ لیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ انسانیت کے سب سے بڑے قائد انسانیت کے

Marfat.com

سب سے بڑے ہادی اور معلم نبی اکرم ﷺ کی تعلیم میں حکمت خداوندی نور عقل و دانش یعنی کتاب و حکمت دونوں کا حسین اور لاثانی امتزاج پایا جاتا ہے آپ وہ معلم ہیں جو دنیا میں کسی کے شاگرد نہیں لیکن یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ کے ارشاد ربانی کے مطابق دنیا کو ایک جامع' کامل محفوظ اور روشن ضابطہ حیات کی تعلیم دے رہے ہیں۔ محاسن اخلاق' تدبیر منزل' سیاست مدن' اقتصادیات' عمرانیات غرضیکہ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں آپ رہنمائی نہ فرما رہے ہوں۔

آپ کی حیثیت ایک انسان' ایک باپ' ایک شوہر' ایک دوست' ایک خانہ دار' ایک افسر و حاکم ایک قاضی و منصف' ایک سپہ سالار' ایک بادشاہ' ایک استاد' ایک واعظ' ایک مرشد' ایک مبلغ' ایک زاہد و عابد اور سب سے بالاتر ایک پیغمبر کے لحاظ سے اپنے منتہائے کمال پر نظر آتی ہے۔ پروردگار نے آپ کی آنکھوں کو نور سے' قلب کو سرور سے' روح کو راح سے اور ایمان کو ایقان سے معمور' بھرپور اور نورٌ علیٰ نورٌ فرمادیا۔ آپ پر حقائق و معارف کے دروازے کھل گئے۔ انوار و تجلیات سے سر فراز فرمایا گیا۔ رحمتہً للعالمینؐ کافۃً للناس' للعالمین نذیراً اور خاتم النبیین کے القاب قرآنیہ سے نوازا گیا۔ حتی کہ اس سراجاً منیراً اور آفتاب ہدایت سے نورانیت حاصل کرنے والے صحابہ کرام بھی آسمان ہدایت کے درخشندہ ستارے بن گئے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا "اصحابی کالنجوم"

"میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں"

کیا دنیا کی کوئی قوم' کوئی ملت' کوئی گروہ' کوئی نظریہ' تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم کسی ایسے ہمہ پہلو اور ہمہ گیر رہنما شخصیت کی کوئی نظیر پیش کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں!

لہٰذا دکھی انسانیت کے دکھوں کا علاج اگر کسی ضابطہ حیات میں ہے تو وہ وہی ہے جو موعظۃ ہے جو شفاء لمافی الصدور ہے۔ جو پیغام رحمت ہے۔ جو طریق رحمت ہے۔ جس کا لانے والا رحمتہ للعالمین اور جس کا بھیجنے والا

Marfat.com

رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اور کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ کی نوید مسرت سنانے والا ہے اور اس وسیع و عریض کائنات ارضی و سماوی کا خالق و مالک ہے۔

آج وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے ہادی کی سیرت کاملہ کو جس کا علم سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی کے ارشاد بانی کے مطابق خطاو نسیان سے محفوظ ہے۔ اپنے لئے اسوہ بنائیں۔ وہ ہادی کامل اور قائد کاروان حیات جس کی سیادت ور ہنمائی کو کسی فرد کسی قوم نے نہیں بلکہ خود خالق ارض و سمٰوات نے ان روشن الفاظ میں پوری انسانیت کے لیے دائمی نمونہ عمل قرار دیا ہو۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

Marfat.com

غربت و افلاس کا نبوی حل

غریبوں اور محتاجوں کے بارے میں مصطفوی نقطہ نگاہ بیان کرنے سے قبل اس ضمن میں دوسری اقوام کا نقطہ نگاہ مختصراً پیش کرنا مناسب ہوگا۔ غربت اور افلاس ایک ایسا مسئلہ نہیں جو موجودہ تمدن اور دور حاضر کا مسئلہ ہو۔ جب سے انسان نے شعور کی آنکھ کھولی ہے اس وسیع کائنات ارضی میں غربت اور افلاس کا وجود کسی نہ کسی صورت میں ضرور رہا ہے۔

لیکن ایک دلچسپ امر اس سلسلے میں یہ ہے کہ مختلف ادیان اور مختلف اقوام میں غربت اور افلاس کے بارے میں تصور مختلف رہا ہے۔ دنیا کی بعض اقوام ایسی بھی ہیں جو غربت اور محتاجی کو ایک نعمت تصور کرتی ہیں۔ بعض لوگوں کی رائے میں غربت اور محتاجی اگرچہ نعمت تو نہیں بلکہ شر اور مصیبت ہیں لیکن وہ اسے قدرت کا ایک حتمی فیصلہ قرار دے کر مختلف حیلوں اور تصورات سے خود کو مطمئن کر لیتے ہیں۔ بعض نے اس سے ایک قدم آگے غربت و افلاس کو مصیبت قرار دیا ہے اور اس کا حل یہ تجویز کیا ہے کہ انفرادی احسان سے کسی غریب اور محتاج کی حاجت روائی کی جائے۔ عصر حاضر میں اگر ہم دنیا کے مشہور اقتصادی نظاموں کا جائزہ لیں تو سرمایہ داری نظام اگرچہ غربت اور افلاس کو ایک آفت قرار دیتا ہے لیکن ان کی رائے میں ہر شخص اپنے مال و دولت میں تصرف کا اتنا وسیع حق رکھتا ہے کہ دوسرے کو اگر وہ ایک حبہ بھی نہ دے تو کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں۔ گویا یہ ایک قارونی تصور ہے قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا۔ جس کے خزانے کی کنجیاں، قرآن حکیم کی اپنی شہادت کے مطابق کئی اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں اور جب قوم موسیٰ نے اس سے کہا:

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ
نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ

Marfat.com

وَلَا تَبۡغِ الۡفَسَادَ فِیۡ الۡاَرۡضِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡمُفۡسِدِیۡنَ

تو اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔

اِنَّمَا اُوۡتِیۡتُهٗ عَلٰی عِلۡمٍ عِنۡدِیۡ

گویا قارونی نقطہ نگاہ یہ ہے کہ مال و دولت دراصل انسان اپنی عقل و مہارت سے حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا اس مال پر اگر حق ہے تو صرف اسی کا حق ہے جس نے یہ کمایا۔ اسے اس امر کا وسیع اختیار ہے کہ وہ جہاں چاہے' جتنا چاہے خرچ کرے اگر کوئی شخص دولت کمانے کی دوڑ میں کسی وجہ سے پیچھے رہ گیا ہے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ سرمایہ دار یا کسی حکومت یا کسی معاشرے پر اس کی غربت کی ذمہ داری ہرگز ہرگز نہیں ہاں اگر وہ انہیں اپنے لطف و کرم سے' ان پر ترس کھا کر' انسانی اقدار کو پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ دے دیں تو یہ ان کی سخاوت اور فیاضی کا جذبہ ہے۔

اس کے مقابلے میں ایک دوسرا اقتصادی نظام ہے جسے اشتراکیت کہتے ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ غربت و افلاس کا خاتمہ اس طور پر ممکن ہے کہ صاحب ثروت لوگوں نے جو کچھ کمایا ہے وہ اس سے بغیر کسی استحقاق کے لے لیا جائے اور اس دولت کو دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے کمانے والے کو اپنے کمائے ہوئے مال پر ملکیت کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

ان مختلف نظاموں کے مقابلے میں پیغمبر ﷺ نے ایک ایسا نظام کفالت تجویز کیا ہے جو انتہائی معتدل اور متوازن ہے۔ جس نے غربت اور افلاس کا نظری نہیں بلکہ عملی حل پیش کیا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کے سنہری دور میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ اب ہم قرآن حکیم کی روشنی میں اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ غربت اور افلاس کے بارے میں قرآنی تصور کیا ہے اور یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے اس مسئلے کا کیا حل تجویز کیا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن حکیم نے غنا اور تونگری کو نعمت

Marfat.com

قرار دیا ہے۔

سورۃ الضحیٰ میں ہے۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى

سورۃ الم نشرح میں ہے۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

سورۃ نوح میں ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَ يَجْعَلْ لَكُمْ اَنْهَارًا۔

سورۃ جمعہ میں ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

ابوداؤد نے حضور اکرم ﷺ کی اس دعا کو نقل کیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ

ابن ماجہ اور نسائی نے حضور اکرم ﷺ کی اس دعا کا ذکر کیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَ الْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ

اسلام نے غربت اور محتاجی کے خلاف ایک منظم جہاد کیا ہے یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ غربت اور محتاجی نہ صرف یہ کہ فرد کی صلاحیتوں کو مفلوج کر دیتی ہے نہ صرف یہ کہ ایک خاندان اپنے افراد کی صحیح نشو ونما نہیں کر سکتا بلکہ اس کا ایک سنگین پہلو یہ ہے کہ یہ پورے معاشرے کو غیر مستحکم اور برباد کر دیتی ہے۔ مختلف قسم کے جرائم جنم پاتے ہیں۔ اخلاقی بے راہ روی بڑھتی ہے۔ انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے اپنے شرف انسانیت کو خیر باد کہہ کر ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ غریب قومیں بڑی قوموں کے سامنے دست سوال دراز کر کے اپنی قومی حمیت کو ختم کر بیٹھتی ہیں۔ اور ان کی مختلف شرائط رسواکن حد تک

Marfat.com

قبول کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اسلام نے انسان کو خلیفۃ الارض کہہ کر لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کے ارشاد باری سے "ولقد کرمنا بنی آدم" کے قرآنی ارشاد سے اس کی عظمت کو چار چاند لگائے ہیں وہ انسان جو ستاروں پر کمند ڈالے جس کے لئے شمس و قمر مسخر کئے گئے ہیں کتنی بری بات ہے کہ غربت و افلاس کی بنا پر اقدار انسانیت کو رسوا کرے۔ چنانچہ رحمت عالم ﷺ نے غربت و افلاس کا ایک سہ گانہ عملی حل پیش کیا ہے۔

(۱) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپؐ نے محنت کی عظمت کی تلقین کی ہے مسلمان کو کسی بھی پیشے یا صنعت سے عار نہیں ہونا چاہیے اسے کسب حلال کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ کسب حلال کی کوشش ہر مسلمان پر فرض قرار دی گئی ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انسان کی اخلاقی حس کو بیدار کیا ہے اخوت و مساوات کا درس دیا ہے کہ محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہو سکیں اور ایک دوسرے کے دکھ درد کو محسوس کر سکیں۔ آپ ﷺ نے پوری نوع انسانی کو اللہ کا کنبہ قرار دیا ہے۔ خدا خوفی اور خدا ترسی کے جذبات کو ابھارا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کی آیت "بر" میں نیکی کے تصور کو غریبوں کی مدد سے مربوط کیا گیا ہے۔ اخلاقی حس کو بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ معلم انسانیت ﷺ نے مسلمانوں کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث طیبہ میں متعدد مواقع پر اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور غریبوں اور محتاجوں کی مدد و اعانت کی ترغیب و تلقین کی گئی ہے۔

(۳) اس کے بعد غربت اور محتاجی کے کلی ازالے کے لئے محسن انسانیت ﷺ نے زکوٰۃ انفاق اور اجتماعی کفالت کا عظیم فلاحی نظام نافذ فرمایا ہے۔ قرآن و حدیث میں نظام صلوٰۃ کے ساتھ نظام زکوٰۃ کو بھی اسی اہمیت سے بیان کیا ہے۔ اس کا اندازہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے منکرین زکوٰۃ کے سلسلے میں اقدام سے کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

(۴) زکوٰۃ و صدقات کے عمومی نظام کے علاوہ صاحب ثروت مسلمانوں پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ وہ ان محتاجوں کی جو بالخصوص ان کے رشتے دار ہیں مدد کریں اور ان کی کفالت کا بوجھ اٹھائیں۔

(۵) اور سب سے بڑھ کر اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ غریب اور محتاج افراد کی کفالت کا انتظام بیت المال سے کرے۔

المختصر پیغمبر انقلاب ﷺ نے غربت و محتاجی کے ازالے کے لئے نہ صرف یہ کہ ایک اعلیٰ و ارفع تصور دیا ہے بلکہ ایک معتدل و متوازن عملی اور قابل عمل نظام عطا فرمایا ہے جس پر اگر کماحقہ عمل کیا جائے تو غربت اور افلاس کے مسئلے کو احسن طریق پر حل کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

اسلام سر چشمہ علوم - علم الکلام

اسلام دین فطرت ہے - دین علم ہے۔ دین عمل ہے اور قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کے لئے ایک روشن جامع اور کامل ضابطہ حیات ہے۔ اسلامی دستور حیات کا منبع قرآن حکیم ہے جو سر چشمہ علوم ہے۔ اس کے معانی و مطالب کو سمجھنے کے لئے علم تفسیر مجمل احکام کی تشریح کے لئے اور ارشادت نبوی ﷺ سے باخبر ہونے کے لئے علم حدیث احکام الہیہ سے آگاہ ہونے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے علم فقہ' اسی طرح علم الفرائض، علم تصوف' علم قراءت و تجوید' علم لغت' علم نحو' علم صرف' علم بیان' علم ادب اور علم کلام معرض وجود میں آئے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علم الکلام سے کیا مراد ہے؟ بقول علامہ ابن خلدون:

"شارع علیہ السلام نے ایمان کے پہلے مرتبہ تصدیق میں چند امور کی تخصیص فرما کر ان پر دل سے عقیدہ رکھنا اور زبان سے اقرار کرنا لازم قرار دیا ہے اور وہ عقائد ہیں جو دین میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ آپ ایمان کی تعریف فرمائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان لانا اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اسکی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور قدر پر خواہ بھلی ہو یا بری یہی وہ عقائد ایمانیہ ہیں جن کا ذکر علم کلام میں آتا ہے"۔

علم کلام کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے علامہ شہرستانی لکھا ہے کہ "اسکی وجہ یا تو یہ تھی کہ مسائل عقائد میں جس مسئلے پر بڑے معرکے رہے وہ کلام الٰہی کا مسئلہ تھا یا اس وجہ سے کہ چونکہ یہ علم فلسفے کے مقابلے میں ایجاد ہوا تھا اس لئے فلسفے کی شاخ یعنی منطق کا جو نام تھا وہی اس فن کا بھی نام رکھا گیا کیونکہ منطق اور کلام مترادف اور ہم معنی الفاظ ہیں۔" مولانا شبلی نے اسی وجہ کو صحیح کہا ہے۔

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ' خلافت راشدہ' تابعین اور تبع تابعین کے ابتدائی دور یا پہلی صدی ہجری تک علم کلام کی ضرورت پیش نہ آئی کیونکہ اسلام عقائد - عبادات اور اخلاق سے عبارت ہے۔ اس کے اصول واضح دلکش قابل فہم اور قابل عمل ہیں۔ جن لوگوں نے حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ؓ کو دیکھا تھا ان کے لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ کسی تذبذب کا شکار ہو جائیں۔ جب تک وہ اور ان کے ماننے والے دنیا میں موجود رہے۔ کوئی مسئلہ مسلمانوں کی ایمانی اور مذہبی پختگی کو ٹھیس نہیں پہنچا سکا لیکن بقول مولانا شبلی جب دولت عباسیہ میں:

"یونان و فارس کے علمی ذخیرے عربی زبان میں آئے اور تمام قوموں کو مذہبی بحثوں اور مناظروں میں عام آزادی دی گئی تو اسلام کو ایک بڑے خطرے کا سامنا پیش آیا۔ پارسی' عیسائی' یہودی' زنادقہ ہر طرف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فتوحات اسلام کے آغاز میں ان کو جو صدمہ اسلام کی تلوار سے پہنچ چکا تھا اس کا انتقام قلم سے لینا چاہا۔ عقائد و مسائل اسلام پر اس آزادی اور بے باکی سے نکتہ چینیاں کیں کہ ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کے اعتقاد متزلزل ہو گئے۔ اسوقت اگرچہ نہایت آسانی سے ممکن تھا کہ حکومت کے زور سے نکتہ چینوں کی زبانیں بند کر دی جائیں لیکن مسلمانوں کی آزاد خیالی نے اس امر کو گوارا نہ کیا کہ قلم کا جواب تلوار سے دیا جائے۔ علمائے اسلام نے نہایت شوق اور محنت سے فلسفہ سیکھا اور جو ہتھیار مخالفین نے اسلام کے مقابلے میں استعمال کئے تھے ان ہی سے ان کے وار روکے۔ انہی معرکوں کے کارنامے ہیں جو آج علم کلام کے نام سے مشہور ہیں"۔

علمی مناظرات کا ذکر کرتے ہوئے مشہور مسلمان مورخ مسعودی نے لکھا ہے کہ مامون الرشید نے ہر ہفتے میں منگل کا دن مقرر کر رکھا تھا۔ اس روز ہر فرقے کے لوگ آستان خلافت میں جمع ہوتے تھے۔ ان کے لئے ایک خاص کمرہ آراستہ ہوتا تھا۔ پہلے دستر خوان چنا جاتا۔ کھانے سے فارغ ہو کر لوگ وضو کرتے پھر خوشبو کا اہتمام کیا جاتا۔ لوگ خوشبوؤں سے معطر ہو کر دارالمناظرہ میں جاتے اور نہایت

Marfat.com

آزادی سے بحث میں حصہ لیتے۔ دوپہر ڈھلنے پر یہ صحبت ختم ہوتی تھی"۔

علامہ ابن خلدون نے اس دور تشکیک پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

" ایک یہ مسموم خیال انہوں نے پھیلایا کہ قرآن مخلوق ہے حالانکہ تمام اسلاف نے اس کے خلاف تصریح کی ہے۔ اس بدعت نے تو مسلمانوں میں تہلکہ مچا دیا۔ بعض خلفاء نے ان کی ہمنوائی کی اور عام مخلوق کو بھی اپنا ہم خیال کرنا چاہا۔ لامحالہ آئمہ سلف نے اس خطرناک بدعت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اہل سنت قلم لیکر اٹھے اور عقائد ایمانیہ کو دلائل عقلیہ سے مدلل کرکے عقائد باطلہ کی تردید کرنے لگے۔ شیخ ابوالحسن الاشعری امام المتکلمین سب سے پہلے اس میدان میں اترے"۔

ابوالحسن اشعری کے علاوہ ابو منصور ماتریدی' شہرستانی' قاضی ابوبکر باقلانی' علامہ ابن حزم' علام ابو الحسن آمدی' امام غزالی' امام رازی' ابن رشد اور برصغیر پاک و ہند میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنے اپنے دور میں ان تمام شکوک و شبہات کا جو معاندین نے اسلام کے عقائد کے بارے میں پیدا کر دیئے تھے۔ کلی طور پر ازالہ کیا اور اسلامی عقائد کی عظمت و فوقیت دیگر عقائد پر روشن دلائل و براہین سے ثابت کر دی۔

چنانچہ وجود باری حدوث عالم' صفات باری' مسئلہ تقدیر' جبرو اختیار کی حقیقت بعثت انبیاء' شریعت کی ضرورت' حقیقت وحی' معجزات' عالم آخرت' حشرونشر' پل صراط' جنت و جہنم' ملائکہ' شیاطین اور اسی قسم کے موضوعات پر جس ذہانت و فطانت اور عرقریزی سے کام لیکر ان بزرگوں نے روشن دلائل پیش کئے ہیں۔ انہیں پڑھ کر انکی علمی کاوشوں اور انکی عظیم دینی خدمات کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان جلیل القدر متکلمین نے جہاں خالص عقلی دلائل پیش کئے ہیں وہاں کتاب و سنت کے بھی جابجا حوالے دیئے ہیں۔ مثلاً دہریوں مادہ پرستوں کا جواب دیتے ہوئے ایک عالم نے اس آیت قرآنی کا حوالہ دیا:

Marfat.com

مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لایبغیان (الرحمٰن : 20:19)

کہ اللہ تعالیٰ نے دو دریا جاری کئے ایک شیریں اور ایک کھارا دونوں مل کر چلتے ہیں دونوں کے درمیان ایک حجاب اور پردہ ہے اور ایک دوسرے پر چڑھ نہیں سکتے۔ ناممکن ہے کہ ایک کا پانی دوسرے میں مل جائے۔ یعنی پانی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ فوراً ایک دوسرے سے مل جاتا ہے پھر وہ کونسی شے ہے جو میٹھے پانی کو کھارے پانی کے ساتھ مل جانے سے مانع ہے۔ ظاہر ہے وہ قدرت ربانی اور مشیت الٰہی ہے جو دونوں کو ملنے سے مانع ہے۔ یا مثلاً قرآن حکیم میں ہے :

وفی الارض قطع متجاورات وجنات من اعناب و زرع و نخیل صنوان و غیر صنوان لیسقی بماء واحد و نفضل بعضھا علی بعض فی الاکل ان فی ذلک آیات لقوم یعقلون

(اور زمین میں مختلف قطعے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جڑ ملی ہوئی یا بغیر۔ ان سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے مگر ہم اپنے ارادہ اور مشیت سے ایک میوے کو دوسرے میوے پر فضیلت دیتے ہیں۔ اس میں نشانیاں ہیں سمجھنے والوں کے لئے۔)

اس میں نکتہ یہ ہے کہ جب مادہ اور طبیعت ایک ہے تو پھر پھلوں کے مزوں میں اختلاف کس نے پیدا کیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے علم کلام کو عقلیت سے ممتاز ثابت کرنے کے لئے اور عقل و شرع میں مطابقت اور ہم آہنگی کا ذکر کرتے ہوئے بڑی پتے کی بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں:

"عقل تندرست اور صحیح آنکھ کی مانند تصور فرمایئے اور قرآن کو سورج کی طرح خیال کیجئے۔ اندھیری رات میں آنکھ مدستور دیکھنے کے قابل ہوتی ہے مگر سورج کے نہ ہونے کی وجہ سے بیچاری نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے اور دن کو سورج اپنی نورانی کرنیں زمین والوں پر ڈالتا ہے اور کوئی کمی نہیں رہنے دیتا مگر

Marfat.com

بیچارے اندھوں کے حق میں دن اور رات کے برابر ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ عقل پرست جو محض عقل ہی کے بھروسے پر حقائق و دقائق حل کرنے اور مذہبی مشکلات حل کرنے کھڑے ہونگے اور شرع کی نورانی شعاعوں سے اپنی آنکھیں بند کر دیں گے تو سخت اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مارتے رہ جائیں گے"۔

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ قرآن حکیم میں عقل و بصیرت اور حکمت کے ایسے زریں اصول موجود ہیں جن سے ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔ دور حاضر کی یہ بڑی ضرورت ہے کہ اسلامی تعلیمات کو جدید علوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے دلائل و براہین کی روشنی میں پیش کیا جائے۔

Marfat.com

قرآن حکیم میں انسان کا تصور

تاریخ عالم اس امر پر شاہد ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے دانشور، مفکر اور فلسفی اس امر پر گہرے غور و فکر سے کام لیتے رہے ہیں کہ انسان اس کائنات پر کیسے آیا؟ اس کو تخلیق کس نے کیا ہے؟ انسان کا کائنات سے ربط و تعلق کیا ہے اور پھر انسان، کائنات اور خالق کائنات کا باہمی ربط و تعلق کیا ہے؟

ایک نقطہ نگاہ یہ ہے کہ انسان اور کائنات حادثاتی طور پر پیدا ہوئے اور کسی خلائی سیارے سے حیات کی ایک چنگاری کرہ ارض پر گری تو یہاں بھی حیات کے آثار نمودار ہو گئے۔ دوسرا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ انسان کی حیثیت اس کائنات پر قیدی اور اسیر کی ہے اور اس کی کامیابی اسی بات میں ہے کہ وہ کسی طرح سے فرار اختیار کرے اور تیسرا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ انسان کو اس کائنات ارضی پر ذمہ دارانہ حیثیت سے بھیجا گیا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عقیدہ و فکر کا انسان کے عمل پر بڑا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے لہذا جو لوگ اس کائنات کو اور انسانی زندگی کو حادثاتی قرار دیتے ہیں ان کی رائے میں چونکہ انسان کسی کے آگے جوابدہ نہیں ہے اس لئے اس دنیا میں وہ اپنی من مانی کرتا رہے اور (Eat, Drink & Be merry) یعنی کھاؤ، پیو اور عیش کرو کے مقولے کو نصب العین بنائے۔ چنانچہ یہ نقطہ نگاہ سیکولر ذہنوں کا ہے جو خدا پر یقین نہیں رکھتے۔

دوسرا نقطہ نگاہ بدھ دھرم، جین دھرم اور ہندو دھرم کا ہے کہ زندگی ایک بندھن ہے اور انسان یہاں آ کر قیدی اور اسیر ہو گیا ہے۔ اس لئے اسے نجات کی فکر کرنا چاہئے چنانچہ ان مذاہب کے پیروکار دانشوروں نے نجات اور مکتی یا موکش کے مختلف طریقے تجویز کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو یہ چاہئے کہ وہ ترک دنیا

Marfat.com

اختیار کرے اور دنیا سے کنارہ کش ہو کر روحانی بالیدگی کو حاصل کرنے کی کوشش میں پوری محنت اور لگن سے سرگرم عمل رہے تاکہ اسے نروان حاصل ہو جائے اور وہ غم دنیا سے نجات پا جائے۔ عیسائیت میں Salvation یا نجات کا نظریہ بھی اسی سے ملتا جلتا ہے۔ نتیجۃً یہ مذاہب انسان کو ترک دنیا اور رہبانیت کا راستہ دکھاتے ہیں۔

تیسرا نقطہ نگاہ قرآن حکیم نے پیش کیا ہے کہ انسان نہ تو پیدائشی اور موروثی گناہ کا اسیر ہے نہ ہی وہ حادثاتی طور پر پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ یہاں آکر قیدی اور اسیر ہو گیا ہے بلکہ وہ ایک ذمہ دار حیثیت سے اس کائنات ارضی پر بھرپور، سرگرم اور فعال کردار ادا کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس بنیادی فرق کو بیان کرنے کے بعد اب ہم قرآن حکیم کے انسان کے تصور کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون (۲۳ : ۱۱۵)

کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں عبث اور بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

ولقد کرمنا بنی ادم و حملنھم فی البر والبحر ورزقنھم من الطیبٰت وفضلنھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلاً (۱۷ : ۷۰)

.رہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی

سورہ التین میں ارشاد فرمایا: لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

(ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے)

گویا اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق بے مقصد نہیں بلکہ بامقصد فرمائی۔ اسے اچھی صورت میں پیدا کیا اور اپنی مخلوقات میں شرف و فضیلت عطا کیا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان تمام باطل نظریات کی تردید فرمائی جو انسان کو موروثی گناہ کا اسیر قرار دیتے ہیں اور یہ واضح کیا کہ انسان کو فطرت سلیمہ پر پیدا کیا گیا ہے ارشاد باری ہے :

فاقم وجهك للدين حنيفاً فطرت الله التى فطر الناس عليها (۳۰:۳۰)

تم اللہ کے راستے پر یکسو ہو کر سیدھے چلتے رہو اور خدا کی اس فطرت کو اختیار کئے رہو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے

کائنات کے سب سے بڑے محسن، سرور دو عالم رسول عربی ﷺ نے اس ارشاد قرآنی ہی کی تشریح یوں بیان فرمائی۔

كل مولود يولد على الفطرة ہر انسان فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے۔

قرآن حکیم نے ان تمام تصورات کو باطل قرار دیا جو انسان کو شجر و حجر، شمس و قمر اور دوسرے مظاہر فطرت کے سامنے سر بسجود ہونے کی ترغیب دیتے ہیں یا اسے صنم پرستی اور بت پرستی کی طرف مائل کرتے ہیں۔ قرآن حکیم نے انسان کو خلیفة الارض قرار دیا اور ساری کائنات کو اس کے لئے مسخر بیان کیا۔ چنانچہ ان آیات قرآنیہ سے اس بات کی وضاحت اچھی طرح ہو جاتی ہے۔

الله الذى خلق السمٰوٰت والارض وانزل من السماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقاً لكم وسخر لكم الفلك تجرى فى البحر بامره وسخر لكم الانهر وسخر لكم الشمس والقمر دائبين و سخر لكم اليل والنهار واتكم من كل ماسالتموه وان تعدو نعمت الله لا تحصوها (۱۴:۳۲۔۳۴)

"وہ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے اور کشتیوں اور جہازوں کو تمہارے لئے مسخر کیا تاکہ دریا اور سمندر میں اس کے حکم سے چلیں اور نہروں کو بھی تمہارے لئے مسخر کیا اور سورج اور چاند کو بھی تمہارے لئے

Marfat.com

کام میں لگادیا کہ دونوں ایک دستور پر چل رہے ہیں اور رات اور دن کو بھی
تمہارے لئے کام میں لگادیا اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عنایت کیا
اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو شمار نہ کر سکو"

قرآن حکیم نے رنگ و نسل، قومیت، جغرافیائی، علاقائی اور زبان سے متعلق فخر و تعصب کے وہ بت جو انسانوں نے تراش رکھے تھے پاش پاش کر دیا اور انسان کی عظمتوں کا راز یہ قرار دیا کہ وہ اپنے معبود حقیقی کے تعلق میں تقویٰ اختیار کرے۔ ارشاد خداوندی ہے :

یایها الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عندالله اتقکم

لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تقویٰ کو زیادہ اختیار کرتا ہے

قرآن حکیم نے انسان کے تصور کو صرف فکری اور نظری بحث تک محدود نہیں رکھا بلکہ سورہ الصف میں ایک مثالی انسان کے اوصاف بیان کر دیئے :

تومنون بالله ورسوله وتجاهدون فی سبیل الله باموالکم وانفسکم ذلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون (۶۱ : ۱۱)

کہ تم خدا تعالیٰ پر اور اس کے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں کہیں بہتر ہے

اس ایک چھوٹی سی آیت میں پوری زندگی کا لائحہ عمل بتا دیا کہ اپنے عقیدہ و فکر کی اصلاح کرو یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ پر ایمان کامل کی نعمت سے سرشار ہو کر پوری زندگی مستعدی اور سرگرمی سے اس کے راستے میں جہاد میں بسر کرو اس عملی جہاد کی دو بنیادی صورتیں ہیں ایک یہ کہ انسان جسمانی طور پر اس جہاد

Marfat.com

میں شریک ہو۔ خواہ میدان جنگ ہو یا زمانہ امن وہ اللہ کے کلمہ کو بلند کرے اس کے دین کی سربلندی اور سرفرازی کے لئے سرگرم، فعال اور بھرپور کردار ادا کرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مال و دولت کثرت سے عطا کیا ہے تو اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے کبھی بھی دریغ نہ کرے اور دل کی گہرائیوں سے، اپنے سچے معبود حقیقی کے لئے، اس ذات باری کے لئے جو رب کائنات ہے اور جس نے اسے اپنی ربوبیت کے سرچشموں سے انسان کو فیضیاب کیا ہے جو خالق کائنات ہے جس نے انسان کو وہ تخلیقی صلاحیتیں عطا کی ہیں جنکی بنا پر وہ رزق کثیر کے حصول پر قادر ہوا ہے اس احسان کرنے والے منعم حقیقی کے لئے، اس کے راستے میں، اس کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اپنا مال خرچ کرے اور انفاق فی سبیل اللہ سے خوشی محسوس کرے۔

المختصر ایک مثالی انسان وہ ہے جو عقیدہ و فکر سے لے کر اپنے حسن عمل تک میں نکھار پیدا کرے اور اپنے رب کریم کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اس کارگہ حیات میں بھرپور مجاہدانہ کردار ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے ہمیں اس امر کی توفیق بخشے۔ (آمین)

Marfat.com

قرآن کی روشنی میں انسانی زندگی کا مقصد

تبٰرک الذی بیدہ الملک و ھو علی کل شئی قدیر○ الذی خلق الموت و الحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔ و ھو العزیز الغفور○ (الملک: 1-2)

(نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تا کہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے کہ تم میں سے کون' بہتر عمل والا ہے)

انسانی زندگی کا مقصد قرآن حکیم کی روشنی میں کیا ہے اس پر گفتگو کرنے سے قبل اس امر کو بیان کرنا خود انسانی زندگی کا تصور قرآن حکیم کی روشنی میں کیا ہے ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ تصورات اور افکار کو مقصد کے تعین سے گہرا ربط و تعلق ہے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ عقیدہ و فکر یا تصور مقصد کے تعین اور مقصد کے حصول کے لئے ذرائع اور طریق کار پر گہرا اثر انداز ہوتا ہے۔

انسانی زندگی سے متعلق تین تصور زیادہ مشہور ہیں ایک یہ کہ انسانی زندگی حادثاتی ہے اور اچانک (Abruptly) دفعتہ بغیر کسی پیشگی پروگرام یا منصوبہ بندی کے حضرت انسان اس کائنات میں معرض وجود میں آگیا۔ دوسرا تصور یہ ہے کہ انسان اچانک خود بخود یا کسی حادثے کے نتیجے میں وجود میں نہیں آیا بلکہ آکر اس کائنات میں پھنس گیا ہے اب اسے اس جال یا جنجال سے نجات پانے کی ضرورت ہے۔ تیسرا تصور اسلام نے پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان نہ تو اچانک پیدا ہو گیا ہے اور نہ ہی پیدا ہونے پر کسی جال میں یا بندھن میں اسیر ہو گیا ہے بلکہ ایک سوچے سمجھے پروگرام کے مطابق' خالق کائنات نے انسان کو پیدا فرمایا ہے تاکہ اس کارگہ حیات میں وہ حسن عمل سے کام لیکر اپنے آقا و مولا کی خوشنودی حاصل کرے اور انعام و اکرام کا مستحق قرار پائے۔

پہلے تصور سے کہ اس دنیا میں انسان اچانک پیدا ہو گیا ہے اس تصور کو ماننے

Marfat.com

والوں کا زندگی کا مقصد یہ قرار پایا کہ جب انسان کسی کے سامنے جوابدہ نہیں تو وہ کیوں نہ کھل کھیلے اور عیش و راحت میں زندگی کیوں بسر نہ کرے چنانچہ ان کے ہاں زندگی کا مقصد یہ قرار پایا کہ (Eat, Drink & Be Merry) کھاؤ پیو اور عیش کرو یہ مقصد ہے ان لوگوں کا جو نہ خالق حقیقی پر یقین و ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی خود کو کسی کے سامنے جوابدہ سمجھتے ہیں' دوسرے تصور سے کہ انسان یہاں آکر پھنس گیا ہے۔ بندھن کے اس تصور نے اپنے ماننے والوں کو زندگی کا مقصد یہ سمجھایا کہ کوئی نجات کا راستہ تلاش کرنا چاہیے۔ چنانچہ مختلف ادیان (ہندو دھرم' جین دھرم' بدھ دھرم) نجات یا نروان کو زندگی کا اصل مقصد قرار دیا گیا ہے۔ عیسائیت میں موروثی گناہ کے تصور سے مقصد نجات ہی کو قرار دیا گیا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ قرآن حکیم نے انسانی زندگی کا تصور یہ دیا ہے کہ ایک برکت والی پاک ذات نے جو وسیع قدرتوں والا ہے زندگی اور موت کو پیدا فرمایا اور انسان کی تخلیق فرمائی ہے تاکہ انسان' بقول حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ :

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نوری ہے نہ ناری ہے

اپنے حسن عمل سے زندگی کی تعمیر کرے اور اپنے کردار کو نکھار بخشے اس تصور زندگی کے ساتھ قرآن حکیم نے اس ارشاد ربانی کو بیان فرمایا :

" یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ " (النساء : ۱)

(لوگو ! اپنے رب کے تعلق میں تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا)

گویا قرآن حکیم کی ان آیات کریمہ میں انسانی زندگی کا واضح مقصد متعین کیا گیا ہے اور وہ ہے تقویٰ اختیار کرنا اپنے آقا و مولا اپنے خالق و مالک' اپنے معبود و محبوب خداوند قدوس کی خوشنودی یا رضوان من اللہ کا حصول۔

لیکن یہاں فطری طور پر ذہنوں میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ جب انسانی زندگی کا مقصد واضح اور متعین ہے تو اس مقصود کو پانے کا واضح طریق کار بھی متعین ہونا

Marfat.com

چاہیے۔ قرآن حکیم وہ کتاب ہے جو کسی بھی طالب ہدایت کو زندگی کی کسی بھی سطح پر' زندگی کے کسی بھی گوشے میں' زندگی کے کسی بھی شعبے میں مایوس نہیں کرتی بلکہ ہاتھ پکڑ کر' اسے راستہ سوجھاتی ہے ' راستہ دکھاتی ہے' راستے پر چلاتی ہے اور منزل پر پہنچاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے :" ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم"

(بے شک یہ قرآن حکیم ایسی ہدایت اور رہنمائی بخشتا ہے جو بہترین ہے)

اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ انسانی زندگی کے بے شمار پہلو ہیں سب سے پہلے عقائد و افکار ہیں جن کا عمل پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے عقائد و افکار میں ایسی رہنمائی اور واضح تصورات عطا کئے ہیں کہ دنیا کی تمام کتب مقدسہ میں توحید و رسالت اور مسئولیت کا تصور یا تو سرے سے نہیں ملتا یا دھندلا اور مبہم طور پر ملتا ہے لیکن اس نکھار اور وضاحت کے ساتھ نہیں ملتا جو قرآن حکیم نے عطا کیا ہے۔

اس کے بعد انسانی زندگی کے مختلف شعبے ہیں نظام معاشرت ہے۔ نظام معیشت ہے' نظام قانون و سیاست ہے' نظام عدالت ہے' عائلی و منزلی نظام ہے' اخلاقی نظام ہے' تعلیم و تربیت کا نظام ہے۔ مختصراً یہ کہ پوری حیات انسانی کے ہر گوشے ہر شعبے' ہر موڑ پر قرآن حکیم نے ایسے واضح' نمایاں' زریں' محکم اور روشن رہنما اصول دیئے ہیں' جن سے نہ صرف اس دنیوی زندگی میں انسانی کامیابی و کامرانی کی مکمل ضمانت ملتی ہے بلکہ دنیوی کامیابی کے ساتھ ساتھ انسان اخروی سعادت بھی حاصل کر سکتا ہے اور یوں انسان اپنے عمل کو نکھار بخش کر' حسن عمل کی اس حسین متاع کے ساتھ' پورے تواضع و انکسار سے' پورے حسن ادب سے جب اپنے آقا و مولا کے حضور حاضر ہوگا اور آقا و مولا کے احکام کی تعمیل و اطاعت پر مبنی حسن عمل کا یہ تحفہ اپنے معبود و محبوب حقیقی کے حضور پیش کرے گا تو اسے رضوان من اللہ خوشنودی خداوند قدوس حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بخشیں۔

Marfat.com

قرآن حکیم اور مستشرقین

قدبدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر (آل عمران : ۱۱۸)

ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔

ایک طویل عرصے سے مستشرقین نے یہ مہم شروع کر رکھی ہے کہ وہ نام نہاد تحقیق کا سہارا لیتے ہوئے قرآن حکیم، رسول اکرم ﷺ، اسلام اور اسلامی تعلیمات پر اپنے مضامین میں لغو اور بے بنیاد اعتراضات کرتے چلے آرہے ہیں جبکہ اسلام کی پوری تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ مسلمانوں نے اپنے عہد اقتدار میں بھی جبکہ اہل کتاب کو ان کی رعایا کی حیثیت حاصل تھی ان کے پیغمبروں کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ نہیں کہا اور ایسا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور اس نے امت مسلمہ کو لانفرق بین احد من رسله کے ارشاد ربانی کے مطابق جملہ انبیائے کرام کے ادب و احترام کی تلقین کی ہے اس سے بھی ایک قدم آگے دوسرے سامی مذاہب سے متعلق قرآن حکیم کا رویہ اس قدر منصفانہ ہے کہ اہل کتاب نے اپنے جن انبیاء کے کردار کو داغدار دکھایا ہے قرآن حکیم نے ان داغوں کو دھو کر ان کے تابندہ کردار کو اپنے اصل رنگ میں پیش کیا ہے۔ مصدقالما معکم کے ارشاد باری کے مطابق انبیائے کرام کے لائے ہوئے صحف سماوی کی تصدیق کی ہے اور

والذین یومنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك کے ارشاد سے امت مسلمہ کو ان کتب پر ایمان لانے کا مکلف ٹھہرایا ہے یہ درحقیقت قرآن اور صاحب قرآن علیہ الصلوۃ والسلام کا دوسرے ادیان پر بہت بڑا احسان ہے لیکن بجائے اس کے کہ ان احسانات کا اعتراف کیا جاتا ہے الٹا ایک معاندانہ روش اختیار کی گئی ہے یہاں فطری طور پر ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر اس بغض و عناد کے وجوہ واسباب کیا ہیں اور اس بغض وعناد کا اظہار کن کن صورتوں میں ہوتا رہا ہے۔

Marfat.com

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد سعید میں لوگ جب قرآن حکیم سنتے تو اسکی حکمت وموعظت کی اثر آفرینی، فصاحت وبلاغت کی دلکشی، اس کے طرز بیان، متناسب ومترنم الفاظ، حسن ادا اور صوتی تاثیر وجاذبیت سے مسحور ہو کر بے اختیار جھوم اٹھتے۔ کلام ربانی کی یہ تاثیر کچھ اس طور سے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی کہ جہاں سلیم الفطرت لوگ نعمت ایمان سے مشرف ہوئے وہاں کفار نے قرآن حکیم کے اس اعجاز کو سحر وشعر سے تعبیر کر ڈالا چنانچہ ایک طرف تو قرآن حکیم کا اعجاز لفظی تھا کہ اس نے اپنے حسین ودلکش، بے مثل وبے نظیر اسلوب بدیع اور نظم وترتیب سے عرب کے مایہ ناز بلغا اور فصحا کو دریائے حیرت میں غرق کر دیا دوسری طرف اس کا اعجاز معنوی تھا کہ اس نے قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کے لئے ایک جامع، کامل، ابدی اور روشن ضابطہ حیات عطا فرمایا۔ نتیجۃً یہ ہوا کہ لوگ جوق درجوق دامن قرآن سے وابستہ ہوتے چلے گئے اور اسلام بڑی تیزی سے پھیلنے لگا۔ قرآن حکیم اللہ کا کلام ہے اس میں وقتی وسیاسی مصلحتیں کار فرما نہ ہوئیں چنانچہ قرآن حکیم نے شفاف الفاظ میں جہاں مشرکین کے عقائد باطلہ کی واضح طور پر تردید کی وہاں اہل کتاب کے مقامات لغزش کی نشاندھی بھی فرمادی۔ اہل کتاب اس زعم باطل میں تھے کہ فلاح وسعادت انہی کا اجارہ ہے اور اس امر کے مدعی تھے جس کا ذکر قرآن حکیم نے ان الفاظ میں کیا ہے

وقالوالن یدخل الجنة الامن کان هودا اونصرٰی (البقرۃ: ۱۱۱)

ان کا یہ زعم اس بنا پر تھا کہ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک جتنے بھی انبیائے کرام مبعوث ہوئے دوسرے الفاظ میں وہ حضرت ابراہیمؑ کی اسحاقی شاخ سے تعلق رکھتے تھے حضرت اسحٰقؑ اور ان کے بیٹے حضرت یعقوبؑ جن کا لقب اسرائیل تھا انہی کے خاندان کو ہی نعمت نبوت سے سرفراز فرمایا جاتا رہا تھا۔

خاتم الانبیاء کی بنی اسرائیل کی حیثیت سے لیکن اب صورت بدل چکی تھی بنی اسرائیل کی کوتاہیوں اور بری خصلتوں کی وجہ سے خداوند قدوس نے نعمت نبوت

Marfat.com

کو حضرت ابراہیمؑ کی دوسری شاخ حضرت اسمعیلؑ کی اولاد میں منتقل فرمادیا اور خاتم النبین رسول اکرم ﷺ کو عالمگیر نبوت کی نعمت عظمیٰ سے نوازا گیا۔ ایک طرف نبوت کے اعلیٰ منصب محرومی کا احساس دوسری طرف مسلمانوں کے اس اعلیٰ وارفع کتاب سے مشرف ہونے نے ان کے دلوں میں حسد و رقابت کی آگ بھڑکا دی اور انہوں نے دعوت اسلامی کے خلاف سازشیں شروع کردیں۔

چنانچہ عہد نبوی میں ہی ان کی منظم سازش کا آغاز ہو چکا تھا سورہ آل عمران پر انکی معاندانہ روش کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

وقالت طائفة من اهل الكتاب امنوا بالذى انزل على الذين امنوا وجه النهار واكفروا اخرة لعلهم يرجعون (آل عمران : ۷۲)

سورہ نساء میں لیّا بالسنتهم و طعنا فى الدين کے الفاظ میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ دین حق کے خلاف پیش زنی کرنے کے لئے اپنی زبانوں کو کس طرح توڑ مروڑ کر الفاظ ادا کرتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کے ظہور قدسی سے پہلے چونکہ یہودی کو علمی و دینی رہنما تسلیم کیا جاتا تھا اس لئے یہود نے ایک حربہ یہ بھی استعمال کیا تھا کہ جب ان کے اہل کتاب ہونیکی بنا پر لوگ ان سے اسلام اور ہادی اسلام کے متعلق کچھ استفسار کرتے تو وہ انہیں شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیتے چونکہ قرآن حکیم میں ان کی اس روش پر تنبیہ کی گئی ہے۔

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق وانتم تعلمون (البقرة : ۴۲)

اسلام کے خلاف ان کے غیظ و غضب کی کیفیت کو قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :

واذا خلوا عضوا عليكم الانا مل من الغيظ (آل عمران : ۱۱۹)

اور قدبدت البغضا و من افواههم وما تخفى صدورهم اكبر (آل عمران : ۱۱۸)

نتیجۃً محرومی کے احساس اور حسد و رقابت کی آگ میں جلنے کی بنا پر ان کی

Marfat.com

تمام تر کوشش یہی تھی کہ وہ مسلمانوں کو جادہ حق سے بھکادیں قرآن حکیم نے ان کی اس مذموم کوشش اور روش کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے :

ودکثیر من اھل الکتاب لویردونکم من بعد ایمانکم
کفاراً حسداً من عندانفسم (البقرۃ :۱۱۱)

اہل کتاب جن میں یہود کے ساتھ اب نصاریٰ بھی شامل ہو چکے تھے کی یہ معاندانہ روش عہد نبوی سے، صدیوں کا عرصہ گذر جانے کا باوجود آج تک جاری وساری ہے کبھی یہ جذبہ صلیبی جنگوں کی صورت میں ظاہر ہوا تو کبھی مسلمانوں کے سیاسی مفادات پر ضرب کاری لگا کر اس جذبے کی تسکین کی گئی لیکن گذشتہ دو صدیوں سے ان کی طرف سے یہ مہم انتہائی خطرناک صورت اختیار کر گئی ہے اور وہ نام نہاد علمی تحقیق کے نام پر قرآن اور صاحب قرآن پر لغو اور بے بنیاد اعتراضات کر کے مسلمانوں کو جادۂ حق سے بھکانے پر مصر نظر آتے ہیں :

قرآن حکیم سے متعلق ان کی تحریروں سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں تا کہ قارئین کو یہ اندازہ ہو جائے کہ وما تخفی صدورھم اکبر کی قرآنی پیشگوئی آج حرف بحرف پوری ہو رہی ہے :

سب سے پہلے اسلامی تعلیمات سے آگہی کے لئے مشہور و معروف انسائیکلوپیڈیا آف اسلام سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں :

وحی

قرآن حکیم کے نزول کے متعلق یہ بتایا گیا ہے۔

" The Kuran Contains only a few and very Obscure hints regarding the process of Communication of the revelation; it is wrapped in a secrecy which Muhammad either could not or would not illuminate."

یہ ثابت کرنیکی کوشش کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ مضامین چند اساتذہ اور غیر

Marfat.com

ملکیوں سے حاصل کئے تھے اور بعد میں انہی خیالات و تصورات نے وحی کی صورت اختیار کرلی۔

He was all the more sensitive when the Meccans pointed out that his wisdom was communicated to him by mostal teachers, some of them foreigners. His defence on this point is very weak and he really concedes the justice of the charge. What he learned in that way was probably transformed into in dubitable divine words when it re-echoed in his trance-like moments of mental absorption. (p 275)

تدوین

یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضور ﷺ کے وصال پر قرآن حکیم یقینی طور پر محفوظ نہ تھا۔

" What was the exact state of the Kuran at the death of Muhammad is a question that cannot be answered with absolute certainty." (p.277

حضرت حفصہؓ کے پاس قرآن حکیم کا نسخہ رہنے کے بارے میں یہ اظہار خیال کیا گیا ہے۔

" It is difficult to understand why it was giveh to a women."

تدوین کے طریق کار سے متعلق یہ بتایا گیا ہے۔

" There is never any reference to any authorization at all. The whole business was handled with great freedom as we hear of several variant versions of the Kuran from the pre Uthmanic period."

جیفری نے طویل بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ لکھا ہے :

Marfat.com

" This gives us definite evidence that the collection in its present form cannot go back to the prophet himself." (p. 279)

قرآن حکیم کے اور متداول نسخوں کا ذکر کیا ہے اور قرآن حکیم سے متعلق یہ تبصرہ فرمایا ہے:

" It differed from Ubaigs Kuran by the omission of the two suras only found in his version while it was a little larger than Ibn Masud's Kuran."

آخر میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن حکیم میں بعد میں بھی اضافے ہوتے رہے ہیں۔

" This leads to a further and very important question, whether all the revelations in the authorised Kuran come from Muhammad himself or whether foreign matter has been added or passages forged for propagandist purpose." (P-280)

مستشرقین نے استنباط و استخراج کے خود وضع کردہ پیمانوں سے جانچنے کی کوشش کی ہے اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

" That Umar's doubt about the death of Muhammad would have been impossible if the verse quoted against it by Abu Bakr was quruine so that it must have originated with Abu Bakr."(p/280)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مستشرقین نے کتنا عجیب استنباط کیا ہے ایک اور مستشرق نے محنت اور کاوش سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن حکیم کی تدوین حجاج کے دور میں ہوئی۔

" That the authorised version of the Kuran and the Preparation of a uniform text was brought about by al-Hadjdjadj in the reign of

Marfat.com

Umaiyad caliph Abd al-Malik." (p. 281)

حروف مقطعات سے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ دراصل نشان تھے جو مختلف اوراق کے مالکوں نے یادداشت کے طور پر لگا کر وہ اوراق حضرت زید بن ثابت کو دیئے تھے۔

" The letters were originally marks put on by the owners of some of the manuscript copies made by zaid to show they were their own property." (p. 282)

آخر میں ایک امکان یہ بھی بیان کیا ہے کہ شاید حضور نے یہ طریق یہود سے اخذ کیا ہے۔

"It might also be possible that there was an imitation of the jewish Practice."

قرآن حکیم کے مضامین کی گروپ بندی کی ہے اور ایک گروپ کے متعلق یہ اظہار خیال ہے۔

" It is the weakest part of the Quran in which Muhammad's imagination apparently became exhausted and he was content with tiresome repititions of his earlier ideas and especially with the tales of the prophets." (p. 284)

بات یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ ابھی ان کی تمنا یہ ہے :

" This is the extent to which Muslim Textual criticism has prevailed. A proper critical edition of the Quran making use of all available material is a task which still awaits modern scholarship."

قارئین کرام یہ ہیں اس سیلاب زہر کے چند قطرے جن میں ہادی اسلام کی سیرت طیبہ، قرآن حکیم، اسلام اور اسلامی تعلیمات کو مسموم کر کے پیش کیا جاتا رہا

Marfat.com

ہے۔ میری رائے میں ان امور پر تحقیق کی اشد ضرورت ہے کہ :

1- قرآن حکیم پر علمی اور تحقیقی مضامین شائع کئے جائیں جن میں مستشرقین کی نام نہاد تحقیق کا پول کھولا جائے تا کہ مغربیت سے مرعوب ذہنوں سے شکوک و شبہات کا ازالہ کر کے ان کے ذہنوں میں عظمت قرآن کے نقوش رقم کئے جائیں۔

2- قرآن حکیم سے متعلق مثبت انداز میں عام فہم لٹریچر شائع کیا جائے (اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں) تا کہ ملک اور بیرون ملک کا عام تعلیمیافتہ طبقہ قرآن حکیم کی تعلیمات سے بہرہ ور ہو سکے۔

3- نئی نسل کو قرآن حکیم کی عظمت سے آشنا اور آگاہ کرنے کے لئے قرآن حکیم کے ادبی محاسن اور اسکی حیات آفرین تعلیمات پر مشتمل تصانیف پیش کی جائیں۔

4- اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دنیا کو پیش کردہ مختلف مسائل کا قابل عمل حل قرآن حکیم کی روشنی مدلل اور مربوط انداز میں علوم جدیدہ کے حوالے سے پیش کیا جائے۔

میں پورے اعتماد اور وثوق سے یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن حکیم دعوت فکر و عمل دے رہا ہے بقول حکیم الامت :

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لا تخف

Marfat.com

بسلسلہ اسلامی علوم ــ تقابل ادیان (بحوالہ قرآن)

قرآن حکیم نے مختلف ہادیوں کا ذکر کیا ہے۔ مختلف ادیان مثلاً یہودیت، نصرانیت، مجوسیت، صابئین اور مشرکین کا ذکر کیا ہے۔ مختلف عقائد و نظریات کا ذکر کیا ہے۔ مختلف کتب سماوی کا ذکر کیا ہے۔ ان میں تحریف لفظی و معنوی کا ذکر کیا ہے۔ یہودیت و نصرانیت کے مقامات لغزش کی نشاندہی کی ہے۔ ان کے عقائد و افکار پر تبصرہ اور محاکمہ کیا ہے اور مختلف ادیان و اقوام کے اس تقابلی ذکر کا مقصد اہل عقل و دانش کے لئے عبرت و موعظت قرار دیا ہے اور اس کے بعد ادیان میں سے سب سے اعلیٰ و ارفع، جامع اور کامل، واضح اور محفوظ، اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کو پیش کیا ہے جو قیامت کے تک آنیوالی نسل انسانی کے لئے ایک روشن ضابطہ حیات ہے اور جو عقیدے کی بنا پر نہیں بلکہ براہین و دلائل کی بنا پر سب ادیان پر عظمت و قومیت کا حامل ہے۔

سوء اتفاق سے عصر حاضر کے بہت کم مسلمان اس امر سے آگاہ ہیں کہ تقابل کے مضمون کا آغاز انہی کا سرمایہ افتخار ہے۔ مسلمانوں کی اس غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مستشرقین اس بات کا دعوی کرنے لگے ہیں کہ تقابل ادیان کے مضمون کا آغاز ڈیڑھ دو سو برس پہلے ان کی مساعی اور کاوشوں کے نتیجے کے طور پر ہوا۔ حالانکہ یہ بات تاریخی طور پر بھی بالکل غلط ہے اور اس روشن حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ تقابل کے علم کا باقاعدہ آغاز قرآن حکیم نے چودہ سو برس پہلے کیا اور مسلمان مفکرین نے تقابل کے مضمون پر اہم کتابیں لکھیں۔ جن میں علامہ باقلانی، شہرستانی، ابن حزم، ابن تیمیہ اور دور حاضر میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور دیگر مسلمان مصنفین کی شاہکار تصانیف معروف و مقبول ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو قرآن حکیم کے علوم پنج گانہ میں علم مخاصمہ یا

Marfat.com

تقابل کو ایک مستقل علم کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

تقابل ادیان کے لفظی معنی تو ہیں مختلف ادیان کا باہمی موازنہ اور مقابلہ لیکن قرآن حکیم کی روشنی میں اس سے مراد محض مقابلہ اور تردید نہیں بلکہ قرآن حکیم ہمیں اس امر سے آگاہ کرتا ہے کہ تمام ادیان اپنی ابتدا میں انبیائے کرام کی تعلیمات کے زیر اثر حق و راستی پر تھے۔ بعد میں ان ادیان کے ماننے والوں نے اپنی خود غرضیوں اور مصلحتوں کے پیش نظر ان میں تحریف کر ڈالی تاکہ یہ مفاد پرست لوگ قومی و ملی اور روحانی و اخلاقی تقاضوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے مادی فوائد حاصل کر سکیں چنانچہ ان ادیان میں حق و باطل باہم خلط ملط ہو گئے۔

جیسا کہ سونا ریت میں مل جائے تو ماہر سنار سونے کو ریت سے الگ کر دیتا ہے۔اسی طرح قرآن حکیم نے حق و باطل اور کھرے اور کھوٹے کو الگ الگ کر دکھایا ہے۔ حق کی تصدیق و تائید کی ہے اور باطل کی نشاندہی کر دی ہے۔ اس تقابل میں ایک بہت بڑی حکمت اور ایک انتہائی اہم مقصد ملحوظ رکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حق کو نکھار کر پیش کیا جائے تاکہ امت مسلمہ دوسری اقوام کے مقامات لغزش سے عبرت حاصل کر کے جادۂ مستقیم پر گامزن ہو سکے۔ علامہ اقبال علیہ نے اپنے اس شعر میں اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔

عبرتے اے مسلم روشن ضمیر —— از مآل امت موسیٰ بگیر

اب ہم اسے قدرے تفصیل سے قرآن حکیم کی آیات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے اس کائنات ارضی پر تشریف لانے کے بعد ان کی اولاد قبائل اور اقوام کی صورت میں پھیلتی چلی گئی۔ چنانچہ پروردگار عالم نے انہیں ہدایت ربانی سے بہرہ ور کرنے کے لئے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا۔ سورہ نحل میں ارشاد باری ہے :

ولقد بعثنا فی کل امة رسولًا ان اعبدو اللّٰہ واجتنبو الطاغوت

(ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے تاکہ نوع انسانی خاص اللہ ہی کی عبادت کرے

Marfat.com

اور طاغوت و سرکشی سے بچے)

سورۃ فاطر میں ہے: ان من امۃ الا خلا فیھا نزیر

(ہم نے ہر امت میں ایک ڈرانے والا بھیجا)

سورۃ الرعد میں ہے: لکل قوم ھاد

(ہر قوم کے لئے ایک ہادی و رہنما بھیجا گیا)

قرآن حکیم نے ہمیں یہ بتایا کہ ہدایت ربانی مختلف کتب سماوی کی صورت میں نوع انسانی کی رہنمائی کے لئے نازل ہوتی رہی۔ سورہ آل عمران میں ہے:

وانزل التوراۃ والا نجیل من قبل ھدی للناس

(اور پروردگار عالم نے تورات اور انجیل کو اس سے پہلے نازل کیا تاکہ لوگوں کے لئے سامان ہدایت ہو)

سورۃ النساء میں ہے: واتینا داود زبوراً

(ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی)۔

قرآن حکیم نے صحف ابراہیم کا بھی ذکر کیا ہے:

اس ہدایت ربانی کا مقصد یہ تھا کہ لوگ جادۂ مستقیم پر گامزن ہوں اور ایک اللہ کی عبادت کریں۔ چنانچہ سورہ بینہ میں ہے:

و ما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین

(اور انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کریں)

لیکن افسوس کہ ان اقوام و ملل نے ہدایت ربانی میں اپنے ذاتی مفادات کے پیش نظر تحریف کر ڈالی۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و قد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون

(ان میں سے ایک گروہ اللہ کے کلام کو سنتا تھا۔ پھر اس میں جاننے اور بوجھنے کے باوجود تحریف کر ڈالتا تھا)

Marfat.com

سورہ النساء میں یہود کے متعلق بتایا گیا ہے :

من الذین هادوا یحرفون الکلم عن مواضعه

(اور یہودی تورات کے کلمات کو اپنے ٹھکانے سے پھیرتے اور بدلتے تھے یعنی تحریف لفظی و معنوی کرتے تھے)

سورۃ التوبہ میں یہود و نصاریٰ کی واضح گمراہی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد خداوندی ہے:

و قالت الیهود عزیر ابن اللّٰه و قالت النصٰری المسیح بن اللّٰه ذلک قولهم بافواههم یضاهؤن قول الذین کفروا من قبل قتلهم اللّٰه انی یؤفکون اتخذ و احبارهم ورهبانهم اربابًا من دون اللّٰه والمسیح ابن مریم و ما امرو الا لیعبدوا الهًا واحدًا لااله الاهو سبحنه عما یشرکون

(اور یہود نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ باتیں اپنے منہ سے کہتے ہیں۔ یہ لوگ پہلے کافروں کی ریس کرنے لگے ہیں۔ اللہ انہیں غارت کرے یہ کہاں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنے حقیقی معبود کو چھوڑ کر خدا بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ ان کو حکم یہ تھا کہ وہ خدائے واحد کی پرستش کریں۔ اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ پاک ہے ان کے شریک بتلانے سے)

سورہ النساء میں عقیدہ تثلیث کے متعلق ارشاد ربانی ہے :

یاهل الکتاب لاتغلوا فی دینکم ولا تقولو علی اللّٰه الا الحق انما المسیح عیسٰی ابن مریم رسول اللّٰه و کلمته القها الی مریم و روح منه فامنو باللّٰه ورسله ولا تقولو ثلثة انتهو خیرً لکم انما اللّٰه اله واحد سبحنه ان یکون له ولد

(اے اہل کتاب اپنے دین میں مبالغہ نہ کرو اور اللہ کی شان میں پکی بات

Marfat.com

کے سوا کچھ نہ کہو' بے شک مسیح مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں جو اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلام ہیں جسے اس نے مریم کی طرف ڈالا اور روح ہیں اسکی طرف پس اللہ پر اور اسکے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس بات کو چھوڑ دو۔ یہ تمھارے لئے بہتر ہوگا۔ بے شک وہ خدائے واحد ہے اور یہ اس کے ہرگز شایان نہیں کہ اسکے اولاد ہو)

قرآن حکیم نے ادیان کے ذکر کو یہود و نصاریٰ تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ دنیا کے تمام مشہور ادیان کا ذکر کیا۔ سورہ حج میں فرمایا :

ان الذین امنو والذین هادو والصبئین والنصٰری والمجوس والذین اشرکوا ان اللہ یفصل بینهم یوم القیامة

(یہ لوگ جو مسلمان ہیں اور جو یہود ہیں اور صابئین اور مجوس اور جو مشرکین ہیں (ہنود اور دیگر اقوام) بے شک اللہ تعالیٰ ان میں قیامت کے روز دو ٹوک فیصلہ کرے گا)۔

قرآن حکیم نے مختلف انبیائے کرام کا ذکر کیا ہے اور پھر فرمایا۔ یہ چند وہ گرامی قدر ہستیاں ہیں جن کا ہم نے ذکر فرمایا ہے۔

ان کے علاوہ وہ بھی بہت سے ہادی و رہنما گذرے ہیں جن کا نام سے ذکر نہیں کیا گیا لیکن یہاں ایک امر کا ذکر کرنا ازبس ضروری ہے کہ قرآن حکیم نے جادہ مستقیم سے انحراف کرنے والے ان تمام باطل عقائد و نظریات کی نشاندہی کردی ہے جو کسی قسم کا شیوہ تھے یا ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم نے ثنویت دو خداؤ کو ماننا' تثلیث تین خداؤں کو ماننا' شرک کی ہر قسم' صنم پرستی' ستارہ پرستی' قمر پرستی' سورج پرستی' حجر پرستی' شجر پرستی' گوسالہ پرستی وغیرہ کا ذکر کرکے انہیں واضح گمراہی قرار دیا ہے۔

قرآن حکیم نے دین کو ایک غیر مبہم' واضح' جامع اور کامل صورت میں پیش کیا ہے۔ سورہ المائدہ میں ارشاد خداوندی ہے :

Marfat.com

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً

(آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کردیا۔ تم پر اپنی نعمت کو پورا کر فرما دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا)

سورہ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے : **ان الدین عند اللّٰہ الاسلام**

(بے شک تمہارے پروردگار کے ہاں مقبول و پسندیدہ دین صرف اسلام ہے)

اسی سورہ میں دوسری جگہ فرمایا :

ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ

(اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا)

اور بات بھی درست ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد اگر کوئی مٹی کا چراغ جلائے تو یہ کھلی حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

قرآن حکیم نے رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو سب ادیان پر عظمت و فوقیت بخشی ہے۔ سورہ التوبہ اور سورہ الصف میں ارشاد خداوندی ہے :

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون

(اور وہ گرامی ذات ہے جس نے اپنے رسول اکرم ﷺ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اس دین کو سب ادیان پر غالب کرے خواہ مشرکین اسے کتنا ہی ناگوار محسوس کریں)

یہاں اس امر کا ذکر بھی بے حد ضروری ہے کہ کتب سماوی اور اقوام و ملل کے عقائد و نظریات میں قرآن حکیم کی حیثیت مھیمن یا نگہبان کی ہے۔ سورہ المائدہ میں ہے :

وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقالما بین یدیہ من الکتب و مھیمناعلیہ

(اور ہم نے آپ پر سچی کتاب اتاری جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے

Marfat.com

والی ہے اور انکے مضامین پر نگہبان ہے)

یہ وہ اعزاز ہے جو کتب سماوی میں سے کسی اور کتاب کو حاصل نہ ہوسکا الختصر قرآن حکیم وہ چشمہ شیریں ہے جس سے قیامت تک آنیوالی نسل انسانی روحانی تشنگی سے سیرابی حاصل کریگی وہ مرکز نور ہے کہ انسانی زندگی کے ہر گوشے کو اس سے منور کیا جاسکتاہے اور وہ فرقان اور معیار ہے جس سے تمام ادیان کے عقائد و نظریات اور حق و باطل کو جانچا اور پرکھا جاسکتاہے۔

Marfat.com

اخوت اسلامی کا تصور قرآن حکیم کی روشنی میں

اخوت کا لفظ "اخ" سے بنا ہے جس کے معنی ہیں بھائی۔ "اخ" کی جمع اخوۃ اور اخوان ہے۔ اسی سے لفظ اخوت بنا ہے۔ اخوت کے معنی ہیں بھائی بھائی ہونا۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے۔

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا واذ کروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعدآء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فا نقذ کم منھا کذلک یبین اللہ لکم آیتہ لعلکم تھتدون" (آل عمران : 103)

قرآن حکیم کی اس آیت میں اخوت کو ایک نعمت الھیۂ قرار دیا گیا ہے نیز اخوت اسلامی کا صرف تصور ہی پیش نہیں کیا گیا بلکہ اس بات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے کہ اسلامی انقلاب کے نتیجے میں مسلمان اخوت کی لڑی میں پروئے گئے۔ قرآن حکیم نے اخوت کی بنیادی اساس کے تصور کو بھی واضح طور پر پیش کیا ہے کہ مسلمان اللہ تعالی کی رسی کو یعنی قرآن حکیم کو مضبوطی سے تھام لیں۔

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ کوئی بھی قوم اس وقت تک معزز اور باوقار طور پر زندہ اور سلامت نہیں رہ سکتی جب تک اس کے افراد میں اتفاق واتحاد نہ ہو اور یہ اتفاق واتحاد سطحی نہ ہو' کیونکہ سطحی اتفاق کو تو وقتی مصلحتیں پاش پاش کر دیتی ہیں بلکہ یہ اتحاد واتفاق حقیقی اور پائیدار ہو اور وہ صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ مسلمان خود کو قرآن حکیم کے ساتھ وابستہ کرلیں۔

مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی یہ نعمت اخوت اسلامی کے محسن انسانیت رسول کریم ﷺ کے ظہور قدسی کے بعد حاصل ہوئی تھی اور وہ لوگ جو حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل کے عرب معاشرے کے حالات سے باخبر ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ جاہلیت کا یہ دور کس قدر جنگ وجدال باہمی خونریزی اور باہمی نفرت

Marfat.com

وعداوت کا دور تھا۔ ایسے حالات میں اخوت کے رشتے میں منسلک ہونا واقعی ایک بہت بڑی نعمت تھی۔

جسٹس پیر کرم شاہ نے بڑے پیارے انداز میں اسلامی اخوت کے ان مظاہر کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

رحمت عالم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل عرب کے جزیرہ نما کی کیا حالت تھی۔ وہ آپس میں انس ومحبت اور شفقت ورحمت کرنے والے انسانوں کا ملک نہیں تھا بلکہ ایک کوہ آتش فشاں تھا جس سے ہر لحظہ اور ہر لمحہ بغض وعناد کی آگ برستی رہتی تھی اور دور دور تک آبادیاں جل کر خاکستر ہو جایا کرتی تھیں۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے برسر پیکار تھا۔ ہر علاقہ دوسرے علاقہ سے جنگ آزما تھا۔ جذبات اتنے مشتعل اور بے قابو تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہہ جایا کرتی تھیں۔ ایک بار اگر جنگ کی آگ سلگ پڑتی تھی تو صدیوں تک اس کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے۔ اوس وخزرج میں لڑائی کا سلسلہ ایک سو بیس سال تک جاری رہا۔ کسی کی جان' کسی کا مال محفوظ نہ تھا' یہاں تک کہ اسلام کا بادل آیا اور رحمت خداوندی بن کر برسا۔ حضور ﷺ سراپا نور و سرور کا ظہور ہوا تو عرب کے اجڑے دیار میں بہار آگئی۔ عداوت کی جگہ محبت نے' وحشت کی جگہ انس نے' انتقام کی جگہ عفو نے' خود غرضی کی جگہ اخلاص وایثار نے اور غرور و تکبر کی جگہ تواضع وانکسار نے لے لی۔ یہ وہ انقلاب تھا جس نے عرب کی کایا پلٹ دی۔ جس کی برکت سے عرب کے صحرا نشینوں نے تاریخ عالم کا رخ موڑ دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اسی احسان عظیم کی یاد تازہ کر رہا ہے کہ کس طرح اس نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی برکت اور فیض نگاہ سے تمہارے ٹوٹے ہوئے دل جوڑ دیئے اور تمہیں بھائی بھائی بنا دیا اور ذلت و رسوائی کی پستیوں سے نکال کر ترقی وعزت کی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔

قرآن حکیم میں اہل ایمان کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا ہے لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بھائیوں میں وقتی طور پر کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض

Marfat.com

مسائل میں شدید اختلاف رائے پائے جاتے ہیں۔ اس لیے قرآن حکیم نے امت مسلمہ کی توجہ کو اس طرف مبذول کیا ہے کہ اگر خدا نخواستہ بھائیوں میں غلط فہمی یا کشیدگی پیدا ہو جائے تو باقی مسلمانوں کو ان کے مابین صلح صفائی کرانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے : **انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم و اتقو اللہ لعلکم ترحمون** (الحجرات : 10)

اس قرآنی آیت میں اہل ایمان میں اخوت کا شعور پیدا کیا گیا ہے اور اخوت کے اس رشتے کے حوالے سے مسلمانوں کی توجہ کو معاشرتی، معاشی، سیاسی اور ملی شیرازہ بندی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ آیت دنیا کے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ کسی ملک، کسی قومیت، کسی زبان، کسی رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ ایک عالمی رشتہ اخوت میں منسلک کرتی ہے۔ بقول مولانا مودودی :

"یہ آیت دنیا کے تمام مسلمانوں کی ایک عالمگیر برادری قائم کرتی ہے اور یہ اسی کی برکت ہے کہ کسی دوسرے دین یا مسلک کے پیروکاروں میں وہ اخوت نہیں پائی گئی ہے جو مسلمانوں کے درمیان پائی جاتی ہے۔"

(تفہیم القرآن سورہ الحجرات : 10 کی تشریح ملاحظہ ہو)

قرآن حکیم نے جو عربی زبان وادب کا لافانی اور لاثانی عظیم شاہکار ہے بڑے بلیغ انداز میں "اخویکم" کا لفظ استعمال کیا ہے جس میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ آپس میں کشیدگی رکھنے والے بھی ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اس لیے تمہیں انکی باہمی کشیدگی سے بے تعلق نہیں رہنا چاہیے بلکہ فوری مداخلت کر کے ان میں صلح صفائی کرا دینی چاہیے تاکہ اسلامی معاشرہ انتشار کا شکار نہ ہو بلکہ صلح صفائی کے بعد اتحاد و اتفاق کی نعمت سے امن و امان اور تعاون کو فروغ حاصل ہوا اور یوں اسلامی معاشرہ ایک صالح، صحتمند اور مستحکم معاشرہ بن سکے۔ آیت کے آخری حصے میں "لعلکم ترحمون" میں قرآن حکیم نے یہ لطیف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے تم اسی وقت مستحق ہو سکتے ہو جب امت مسلمہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر ایک دوسرے سے محبت و پیار کا مظاہرہ کرے۔

Marfat.com

اسلامی روزے کی خصوصیات

یاایھاالذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ○ ایامًا معدودات فمن کان مریضًا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر ○ (2: 183-184)

(اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کئے گئے تھے۔ اس سے یہ توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو گی' چند مقرر دنوں کے روزے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے)

روزہ دنیا کی مختلف اقوام اور مختلف ادیان میں مروج رہا ہے۔ مصر کے قدیم لوگ' یونان و روم کی آبادی' ہندستان میں بسنے والے سب' کسی خاص مقصد کے لیے اپنے خاص طریق پر روزہ رکھتے ہیں۔ تورات میں اگرچہ روزے کی فرضیت موجود نہیں لیکن روزے کی مدح و ستائش ضرور بیان ہوئی ہے اور یہ بھی ذکر آیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے چالیس دن کے روزے رکھے۔ انجیل میں بھی روزے کی فرضیت کا ذکر نہیں تاہم روزے کی مدح کا بیان ہے اور حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریوں کے روزے کا ذکر ہے لیکن مختلف اقوام وادیان میں روزے کے طریقے روزے کا مقصد اور روزے کے اثرات مختلف رہے ہیں لیکن اسلامی روزے کی خصوصیات کا اگر جائزہ لیا جائے تو وہ جداگانہ منفرد اور ممتاز نظر آتی ہیں۔ سب سے پہلے ہم روزے کے اسلامی طریق کار کو لیتے ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صبح کے وقت اٹھ کر سحری کا اہتمام کرنا دنیا کے کسی اور مذہب اور قوم میں نظر نہیں آتا۔ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا:

"فصل ما بین صیامنا و صیام اہل الکتب اکلۃ السحر"

کہ ہمارے روزے کا طریق کار اور اہل کتاب کے روزے کا طریق کار کا

Marfat.com

فرق و امتیاز سحری کا کھانا ہے

حضرت انسؓ نے سرور دو عالم ﷺ کا ارشاد بیان کیا ہے جسے بخاری اور مسلم دونوں نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تسحروا فان فی السحور برکة۔ سحری کا اہتمام کیا کرو کہ سحری کے اہتمام میں برکت ہے۔

اسلامی روزے کی خصوصیات میں یہ بات بھی بے حد اہم ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی کے پیش نظر رمضان کی راتوں میں عبادت یا نماز تراویح کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔

اسلامی روزے کی اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ رات کی عبادت میں پورے قرآن حکیم کی رمضان المبارک میں ایک دفعہ تلاوت ضرور کی جاتی ہے جس نے اسلامی دستور حیات، نظام حیات اور اسلامی ضابطہ ہدایت کے واضح اصول پڑھنے اور سننے والوں کے ذہن و قلب میں تازہ ہو جاتے ہیں گویا یہ ایک ریفریشر کورس ہوتا ہے جو ہمیں ہمارے آئین سے باخبر کرتا ہے۔

اسلامی روزے کا چونکہ اصل مقصود تقویٰ قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے فرزندان توحید۔ تلاوت قرآن حکیم، ذکر رب کریم، تسبیح و تہلیل، نوافل میں مشغول رہنے اور دن میں ان باتوں سے جو نفس انسانی کے لیے پرکشش ہیں باز رہنے کی بنا پر اپنے خالق ومالک کا قرب اور اس سے وابستگی حاصل کرتے ہیں۔ گویا اسلامی روزہ اس عزم کا نشان ہے کہ مومن آئندہ بھی اپنے آقا کا حکم کی تعمیل بجالائے گا۔

اسلامی روزے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلامی روزہ رہبانیت کا سبق نہیں دیتا بلکہ اس بارگہ حیات میں دنیوی امور کو انجام دینے کے ساتھ ساتھ اسلامی روزے سے روحانیت کی بالیدگی حاصل ہوتی ہے اور سکون قلب میسر آتا ہے۔ امام غزالی اور شاہ ولی اللہ الدہلوی نے اس مضمون کو شرح وبسط المختصر اسلامی روزہ اپنے طریق کے اعتبار سے اپنے مقصد کے اعتبار سے منفرد اور ممتاز خصوصیات کا حامل ہے۔

Marfat.com

مزد و سرمایہ - تعلیمات اسلامی کی روشنی میں

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس موضوع پر گفتگو کرنے سے قبل یہ مناسب ہوگا کہ مزد و سرمایہ کے مفہوم اور ان کے باہمی ربط و تعلق کو مختصرا بیان کر دیا جائے۔

مزد سے مراد' اجرت (Wages) اور معاوضہ (Compensation) ہے۔ گویا یہ وہ حق محنت ہے جو کسی بھی محنت کش کو اس کے کام کی اجرت' معاوضہ یا انعام کے طور پر دیا جاتا ہے۔ سرمایہ سے مراد راس المال (Capital)' کے سامان تجارت (in Trade Stock) یا وہ ذرائع (Means) ہیں جنہیں فراہم کرنے کی صورت میں' کوئی محنت کش' اپنی فنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اکتساب رزق کرتا ہے۔

انسانی نفسیات کا مطالعہ کرنے والے حضرات سے یہ امر مخفی نہیں کہ خالق کائنات نے اپنی حکمت بالغہ سے مختلف لوگوں کو مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے بعض کو عقلی اور دماغی صلاحیتوں کا بہرہ وافر عطا کیا ہے تو بعض کو جسمانی ساخت کے اعتبار سے مضبوط بنایا ہے۔ بعض کو بے پناہ دولت سے نوازا ہے یا ذرائع معیشت تو عطا کئے ہیں لیکن وہ انہیں کام میں لانے کی مہارت اور دسترس نہیں رکھتے۔ دوسری طرف بعض لوگ تخلیقی اور فنی صلاحیتوں سے تو مالا مال ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس دولت اور ذرائع معیشت مفقود ہوتے ہیں چنانچہ ان دونوں قسم کے افراد کے لئے اکتساب رزق کے لئے' باہمی تعاون ناگزیر ہو جاتا ہے چنانچہ مزد و سرمایہ کے باہمی ربط و تعلق کی تاریخ بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ خود انسان کی اپنی تاریخ۔

مسلمان مفکرین نے بھی اس حقیقت کو بڑے واضح انداز میں اجاگر کیا ہے چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء علوم الدین میں' ابن خلدون نے مقدمہ میں اور شاہ

Marfat.com

ولی اللہ الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس پر بڑی مدلل اور مبسوط گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنی سرشت کے اعتبار سے مدنی الطبع ہے اور ہر انسان کسی نہ کسی شعبہ حیات میں دوسرے کی مدد و اعانت کی احتیاج رکھتا ہے۔ مشیت ایزدی کا تقاضا ہے کہ یہ احتیاج معاشرے کے افراد میں باہمی ربط و تعاون کو فروغ دے اور یوں اس ربط و تعاون سے ایک مستحکم معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

خود لفظ معاشرہ جو عربی لفظ ہے اور جس کے معنی مل جل کر رہنے کے ہیں افراد کے باہمی ربط و تعاون کے ناگزیر ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ انسانی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ اگرچہ تجارت صنعت' زراعت اور مختلف اداروں میں آجر و اجیر کے باہمی روابط' مزد و سرمایہ کے اسی باہمی ربط و تعلق پر استوار ہیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ ایک انسان نے دوسرے کی احتیاج اور شدت ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھانے اور اس کے استحصال کرنے کی کوشش بھی ضرور کی ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ دین علم و عمل ہے اور حکمت و بصیرت پر مبنی ایک معتدل و متوازن نظام حیات ہے جو قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کے لئے ہر شعبہ حیات میں رہنما اور زریں اصول بیان کرتا ہے۔ چنانچہ مزد و سرمایہ جیسا اہم شعبہ کیسے نظر انداز ہو سکتا ہے۔ قرآن حکیم میں اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی میں سب سے پہلے اصولی طور پر محنت کی عظمت بیان کی گئی ہے۔

ارشاد باری ہے : "لقد خلقنا الانسان فی کبد" (4:90)

(درحقیقت ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے)

گویا یہ کارگہ حیات پھولوں کی سیج نہیں جہاں انسان Lotuseater کی حیثیت سے محو استراحت ہونے کے لئے آیا ہے بلکہ اسے تو گرم لہو سے کام لیکر محنت' مشقت اور جدوجہد سے ایک فعال اور بھرپور کردار ادا کرنا ہے۔

قرآن حکیم میں اکتساب رزق کے لئے' رزق کی تلاش میں تگ ودو کے لئے' بار بار' امت مسلمہ کی توجہ کو مرکوز کیا گیا ہے۔ سورہ جمعہ میں ارشاد خداوندی ہے :

Marfat.com

" فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ " (62 : 10)

(پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) کو تلاش کرو)

سورۃ مزمل میں ارشاد ربانی ہے :

" و آخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللّٰہ "

(اور کتنے اور لوگ ہیں جو زمین میں چل پھر کر اللہ کا فضل (رزق) کو تلاش کرتے ہیں)

قرآن حکیم نے انبیاء کرام کے حوالے سے محنت کی عظمت کا تذکرہ کیا ہے اور امت مسلمہ کو فنی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور مالا مال ہونے کی تلقین کی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

" والنالہ الحدید ان اعمل سبغت و قدر فی السرد "(34 : 10-11)

(اور ہم نے حضرت داؤدؑ کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تاکہ وہ زرہیں بنائے اور ان کے حلقے ٹھیک اندازے پر رکھے)

رسول کریم ﷺ نے حضرت داؤدؑ کے حوالے سے اکتساب رزق اور محنت کی عظمت کو بیان فرمایا ہے :

" ما اکل احد طعا ما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدیہ وان نبی اللّٰہ داؤد کان یاکل من عمل یدیہ " (بخاری)

(کسی شخص نے اس کھانے سے بہتر کھانا ہرگز نہیں کھایا جو اس نے اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمایا ہو اور اللہ کے نبی حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کما کر کھاتے تھے)

حضرت سلیمانؑ کے متعلق قرآن حکیم اس حقیقت کو منکشف کرتا ہے

" یعملون لہ مایشاء من محاریب و تماثیل و جفان کالجواب وقدور رسیت "(34 : 13)

(وہ حضرت سلیمانؑ کے لئے ان کے فرمان کے مطابق اونچی عمارتیں،

Marfat.com

تصویریں' بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں بناتے)

حضرت نوحؑ کے متعلق یہ بیان کیا ہے :

" واصنع الفلک باعیننا و وحینا وہ تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون ویصنع الفلک ......" (11: 37-38)

(ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنانا شروع کرو اور دیکھو جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے حق میں مجھ سے کوئی سفارش نہ کرنا یہ سب ڈوبنے والے ہیں اور نوح کشتی بنا رہا تھا ____)

رسالتماب ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ایسے نبی کو نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں جب حضور ﷺ سے استفسار کیا گیا تو آپ ﷺ نے جوابا فرمایا کہ خود انہوں نے بھی مکہ مکرمہ میں اجرت لیکر بکریاں چرائی ہیں۔

(بخاری اور سیرت ابن ہشام)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا :

" اذا صلیتم الفجر فلا تنوموا امن طلب ارزاقکم "

(جب تم فجر کی نماز ادا کرلو تو اپنے رزق کی جدوجہد کے بغیر نیند کا نام نہ لو)

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا :

" طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ "

(معیشت کا طلب کرنا اللہ کے فریضہ عبادت کے بعد سب سے بڑا فریضہ ہے)

حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد تو رزق کے حصول کی سعی و تلاش کو بہت بڑی نیکی اور نعمت قرار دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا :

" من الذنوب ذنوب لا یکفر ھا الا الھم فی طلب المعیشۃ "

(بعض گناہوں میں ایسے گناہ ہیں جن کا کفارہ صرف طلب معیشت کی فکر اور جدوجہد میں کاوش ہی سے ہو سکتا ہے)

حضرت عمر فاروقؓ کے ان ارشادات کو دیکھئے کہ ان میں اکتساب رزق اور طلب

Marfat.com

معیشت کے جذبے کو کس قدر مہمیز لگائی گئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا :

" اطلبو الرزق فی خبایا الارض "

(روزی کو زمین کے پوشیدہ خزانوں میں تلاش کرو)

" لا یقعد احد کم عن طلب الرزق "

(تم میں سے کوئی شخص بھی طلب رزق کی جدوجہد میں پست ہمت ہو کر نہ بیٹھے)
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے ان ارشادات گرامی پر ذرا غور و فکر سے کام لیجئے ان سے ہمیں مزد و سرمایہ سے متعلق یہ واضح رہنما اصول ملتے ہیں۔

1- انسان کو اس کارگہ حیات میں محنت اور سعی و کاوش سے کام لینا چاہیے اور پست ہمتی اور سہل پسندی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

2- کسی پیشے کے اختیار کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرنا چاہیے اگر اللہ کے جلیل القدر نبی حضرت نوح کشتی بناتے ہیں اور حضرت داؤد لوہے کی زرہیں تیار فرماتے ہیں اور حضرت سلیمان ایک ماہر انجینئر کے طور پر خدمت انجام دیتے ہیں اور حضرت موسیٰ دیوار کو اٹھاتے نظر آتے ہیں جملہ انبیائے کرام بکریوں کے چرانے کی خدمت سرانجام دیتے ہیں تو باقی لوگوں کو مختلف پیشوں کے اختیار کرنے میں کوئی حجاب اور عار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

3- امت مسلمہ کو طلب معیشت میں سرگرم اور مستور رہنا چاہیے حتیٰ کہ جمعتہ المبارک کی نماز کے بعد بھی زمین میں پھیل جانا چاہیے۔

4- قرآن حکیم نے رزق کے لئے فضل من اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ گویا سرمایہ اور رزق اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی ت ہے۔ اس سے ان افکار کی تردید ہو جاتی ہے جو سرمائے کو جنجال اور مایا قرار دیتے ہیں۔ اسلام سرمایہ کا نہیں سرمایہ پرستی کا مخالف ہے اور اس کی مذمت کرتا ہے جیسا کہ قارون کے واقعہ میں بیان ہوا ہے۔

5- قرآن حکیم میں جا بجا انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب مال ہوگا تو ہی اس سے اللہ کا راستے میں خرچ کرنا ممکن ہوگا۔

Marfat.com

گویا قرآن حکیم ایک طرف مختلف صنعتوں میں مہارت اور دسترس پیدا کرنے کی توجہ دلاتا ہے تو دوسری طرف طلب معیشت اور اکتساب رزق کے جذبے کو ابھارتا ہے تاکہ اسلامی معاشرہ معاشی طور پر مستحکم اور خوشحال ہو اور معاشرے کے نادار افراد بھی زکوۃ' صدقات' انفاق فی سبیل اللہ اور عفو کے زریں اصول کے مطابق کفالت کی ضمانت حاصل کر سکیں۔

لیکن یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری ہے کہ غیر اسلامی معاشروں' یا سرمایہ دارانہ نظام میں یا اشتراکیت میں طلب معیشت کے ضمن میں حلال و حرام کی کوئی تمیز روا نہیں رکھی گئی لیکن اسلام چونکہ طیبت من الرزق (حلال و طیب رزق) کا قائل ہے اس لئے مزد و سرمایہ دونوں کے حوالے سے حرام ذرائع آمدنی پر قدغن لگاتا ہے چنانچہ شراب کے کاروبار میں اگر سرمایہ کاری ممنوع ہے تو اس میں محنت اور اس کی تیاری کی فنی صلاحیتوں کا اکتساب بھی ممنوع ہے۔

مزد و سرمایہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ سرمایہ کاری کرنے والے اور محنت کش کے باہمی روابط' اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کیسے ہونے چاہئیں۔ قرآن حکیم نے حضرت موسیٰؑ اور شیخ مدین کے واقع میں جو رہنما زریں اصول دیئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں کام کی نوعیت' مدت کار اور اجرت و معاوضہ کا واضح تعین کر لیں اور اس معاہدے کی پابندی دونوں پر لازم ہو دونوں ایک دوسرے کو اخلاص اور حسن عمل سے کام لینے کا یقین دلائیں اور پھر اس وعدے پر پورا اتریں نیز سرمایہ کار محنت کش سے اس کی ہمت سے بڑھ کر کام نہ لے رسول اکرم ﷺ ، متعدد ارشادات میں سے صرف چند ایک ذکر کرتا ہوں جن میں باہمی روابط کے بارے میں رہنما اصول دیئے گئے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا :

" فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ ممایاکل ولیلبسہ مما یلبس ولا تکلفوھم مایغلبھم فان کلفتموھم مایغلبھم فآعینوھم " (صحیح بخاری)

(اگر کسی (سرمایہ کار) کے ہاں اس کے ماتحت ہو تو اسے وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور اسے وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اے لوگو! اپنے

Marfat.com

ماتحتوں سے اتنا کام نہ لو جو ان کی ہمت و استطاعت سے بڑھ کر ہو اور اگر تم ان سے زیادہ کام کسی وجہ سے لیتے ہو تو ان کی اعانت کرو)

اس ارشاد سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سرمایہ کار محنت کش کو اپنا بھائی سمجھے اور تحقیر سے پیش نہ آئے' اس محنت کش کو کم از کم معاوضہ اور اجرت اس قدر ضرور دے جس سے اس کی خوراک اور لباس کے اخراجات بالخصوص اور دیگر اخراجات بالعموم پورے ہو سکیں۔ ان لوگوں سے ان کی ہمت سے بڑھ کر کام نہ لیاجائے اور اگر لیا جائے تو اضافی معاوضہ' بونس منصبی ترقی' اور اگر محنت کش' مضاربت (Partnership) کے طور پر نفع و نقصان میں شریک ہے تو اسے اضافی نفع یا نفع میں اضافی حصہ دیا جائے۔

دوسری طرف سرمایہ کار کے لئے محنت کش کو اخلاص عمل کی تلقین کی گئی ہے حضور ﷺ نے فرمایا :

" ان العبد اذالنصح لسیده و احسن عبادة اللّٰہ فله اجره مرتین "

(بندہ جب اپنے مالک کے لئے اخلاص سے کام انجام دیتا ہے اور اپنے مالک حقیقی کے تعلق میں بھی حسن عمل سے کام لیتا ہے تو اس کو اس کا اجر دوبار ملتا ہے)

گویا محنت کش کو اپنا کام پوری خوش اسلوبی سے انجام دینا چاہیے۔

قرآن حکیم نے مزد و سرمایہ کے بارے میں خصوصی رہنما اصول دینے کے ساتھ بعض عمومی اصول بھی عطا کئے ہیں مثلا

" وتعاونوا علی البرو التقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان " (2:5)

(نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہمی تعاون سے کام لو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون نہ کرو)

اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ اور فراخدالانہ رویہ پیدا کرنے کے لئے ارشاد خداوندی ہے : " ولا تتنسو الفضل بینکم "

(آپس میں ایک دوسرے سے فراخدلانہ برتاؤ کرنا کبھی نہ بھولو)

نیز اخوت' مساوات' عدل و انصاف' احسان' ایثار' باہمی مشاورت عہد کا پورا

Marfat.com

کرنا' عفوو درگزر' امانت اور دیانت کے عمومی اصول بیان کئے گئے ہیں جو مزد و سرمایہ کے باہمی ربط کو خوشگوار اور مستحکم بناتے ہیں لیکن ان سب باتوں کی اساس اور بنیاد خدائے واحد پر ایمان' رسول اکرم ﷺ سے وابستگی اور ان کی اطاعت اور آخرت میں مسئولیت اور جوابدہی کے تصور پر رکھی گئی ہے۔

مزد و سرمایہ کا موضوع صنعت' زراعت اور تجارت اور دیگر شعبہ حیات تک عظیم وسعتوں کا حامل ہے میں یہاں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک اچھے تاجر کی خصوصیات کا ذکر کرتا ہوں۔

اچھا تاجر وہ ہے جو دیانت دار امین خلیق و نیک سیرت ہے۔ رزق حلال پر یقین رکھتا ہے' فراخدل ہے۔ بات کا پکا اور قول کا سچا ہے۔ اس کی ساکھ قابل رشک ہے لوگ اس پر گہرے اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ صاحب فہم و ادراک ہے' وسیع تجربے اور صلاحیت کا حامل ہے کاروباری حلقوں میں اس کی شخصیت جانی پہچانی ہے' بے لوث اور متوکل ہے' لوگ کامل اطمینان سے کاروباری معاملات میں اس سے مشورے لیتے ہیں۔ اپنے شریک کار اور ملازمین سے فراخدلانہ برتاؤ کرتا ہے۔ دوسری طرف ایک اچھا محنت کش وہ ہے جو دیانتدار امین' خلیق' نیک سیرت ہے' فنی صلاحیتوں سے مالا مال ہے۔ اپنے مالک یا شریک کار کے کام کو پوری دلجمعی' نیک نیتی' خلوص مستعدی اور سرگرمی سے انجام دیتا ہے۔ حرص و طمع سے بالاتر ہو کر' ملنے والے نفع یا اجرت کو عطیہ خداوندی سمجھ کر اس کے حضور شکر بجالاتا ہے۔

المختصر اگر مزد و سرمایہ کے ان رہنما اور زریں اصول جو قرآن حکیم اور صاحب قرآن ﷺ نے ہمیں عطا کئے ہیں ہم صحیح معنوں میں ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو نہ صرف یہ کہ پاکستان کے معاشی استحکام میں اپنا کردار ادا کر سکیں گے بلکہ ملی سطح پر اور بین الاقوامی سطح پر یہ ایک بہت بڑی خدمت ہوگی۔

Marfat.com

اسلام کا اقتصادی نظام - امداد باہمی

امداد باہمی کا لفظ سنتے ہی عام طور پر موجودہ ذہن' امداد باہمی کے مغربی تصور کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جسے کو آپریٹو سوسائٹی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ امداد باہمی کی یہ صورت چونکہ مغرب سے آئی ہے اس لئے اس میں سود کی نجاست موجود رہتی ہے۔ چنانچہ ایسی تمام سوسائٹیاں جو قائم کی جاتی ہیں اور جن کا مقصد غریب کاشتکاروں' مزدوروں اور متوسط طبقوں کو آسان شرائط پر قرض فراہم کرنا ہوتا ہے انہیں فائدہ کی بجائے اکثر و بیشتر نقصان پہنچانے اور ان کے لئے وبال جان بننے کا باعث بن جاتی ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے اس کا اپنا منفرد مزاج ہے اسلام نے جہاں پوری انسانی زندگی کے ہر ہر گوشے میں رہنما زریں اصول دیئے ہیں وہاں امداد باہمی کے لئے بھی اعلیٰ' قابل عمل' انتہائی مفید اور موثر رہنما اصول عطا فرمائے ہیں۔ سب سے پہلے تو قرآن حکیم نے انسان کی اخلاقی حس کو بیدار کیا ہے تاکہ معاشرے کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے میں مسرت و خوشگواری محسوس کریں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"و تعاونوا علی البر و التقوی و لا تعاونوا علی الا ثم والعدون"

(تم نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو لیکن گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون ہرگز نہ کرو)

اس ارشاد باری میں جہاں نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خواہ ان کا تعلق معاشرتی زندگی سے ہو یا معاشی زندگی سے امداد باہمی اور تعاون کا سبق دیا گیا ہے۔ وہاں یہ شرط بھی عائد کی گئی ہے کہ برائی اور گناہ کے کاموں میں تعاون ہرگز ہرگز نہ کیا جائے کیونکہ جس طرح نیک کاموں میں تعاون سے معاشرے کے مختلف افراد میں باہمی ربط و یگانگت پیدا ہونگے اور ان کے مل جل کر معاشی امور انجام دینے میں معیشت کو استحکام حاصل ہو گا۔ اسطرح برائی کے کاموں میں تعاون کرنے سے

Marfat.com

ذخیرہ اندوزی' سمگلنگ' ملاوٹی اشیاء کو مہنگے داموں فروخت کرنے کا رجحان - اس قسم کی لعنتیں معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی جس کے نتیجے میں ملکی اور ملی معیشت بری طرح متاثر ہو گی۔

اب ہم ان اصول کا ذرا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں جو اسلام نے اقتصادی نظام کے ضمن میں امداد باہمی کے بارے میں ہمیں بتائے ہیں۔

ان میں امداد باہمی کا ایک اہم اصول مضاربت ہے۔ مضاربت ایسے تجارتی معاملے کو کہتے ہیں جن میں ایک طرف سے سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے اور دوسری جانب سے فقط محنت ہوتی ہے اور منافع باہمی نصف نصف یا حسب اقرار کم و بیش طے پا جاتا ہے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ ایک طرف بہت سے امیر لوگ ہیں جن کے پاس وافر سرمایہ موجود ہوتا ہے لیکن وہ تجارتی آداب اور کاروباری طریقوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔ دوسری طرف معاشرے میں ایسے ذہین اور مہارت رکھنے والے افراد ہوتے ہیں جنہیں تجارتی امور میں اچھی خاصی دسترس حاصل ہوتی ہے وہ کاروبار کو چلانے اور چمکانے کی زبردست اہلیت رکھتے ہیں۔ دیانتدار بھی ہیں ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا۔ جس سے وہ کوئی کاروبار کر سکیں اب دونوں گروہوں کے لئے جائز دولت کمانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سرمایہ دار اپنا سرمایہ مناسب شرائط پر فراہم کرے اور مہارت رکھنے والا شخص ایک طرف تو سرمایے کے تحفظ کا اطمینان دلائے اور دوسری طرف اپنی محنت اور مہارت سے کاروبار کو چلائے اس طریق سے دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس میں سودی نظام کی نسبت کہیں زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ گویا یہ طریق ایک طرف سودی نجاست سے نجات دیتا ہے تو دوسری طرف فریقین کے لئے کہیں زیادہ فائدے کے حصول کا باعث بنتا ہے۔

تاریخ اسلام اس امر پر شاہد ہے کہ رسول اکرم ﷺ نبوت سے پہلے شام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مال میں تجارت اسی اصول مضاربت کے مطابق ہی کی تھی۔ چنانچہ تجارت کے وہ تمام صاف ستھرے طریقے جو استحصالی طریقوں سے پاک

Marfat.com

تھے' اسلام نے انہیں جائز اور برقرار رکھا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں امداد باہمی کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"امداد باہمی کی چند قسمیں ہیں جن میں سے ایک مضاربت ہے اور وہ یہ ہے کہ مال ایک شخص کا ہو اور محنت دوسرے شخص کی اور دونوں کی رضامندی سے نفع باہمی تقسیم کیا جائے۔ اس امداد باہمی کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض سرمایہ لگانے والے جو تجارت اور کاروبار سے تو آشنا ہوتے ہیں لیکن دوسرے ملکوں اور علاقوں میں جاکر تجارت نہیں کرسکتے۔ وہ اپنا سرمایہ ایسے ہونہار مستور' معتمد اور ذہین افراد کو دے دیتے ہیں جو دوسرے ملکوں اور شہروں میں جاکر تجارت کرتے ہیں اور اپنی فنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خوب روپیہ کماتے ہیں۔ خود بھی نفع حاصل کرتے ہیں اور سرمایہ لگانے والے کو بھی خاطر خواہ نفع پہنچاتا ہے۔ قرآن حکیم میں سورہ مزمل میں اسی کی طرف ایک اشارہ ہے :

"واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل للہ"

(اور مومنین کا ایک گروہ وہ ہے جو زمین میں چل کر اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں)

اس طریقے سے جہاں ملکی سرمایہ حرکت اور گردش میں آتا ہے وہاں غریب اور نادار افراد کو روزگار مل جاتا ہے۔ مضاربت کے اصول میں ایک خاص نکتہ یہ بھی ہے کہ بعض غیور اور خوددار ماہرین جو ملازمت اختیار کرنا پسند نہیں کرتے انہیں بھی رزگار میسر آجاتا ہے اور ان کی فنی صلاحیتوں سے معاشرے کو بھرپور فائدہ پہنچتا ہے)۔ اس کے علاوہ امداد باہمی کی ایک عام صورت شراکت بھی ہے جس میں چند افراد مل کر ایک ادارہ یا کمپنی بناتے ہیں۔ ہر شخص اس میں سرمایہ فراہم کرتا ہے اور محنت بھی کرتا ہے۔ اس طرح بہت سے افراد کے باہمی تعاون سے ایک ایسے بڑے کام یا کاروبار کو چلانا بھی ممکن ہو جاتا ہے جو ایک دو افراد کے بس میں نہ ہو چنانچہ اکثر و بیشتر بڑی بڑی صنعتیں امداد باہمی سے معرض وجود میں آتی ہیں اور ملکی صنعت و حرفت کو فروغ ہوتا ہے۔

Marfat.com

امداد باہمی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بغیر سرمایے کے صرف محنت اور عمل میں چند افراد شریک ہو جائیں اور کوئی طے شدہ کام کسی کے ہاں انجام دینے کے بعد حاصل ہونے والے معاوضے میں شریک ہو جائیں۔ اس صورت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایک یا دو شخص اس کام کو انجام دینے سے قاصر ہیں لیکن بہت سے افراد کا عمل اور محنت میں اشتراک سب کے لئے خیر و برکت کی نوید لاتا ہے۔

دور حاضر میں امداد باہمی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بہت سے افراد ملکر روزانہ ہفتہ وار یا ماہانہ ایک مقررہ رقم ایک معتمد شخص کے پاس جمع کرتے ہیں۔ مہینے کے آخر میں قرعہ ڈالا جاتا ہے جس کے نام قرعہ نکل آئے وہ رقم اس کے حوالے کر دی جاتی ہے اور یہ عمل ہر ماہ جاری رہتا ہے۔ اس طرح شخص واحد کو امداد باہمی کے اصول سے اتنا سرمایہ فراہم ہو جاتا ہے کہ وہ اس سے اپنا کاروبار چلا سکے۔

المختصر امداد باہمی کی یہ تمام صورتیں ایسی ہیں جو نہ صرف نظام معیشت کے لئے مفید ہیں بلکہ اس سے معاشرتی زندگی میں بھی روابط بڑھتے ہیں۔ میل ملاپ سے معاشرتی خوشگواری اور سازگاری پیدا ہوتی ہے یہاں اس امر کا ذکر بھی بیحد ضروری ہے کہ امداد باہمی کی ناجائز صورتوں سے قرآن حکیم نے سختی سے منع کیا ہے اس لئے نشہ آور اشیاء کی تیاری' فروخت' سودی لین دین' سمگلنگ' ذخیرہ اندوزی' ملاوٹ' فراڈ' غبن' چوری' ڈکیتی ان سب میں اگرچہ امداد باہمی کی صورت نظر آتی ہے لیکن یہ سب کسی بھی انسانی معاشرے کے لئے لعنت ہیں۔ اسی لئے قرآن حکیم نے یہ روشن اصول دیا ہے "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"
(کہ گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے سے ہرگز تعاون نہ کرو)

اسلام کے یہ وہ زریں اصول ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ہی انسانی معاشرہ مستحکم و خوشگوار ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔

Marfat.com

اسلام کا تصور اتحاد و تنظیم

اسلام دین فطرت ہے اور قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کے لئے ایک جامع کامل محفوظ اور روشن ضابطہ حیات ہے۔ اسلام نے معاشرہ انسانی کو ساز گار اور خوشگوار بنانے کے لئے اتحاد و تنظیم کا ایک ایسا لاثانی راہنما اصول دیا ہے جس کی نظیر ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم میں ڈھونڈے بھی نہیں ملتی۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے :

" یایھاالذین امنوا تقوااللہ حق تقتہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون واعتصموا بحبل اللہ جمیا ولاتفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذکنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم اخوانا وکنتم علی شفاحفرۃ من النار فانقذ کم منھا کذلک یبین اللہ لکم ایتہ لعلکم تھتدون "

(اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہارا مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہئے اور اللہ کی رسی کو' سب مل کر، مضبوطی سے پکڑو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو اور اللہ کا اپنے اوپر احسان یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم ایک آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے نجات دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں تم پر کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم جادۂ ہدایت پر گامزن ہو جاؤ)

اس میں اہل ایمان کو اس امر کی تلقین کی گئی ہے وہ اتحاد و تنظیم کی نعمت سے سرشار ہو کر اکٹھے اللہ کی رسی کو یعنی قرآن حکیم کو مضبوطی سے تھام لیں۔ یہ اللہ کی وہ رسی ہے جو چھوٹ تو سکتی ہے لیکن ٹوٹ نہیں سکتی۔ اگر مسلمان واقعی قرآن حکیم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اس سے وابستہ رہیں گے تو کوئی شیطان

Marfat.com

اور فتنہ خیز شخص مسلمانوں میں کبھی انتشار پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا اور قرآن حکیم سے اس تمسک اور وابستگی کا ثمرہ اور نتیجہ یہ ہو گا کہ انفرادی زندگی کی طرح مسلمان قوم کی اجتماعی قوت بھی مستحکم اور ناقابل شکست ہوجائیگی۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قرآن حکیم سے وابستگی ہی وہ بنیادی شے ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہو جاتی ہیں اور ایک مردہ قوم حیات تازہ حاصل کرتی ہے۔

قرآن حکیم دوسرے موقع پر وحدت نسل انسانی کی طرف توجہ مرکوز کی گئی ہے ارشاد ربانی ہے :

" یاایھاالناس اناخلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوباو قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم "

گویا جب خالق ایک ہے نسل انسانی ایک ہے۔ ہدایت ربانی ایک ہے اور پروردگار کے ہاں انسانی کامیابی کا معیار تقویٰ اور پرہیز گاری ہے تو سارے طبقاتی فرق مٹ گئے ہیں اور رنگ' نسل' زبان' قوم اور علاقائی فرق و امتیاز ختم ہو گیا تو وہ سب چور دروازے سے جو انسانی گروہوں میں انتشار کا سبب بنتے ہیں ختم کر دیئے گئے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے قرآنی تعلیمات اور اپنے حسن عمل سے عرب معاشرے میں ایک ایسا انقلاب برپا کیا جس سے ذرا ذرا سے بات پر لڑائی اور خونریزی کا بازار گرم کرنے والے اور صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے عرب قبیلے برادرنہ اتحاد سے شیرو شکر ہو گئے اور نہ صرف یہ کہ اخلاق عالیہ کے پیکر پوری نوع انسانی کے لئے اخلاق سے معلم ہو گئے۔ کوئی بھی انسانی معاشرہ اس وقت تک اتحاد اور تنظیم کی نعمت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جب تک اس سے افراد باہمی خلوص و اعتماد' محبت و احترام اور ہمدردی و ایثار کے جذبات سے سرشار نہ ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اتحاد کی لڑی میں پرونے کے لئے ارشاد فرمایا :

" المومنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ وان اشتکی راسہ اشتکی کلہ "

(مومنین کی مثال شخص واحد کی سی ہے اگر اسکی آنکھ دکھتی ہے تو اس

Marfat.com

کا پورا جسم دکھ اٹھاتا ہے اور اگر اس کا سر دکھتا ہے اس کا پورا جسم دکھ اٹھتا ہے)
حضور ﷺ نے ایک اور آسان اور قابل فہم مثال سے اتحاد کی تلقین کا ارشاد فرمایا : " المؤمن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا "
اہل ایمان کی مثال ایک مکان کی سی ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مستحکم اور مضبوط بناتا ہے افتراق اور انتشار کی اصل جڑ غرور و تکبر اور تفاخر ہے۔
حضور ﷺ نے جاہلی عرب عصبیت کی نسبت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا :

" لیس منامن دعا الی عصبیة ولیس منامن قاتل عصبیة ولیس منا من موتا علی عصبیم "

(وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے عصبیت کی دعوت دی وہ شخص ہم میں سے نہیں۔ جس نے عصبیت کے سبب جنگ کی۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں جس کی موت اس صورت میں ہوئی کہ وہ عصبیت سے کام لے رہا تھا)

حجة الوداع کے مبارک موقع پر فرزندان توحید کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو مخاطب کرتے ہوئے فخر دو عالم محمد ﷺ نے فرمایا :
لوگو ! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بلاشک تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عرب کو عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عرب پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقویٰ اور پرہیزگاری کے
رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کے دلوں میں محبت و الفت پیدا کرنے اور اتحاد و اتفاق کی لڑی میں پرونے کے لئے پوری مخلوق کو خدا کا کنبہ قرار دیا اور فرمایا :

" الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ "

(پوری مخلوق خدا کا کنبہ ہے پس اللہ کے نزدیک ایک مخلوق میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو اسکی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے)
ان میں احساس نفرت دور کرنے اور ایک دوسرے کی عزت و آبرو کا اقرار پیدا کرنے کے لئے محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا :

" المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ "

Marfat.com

(مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں)
یہاں ایک امر کی طرف توجہ مرکوز کرنا بیحد ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام نے صرف ایک نظریہ اور تصور ہی پیش نہیں کیا بلکہ تصور اتحاد و تنظیم کے فکری پہلو کے ساتھ ساتھ اسکی عملی تربیت کا بھی انتظام فرما دیا چنانچہ اگر ہم ارکان اسلام کی حکمت پر غور کریں تو حیرت ہوتی ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو اتحاد و اخوت کی لڑی میں پرونے کے لئے کس قدر موثر انتظام کیا ہے۔ نماز کو لیجئے امیر و غریب' شاہ و گدا' اور محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ زکوۃ سے امیر کے دل میں خدا ترسی اور رحمدلی کے جذبات ابھرتے ہیں اور غریب مالی معاونت کے حاصل ہونے سے نہ صرف یہ کہ معاشرے کا ایک مفید فرد بننے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے بلکہ امیر و غریب کا طبقاتی فرق ختم ہو کر احترام کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح حج 'رنگ' نسل' زبان اور علاقے کے تمام تعصبات اور طبقاتی فرق مٹا کر اہل ایمان کو ایک ہی لباس میں اپنے رب کے حضور لاکھڑا کرتا ہے اور اس طرح ارکان اسلام میں مسلمانوں میں اتحاد و تنظیم کی عملی تربیت کا مستقل انتظام کر دیا گیا۔ قائداعظم کا یہ فرمان اسلام کی مذکورہ بالا تعلیمات کی عکاسی کرتا ہے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

"جب میں پاکستان کے کسی طبقے پر صوبائیت کا غلبہ پاتاہوں تو مجھے قدرتی طور پر دکھ ہوتا ہے۔ پاکستان کو اس برائی سے آزاد ہونا چاہئے یہ تفرقہ اس دور حکومت کی یادگار ہے جب آپ انگریزوں کے تحکم سے بچنے کے لئے صوبائی خود مختاری اور تعارفی آزادی عمل پر جان دیتے تھے مگر اب جبکہ مرکزی حکومت اور اقتدار تمام تر آپ کا اپنا ہے۔ اس انداز سے سوچتے چلے جانا محض حماقت ہے۔ بالخصوص جبکہ آپ کی مملکت نئی نئی وجود میں آئی ہے اور شدید ترین اندرونی و بیرونی مسائل سے دوچار ہے۔ اس نازک موقع پر صوبائی' مقامی یا مفاد کو مملکت کے کسی اہم مفاد پر غالب آنے دینا خودکشی کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی تعلیمات اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

اسلامی قوانین

اگر ہم مختلف انسانی معاشروں اور اقوام کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آئیگی کہ ہر انسانی معاشرے میں خواہ وہ تہذیب و ترقی سے اعلیٰ درجے پر فائز ہو یا ادنی درجے پر کوئی نہ کوئی قانون ضرور رائج ہے۔ انسان مدنی الطبع ہے اور انسانی معاشرے میں افراد کا ایک دوسرے سے تعاون ناگزیر ہے۔ لیکن انسان طبعاً حریص لالچی اور خود غرض واقع ہوا ہے اور یہ بات اسے دوسرے انسانوں پر دست ظلم دراز کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ چنانچہ مظلوم کو تحفظ دینے، حقدار کو اس کا حق دلانے اور باہمی معاملات کو نپٹانے کے لئے ہر دور میں قانون کی ضرورت در پیش رہی ہے۔ایک عمدہ اور معیاری قانون معاشرے اور سلطنت کے استحکام کا باعث بنتا ہے جبکہ خود غرضی اور کسی تصنن کے ذاتی مفادات پر مبنی قانون نہ صرف یہ کہ سلطنتوں کی بربادی کا باعث ثابت ہوتا ہے بلکہ ایسا قانون کبھی دیرپا نہیں ہوتا اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اپنی موت مر جاتا ہے۔ قانون دان حضرات اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ قانون حمورابی، قانون موسوی، قانون یونانی اور قانون رومی اپنے اپنے وقت میں کثرت کے حامل رہے ہیں لیکن نبی آخرالزماں ﷺ جو اسلامی قانون (شریعت) لیکر آئے وہ دنیا کے ان معروف قوانین پر چھا گیا اور پوری دنیا سے اپنی عظمت اور فوقیت کا لوہا منوایا۔ ہم یہ بات محض عقیدت کی بنا پر نہیں کہہ رہے بلکہ حقیقت کی بنا پر کہہ رہے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ دوسرے قوانین وضعی (Man -made) ہیں جبکہ اسلامی قانون شرعی (Divine) ہے دوسرے قوانین انسانی ہیں جبکہ اسلامی قانون ربانی ہے اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون عارضی اور وقتی ہوتے ہیں جبکہ اس کائنات کے خالق و مالک کا عطا فرمودہ قانون قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کے تمام مسائل کا حل بطریق احسن پیش کرتا ہے کیونکہ اسلامی قانون کا مقنن رحمان و

Marfat.com

رحیم رب رحیم کریم ہے جو سراپا رحمت ہے۔ اس کا شارح رحمۃ للعالمین اور نبی رحمت ہے اس لئے اسلامی قانون بھی رحمت پر مبنی ہے۔ یہ آسان ہے' قابل عمل ہے' متوازن ہے' ہمہ گیر ہے' ہر زمانے کے لئے موزوں ہے' فلاح عامہ پر مبنی ہے۔ عقل و بصیرت پر مبنی ہے اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ سراسر اخلاق پر مبنی ہے۔ اسلامی قانون کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ایک مستشرق (DR. Saba Habachy) نے لکھا ہے:

" Islam is a complete way of life, a religion ,an ethic and a legal system all in one"

مسلمان فقہاء کرام کی مساعی جمیلہ اور مہارت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس نے کہا ہے :

" The Muslim juristis and theologians of the second centery of the Hegira have elaborated a structure of law that is from the point of win of logical perfection one of the most brilliant essay of human reasoning "

چنانچہ اسلامی قانون اپنی عمدگی اور پختگی کی بنا پر مغربی افکار پر اثر انداز ہوا چنانچہ اسی مستشرق کے بقول :

" There is no doubt that the high ethical standard of certain pasts of Asah Law acted favourably on the development of our modern concepts, and there is life its enduring merit"

تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ عباسی دور میں جب یونانی فلسفے' طب' ادب اور مختلف فنون کے عربی میں ترجمے ہوئے تو کسی قانون کی کتاب کا ترجمہ نہیں ہوا۔ اس لئے کہ اسلامی قانون' اسلامی شریعت کا سرچشمہ کتاب و سنت ہے جس سے حکمت و

Marfat.com

بصیرت کے سوتے ابلتے ہیں اس لئے فقہائے کرام کو کبھی غیر اسلامی قانون سے استفادہ کرنیکی ضرورت پیش نہیں آئی۔

جب تک مسلمان قانون شریعت کا احترام اور اس پر عمل کرتے رہے ان کا قانون نہ صرف بلاد اسلامیہ میں مروج ہوا بلکہ غیر اسلامی ممالک میں بھی اثر انداز رہا لیکن جب تک مسلمانوں پر سیاسی زوال و ادبار کے بادل چھا گئے تو وہ آہستہ آہستہ اپنے اس عظیم اور گرانقدر سرمائے سے بھی غافل ہوتے چلے گئے - حتی کہ غیر مسلم حکومتوں کے زیر اثر یہ نوبت آئی کہ پوری دنیا سے اپنی عظمت کا لوہا منوانے والے اسلامی قانون کے حاملین نے قانون سازی میں دوسری قوانین پر انحصار کیا ہے اور مجھے اس تلخ حقیقت کا اعتراف ہے کہ مسلمان اپنی شریعت کی عظمت اور اہمیت سے غافل اور بے خبر ہو گئے۔

دراصل شریعت اسلامی میں کچھ قوانین غیر متغیر اور مستقل ہیں جو کہ کسی بھی زمانے بھی انیسویں صدی میں حکومت عثمانیہ نے اسی قسم کی ایک کوشش کی اور مجلة الاحكام العدليه کے نام سے قانون مدنی کی تدوین ہوئی۔ بیسویں صدی کے اوائل میں مصر میں قوانین کو شریعت اسلامی کے مطابق ڈھالنے کی تحریک شروع ہوئی۔ اس برصغیر پاک ہند میں حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں میں بیداری کی ایک لہر دوڑا دی اور مسلمانوں کے جمود کو توڑنے اور انہیں متحرک بنانے کے لئے سعی بلیغ فرمائی۔ اپنے چھٹے خطبے میں جو اجتہاد سے متعلق ہے وہ فرماتے ہیں :

"اسلام کے نزدیک حیات کی یہ روحانی اساس ایک قائم و دائم وجود ہے جسے ہم اختلاف اور تغیر میں جلوہ گر دیکھتے ہیں۔ اب اگر کوئی معاشرہ حقیقت مطلقہ کے اس تصور پر مبنی ہے تو پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ثبات اور تغیر دونوں خصوصیات کا لحاظ رکھے اس کے پاس کچھ تو اس قسم کے دوامی اصول ہونا چاہئیں جو حیات اجتماعیہ میں نظم و انضباط قائم رکھیں کیونکہ مسلسل تغیر کی اس بدلتی ہوئی دنیا میں ہم اپنا قدم مضبوطی سے جما سکتے ہیں تو دوامی (محکمات) ہی کی بدولت،

Marfat.com

لیکن دوامی اصولوں کا یہ مطلب تو ہے ہی نہیں کہ اس سے تغیر اور تبدیلی کے جملہ امکانات کی نفی ہو جائے اس لئے کہ تغیر وہ حقیقت ہے جسے قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانی ٹھہرایا ہے اس صورت میں تو ہم اس شے کو جس کی فطرت میں حرکت ہے حرکت سے عاری کردینگے"

چنانچہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آرزو کو اس تجویز کی صورت میں پیش کیا :

"موجودہ بلاد اسلامیہ میں فقہ کی تعلیم جس نہج پر ہو رہی ہے اس کی اصلاح کی جائے۔ فقہ کا نصاب مزید توسیع کا محتاج ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ جدید فقہ کا مطالعہ بھی احتیاط سے اور سوچ سمجھ کر کیا جائے"

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں ایسے ماہرین شریعت تیار کئے جاسکیں جو ایک طرف تو شریعت کے بنیادی ماخذ پر گہرا عبور رکھتے ہوں تو دوسری طرف موجودہ تمدنی حالات اور جدید قوانین پر گہری نظر رکھتے ہوں۔ یہ ماہرین شریعت بنچوں میں جہاں مختلف مسائل فیصلے کے لئے آنا شروع ہو گئے ہیں۔ مفید ملی خدمت انجام دے سکیں گے۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ مرحلے خاصے دشوار گزار ہیں لیکن اس امر کا بھی یقین ہے کہ جب اللہ پر توکل کر کے پورے عزم و ہمت سے کام لینگے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نیک مقاصد میں ضرور کامیاب فرمائے گا۔

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس میں فرزندان توحید آباد ہیں مجھے اپنے ہم وطنوں کی صلاحیتوں پر پورا پورا اعتماد ہے۔ ہمارا یہ ملی فریضہ ہے کہ پاکستان کو مستحکم بنانے اور قیام نظام اسلام کے لئے شب و روز محنت سے کام لیکر بھرپور کردار ادا کرے، بقول حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ

مثل کلیم ہوا گر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

Marfat.com

اسلامی حکومت اور قضا

اسلام دین فطرت ہے اور قیامت تک آنیوالی پوری نسل انسانی کے لئے ایک جامع' روشن' محفوظ اور کامل ضابطہ حیات ہے' نظام عقائد و افکار ہو یا نظام عبادت' نظام معاشرت ہو یا نظام معیشت' روحانی و اخلاقی نظام ہو یا نظام عائلی و منزلی' نظام سیاست ہو یا قانون' انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی' قومی و ملی زندگی ہو یا بین الاقوامی زندگی' قرآن حکیم اور صاحب قرآن ﷺ کے ارشادات گرامی میں' زندگی کے ہر ہر موڑ اور ہر ہر گوشے میں رہنما زریں اصول عطا کئے گئے ہیں جو عالم انسانیت کی فلاح و کامرانی کی مکمل ضمانت دیتے ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی انسانی معاشرہ عدل و انصاف کے قیام کے بغیر صحتمند بنیادوں پر استوار نہیں ہو سکتا اس لئے اسلام نے اسلامی حکومت کے لئے قضا کے بنیادی رہنما اصول دیئے ہیں - قرآن حکیم میں قضا کے کونسے رہنما اصول ہیں؟ سنت میں قضاء کے کن رہنما اصول کی تلقین کی گئی ہے - اسلامی تاریخ کے آئینے میں قضاء چند نظائر' قاضی کا منصب اور اس کی ذمہ داریاں' بنیادی اصول قضا اور آخر میں قضا کے وہ خصائص جس کی بنا پر اس کو دنیا بھر کے نظامہائے قضاء میں ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے یہ وہ چند مباحث ہیں جنھیں اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے ہم قرآن حکیم کی روشنی میں قضاء کے رہنما اصول کا جائزہ لیتے ہیں:

قرآن حکیم میں مدینہ منورہ میں اسلامی انقلاب کے بعد قائم ہونیوالی پہلی اسلامی حکومت کے اولین سربراہ مملکت کو' جو رسول و پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ اولین مامور من اللہ قاضی بھی ہیں یہ تلقین کی گئی ہے:

Marfat.com

"فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم عما جائک من الحق" (1)

اس ارشاد ربانی میں اولاً قضا کو ایک دینی فریضہ قرار دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اسلامی حکومت کے فرائض میں سے ہے کہ وہ ایک عادلانہ نظام قضاء قائم کرے اور لوگوں کے مابین جھگڑوں اور تنازعات کا فیصلہ قانون ربانی کے مطابق انجام دے - حقداروں کو ان کے حقوق دلوائے اور حقوق تلف ہو رہے ہوں تو ظلم کا ازالہ کرے -

اس آیت کا خطاب رسول کریم ﷺ سے ہے جو اسلامی معاشرے (اسلامی امہ) اور ریاست مدینہ کے سربراہ ہیں - اس جامع آیت میں آپ ﷺ کو منصفانہ فیصلے کرنے کا حکم دیا گیا ہے - آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں کا ہر خلیفہ اور قاضی اس آیت کا مخاطب ہے - مختصراً ایک اسلامی حکومت کے بنیادی فرائض میں سے ہے کہ وہ قضاء کا ایک صالح اور عادلانہ نظام قائم کرے -

ثانیاً اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تمام فیصلے احکام الہیہ اور شریعت کے مطابق ہونے چاہئیں - "بماانزل اللہ" کے الفاظ واضح طور پر اس امر کی صراحت کر رہے ہیں - قرآن حکیم کی دوسری متعدد آیات میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے صرف چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

"ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون" (2)

"ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظلمون" (3)

"ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون" (4)

"وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوائھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک" (5)

ثالثاً اس جامع آیت میں اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ رسالت مآب ﷺ اور ان کے بعد جملہ قضاۃ کو کسی بھی مخصوص فرد' مخصوص گروہ یا مخصوص قوم کے مرتبے اور مقام سے متاثر ہوئے بغیر فیصلے کرنے چاہئیں اور ان کی مصلحتوں

Marfat.com

اور خواہشوں کو قطعاً ملحوظ نہ رکھا جائے - جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ یہود کے بعض سردار اور احبار' سرور دو عالم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ "آپ کو اس امر کا بخوبی علم ہے کہ یہود میں ہمیں ایک نمایاں اور ممتاز مقام حاصل ہے - اگر ہم آپ کی پیروی کرینگے تو پوری قوم یہود آپ کی پیروی کریگی اور کبھی بھی ہماری مخالفت نہ کریگی - ہمارے اور ہماری قوم کے بعض گروہوں میں کچھ جھگڑا ہے اگر آپ ہمارے حق میں فیصلہ دینگے تو ہم آپ پر ایمان لے آئینگے اور آپ کی تصدیق کریں گے (6) مگر آپ ﷺ نے ان کے اثر اور دباؤ کو قبول کرنے اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو کسی بھی سطح پر نظرانداز کرنے سے صاف انکار فرمادیا -

رابعاً اس آیت قرآنیہ میں قضاۃ کی توجہ کو اس امر کی طرف مرکوز کیا گیا ہے کہ تمام فیصلے غیر جانبدارانہ اور منصفانہ ہوں - قرآن حکیم کی بکثرت آیات میں اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے - اختصار کے پیش نظر صرف دو آیات ذکر کی جاتی ہیں

"و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل" (7)

"وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط ان اللّٰہ یحب المقسطین" (8)

قرآن حکیم میں قضا کے بارے میں ان رہنما اصول کے اجمالی ذکر کے بعد اب ہم سنت رسول کریم ﷺ کی روشنی میں قضا کے رہنما اصول کا جائزہ لیتے ہیں - رسول کریم ﷺ مامور من اللہ قاضی تھے اور آپ ﷺ کو منصب قضا بارگاہ خداوندی سے عطا ہوا تھا - آپ ﷺ نے ایک مثالی قاضی کی حیثیت سے امت مسلمہ کے آنیوالے قاضیوں کے لئے ایک دائمی نمونہ عمل پیش فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً منصب قضا ایک اہم ذمہ داری ہے - سرور دو عالم ﷺ نے منصب قضا کی نازک ذمہ داری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"من جعل قاضیا بین الناس فقد ذبح بغیر سکین" (9)

ثانیاً آپ ﷺ نے منصب قضا کی طلب سے مجتنب رہنے کی تلقین فرمائی:

"من ابتغی القضاء وسال و کل الی نفسہ ومن اکرہ علیہ انزل اللّٰہ علیہ ملکا

Marfat.com

یسددہ" (10)

ثالثاً رسالت مآب ﷺ نے قضاۃ کو اپنے فیصلوں میں حکمت و بصیرت اور امانت و دیانت کو ملحوظ رکھنے کی تاکید فرمائی - آپ ﷺ نے قاضیوں کی تین اقسام کا ذکر کیا اور فرمایا:

القضاۃ ثلاثۃ - واحد فی الجنۃ واثنان فی النار - فاما الذی فی الجنۃ فرجل عرف الحق فقضی بحہ و رجل عرف الحق فجار فی الحکم فھو فی النار و رجل قضی للناس علی جھل فھو فی النار (11)

پوری تاریخ عالم اس امر پر شاہد ہے کہ عدل و انصاف کے قیام میں سب سے بڑی رکاوٹ رشوت ہدیے اور تحفے پیش کرنا ہیں تاکہ فیصلہ کسی مخصوص فرد کے حق میں ہوجائے - چنانچہ جس طرح قرآن حکیم میں رشوت اور باطل طریقے سے مال کھانے سے منع کیا گیا ہے (12)
سرور دو عالم ﷺ نے بھی اپنے متعدد فرامین میں رشوت اور اس کی مختلف مخفی صورتوں کو اختیار کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے - (13)
یہاں اس امر کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ' قاضیوں کے تقرر میں ان کی صلاحیت' بصیرت اور معاملہ فہمی کے اوصاف کے ساتھ ساتھ ان کے تقویٰ کو بھی ملحوظ رکھتے تھے چنانچہ یمن کے علاقے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت معاذ بن جبلؓ کا تقرر' قاضیوں کے تقرر میں اعلیٰ معیار ملحوظ رکھنے کا ایک روشن ثبوت ہیں -
کتاب و سنت کے ان رہنما اصول کے مختصر ذکر بعد اب ہم اسلامی تاریخ کی روشنی میں قضا کے چند نظائر کا جائزہ لیتے ہیں
میثاق مدینہ' جسے ڈاکٹر حمید اللہ نے (14)
"THE FIRST WRITTEN CONSTITUTION IN THE WORLD"
قرار دیا ہے' کی وقات میں رسول کریم ﷺ کو ریاست مدینہ کا سربراہ مملکت' چیف

Marfat.com

جسٹس اور کمانڈران چیف تسلیم کیا گیا ہے۔ ابن ہشام نے اس معاہدے کا پورا متن دیا ہے جس میں سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

"وانه ما كان بين اهل هذه الصحيفة من حدث او اشتجار يخاف فساده' فان مرده الى الله عزوجل والى محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم" (15)

"وانكم مهما اختلفتم فيه من شئى فان مرده الى الله عزوجل والى محمد صلى الله عليه وسلم" (16)

پہلی شق میں آپ ﷺ کو مسلمانوں کے علاوہ یہود اور دیگر غیر مسلم قبائل کی طرف سے سربراہ مملکت تسلیم کیا گیا ہے جبکہ پہلی اور دوسری دونوں شقوں میں متنازعہ فیہ معاملات کے فیصلے میں آپ کو آخری اتھارٹی تسلیم کرنے کے حوالے سے ریاست مدینہ کا چیف جسٹس تسلیم کیا گیا ہے۔

ایک اور شق کے الفاظ یہ ہیں:

"وانه لا يخرج منهم احدا الا باذن محمد صلى الله عليه وسلم" (17)

اس شق میں ریاست مدینہ کے تمام باشندوں کو جنگ کے لئے نکلنے سے پہلے محمد ﷺ کی اجازت کے حصول کا پابند کیا گیا ہے۔ گویا اس شق میں آپ ﷺ کو ریاست مدینہ کا کمانڈران چیف تسلیم کیا گیا ہے۔ یہاں آپ ﷺ کے چیف جسٹس ہونے کے حوالے سے صرف دو واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو آپ ﷺ کی خدمت میں فیصلے کے لئے لائے گئے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے مدینہ میں تشریف آوری پر احبار یہود کا بیت المقدس میں ایک اجتماع ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے ایک مرد و عورت کی بدکاری کا مقدمہ پیش کیا گیا۔ احبار نے آپ ﷺ سے کہا:

"فاحكم فيها فقد وليناك الحكم فيهما" آپ ﷺ نے ان کے حیلے بہانے سے تورات کے اصل حکم کو چھپانے کی سازش کو ناکام بناتے ہوئے ان مجرم مرد و عورت کے لئے رجم کا حکم دیا۔ (18)

Marfat.com

یہود کی طرف سے دوسرا متنازعہ مسئلہ جو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا بنو نضیر اور بنو قریظہ کی دیت کا تھا' ابن ہشام نے سورہ مائدہ کی آیت کے شان نزول کے حوالے سے اس واقعہ کا ذکر کیا:

"فتحاکموا فی ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ فیہم فحملہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الحق فی ذلک فجعل الدیۃ سواء" (19)

علاوہ ازیں احبار یہود نے آپ ﷺ سے ایک فریق کے معاملے میں فیصلہ لینے کے لئے جو درخواست کی تھی اس کے الفاظ یہ ہیں:

"وان بیننا و بین بعض قومنا خصومۃ افنحاکمہم الیک فتقضی لنا علیہم"(20)

رسول کریم ﷺ کے دور مسعود کے بعد عہد خلافت میں بھی قضا کا نظام مستحکم اور تابناک اصول پر قائم تھا' صرف علم و بصیرت میں فائق حضرات ہی کو قاضی بننے کا اہل سمجھا جاتا تھا اور اس اصول پر سختی سے عمل ہوتا تھا۔ خود خلیفہ وقت قاضی کی حیثیت سے بھی کام کرتا تھا لیکن مدعی اور مدعا علیہ ہونے کی صورت میں دوسرے قاضی کے سامنے پیش بھی ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں کی روشن مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ دور صحابہ میں خلفاء کے علاوہ جو حضرات منصب قضا پر فائز ہوئے ان میں حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت زید بن ثابتؓ قاضی شریح حضرت ابوموسیٰ اشعری بہت مشہور ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری کے نام تاریخی خط میں قضا کے بنیادی رہنما اصول کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے

Marfat.com

حواشی

۱- القرآن الحکیم، ۳۸:۵
۲- ایضا ۴۴:۵
۳- // ۴۵:۵
۴- // ۴۷:۵
۵- // ۴۹:۵
۶- ابن ہشام : السیرة النبویة، طبع مصر، ۱۹۳۶ الجزء الثانی، ۲۱۶
۷- القرآن الحکیم، ۵۸:۴
۸- ایضا // ۴۲:۵
۹- الشیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی : مشکاۃ المصابیح، طبع دمشق ۱۹۶۱ء، الجزء الثانی ۳۴۳
۱۰- ایضا، ۳۴۴
۱۱- ایضا
۱۲- القرآن الحکیم، ۱۸۸:۲
۱۳- مشکاۃ المصابیح، ج ۲
14 THE FIRST WRITTEN CONSTITTIOIN THE WORLD
۱۵- ابن ہشام : السیرة النبویة، الجزء
۱۶- ایضا، ۱۴۹الثانی، ۱۴۹ - ۱۵۰
۱۷- ایضا
۱۸- //، ج ۲، ۲۱۳ یا ۲۱۵
۱۹- //، ۲، ۱۵
۲۰- // ، ج ۲، ۲۱۶

Marfat.com

جرم و گناہ میں فرق و امتیاز

جرم و گناہ کی تاریخ بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ خود نوع انسانی قدیم ہے۔ قرآن حکیم میں اس جرم و گناہ کا ذکر موجود ہے جو اس کائنات ارضی پر پوری تاریخ انسانی میں پہلی بار وقوع میں آیا۔ قرآن حکیم وہ صحیفہ فطرت ہے جس نے انسانی فطرت و جبلت اور اس کے جذبات کی صحیح عکاسی کی ہے اور یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ خالق بزرگ و برتر سے بڑھ کر جس نے انسان کی تخلیق فرمائی' فطرت انسانی کا بہتر نباض اور کون ہو سکتا ہے چنانچہ قرآن حکیم میں نہ صرف یہ کہ جرم و گناہ کے اسباب کی نشاندھی کی گئی ہے نہ صرف یہ کہ مجرم کو جرم پر اکسانے والے جذبات کی عکاسی کی گئی ہے بلکہ جرم و گناہ کے اثرات اور ان کے عبرتناک انجام پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس امر کی بھی وضاحت کردی گئی ہے کہ کیا مظلوم جوابی طور پر' جرم و گناہ کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جرم و گناہ کے امتیاز پر ایک لطیف اشارہ بھی کردیا گیا ہے:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا عبرت آموز قصہ بیان فرماتے ہیں۔ قابیل اور ہابیل حضور حق میں اپنے نذرانہ ہائے عبودیت پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہابیل کا نذرانہ عقیدت قبول فرمالیتے ہیں اور قابیل کے نذرانے کو رد فرمادیتے ہیں۔ قابیل مارے حسد کے جل بھن جاتا ہے اور اسے اپنی (Prestige) اور عزت نفس کا مسئلہ بنا لیتا ہے۔ کیا اس کی قربانی منظور ہوگئی اور مجھے اس قابل نہیں سمجھا گیا چنانچہ وہ ہابیل کو صاف صاف لفظوں میں کہہ دیتا ہے کہ میں اس ذلت کو برداشت نہیں کر سکتا اور اب میرے غصے کی آگ اسی صورت میں ٹھنڈی ہوگی جب میں تجھے قتل کردوں۔ ہابیل بڑے موثر انداز میں بھائی کو سمجھاتا ہے کہ اللہ کے ہاں نذرانہ اسی کا قبول ہوتا ہے جو صاحب اخلاق و تقویٰ ہو تم بھی نافرمانی اور سرکشی کو چھوڑ دو' اپنی غلطیوں پر ندامت کا اظہار کرو۔ اللہ تمہاری قربانی بھی قبول کرے گا لیکن یہاں ایک انسانی جبلت اور عادت اپنے اصل

Marfat.com

روپ میں ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اپنے ایک گناہ کو چھپانے کے لئے اس سے بھی سنگین جرم و گناہ کا ارتکاب کرے - چنانچہ اسے آمادہ قتل پاکر بھی ہابیل اپنے دفاع کے لئے ابتدائی حملہ نہیں کرتا بلکہ اسے سمجھاتا ہے یہ نہیں کہ وہ خود ایک بے کس و بے بس اور بیچارے انسان کی طرح اس کے سامنے پیش کردیتا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "- گویا کسی جرم کے ارتکاب کے متوقع ہونے پر جواباً جرم نہیں کیا جائے گا - البتہ اپنے دفاع اور بچاؤ کے لئے حملہ آور کا مقابلہ کرنا فرض ہے - (روح المعانی) چنانچہ ہابیل نے اسے جرم کے برے انجام سے بھی خبردار کیا - قرآن حکیم کتنے پیارے انداز میں قابیل کے ان منتقمانہ جذبات کی عکاسی کرتا ہے جو اسے نصیحت سننے اور حق اختیار کرنے کی طرف مائل نہیں ہونے دیتے - اس کے نفس نے اس کے لئے بھائی کے قتل کو آسان بنا دیا - گویا اشتعال کے وقت اگر مجرم خدا خوفی سے کام لے تو کبھی جرم کا ارتکاب نہ کرے لیکن اگر وہ نفسانی خواہشات اور نفس امارہ کا غلام ہو کر ایک مصنوعی وقار اور عزت حاصل کرنے کے درپے ہو تو وہ سنگین جرائم کا مرتکب ہوجاتا ہے - قرآن حکیم ایسے لوگوں کا شمار' خاسرین خسارہ پانے والوں میں کرتا ہے -

جرم کی تعریف مغربی قانون میں یہ کی گئی ہے کہ "وہ ایک ایسا فعل ہے جس کی مروج قانون نے کوئی سزا مقرر کر رکھی ہو" -

انسائیکلوپیڈیا امریکہ میں ہے:

(ترجمہ) "جرم' قانون کی زبان میں ایسے فعل کا نام ہے جس کے لئے قانون نے اس کے اخلاقی حوالے کے بغیر کوئی جرمانہ یا سزا مقرر کر رکھی ہو" - (صفحہ 192) اس کی مزید وضاحت ان الفاظ سے کی گئی ہے:

(ترجمہ) "جرم کے تعین کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے کوئی عمل سرزد ہوا ہو کیونکہ محض ایک رائے یا ارادہ خواہ وہ اخلاقی یا مذہبی نقطہ نظر سے کتنا ہی غلط کیوں نہ ہو اگر کسی عمل کی صورت اختیار نہیں کرتا تو بجائے خود اسے جرم قرار نہیں دیا

Marfat.com

جاسکتا"

انسائیکلوپیڈیا بوٹینکا میں ہے:

(ترجمہ) "جرم کی صحیح تعریف متعین کرنے کے لئے کئی کوششیں کی گئی ہیں - مثلاً "اینٹی سوشل اقدام" معاشرے کے باقی ماندہ افراد کی طرف سے متعین ضابطہ اخلاق کے مطابق خود کو ڈھالنے میں ناکامی یا انکار" اور ایسی فروگزاشت جس کے باعث اس فرد کو قانونی طور پر کوئی سزا دی جاسکتی ہو جو کسی کام کے کرنے یا کسی کام کے انکار کے باعث اس سے ہوئی ہو"۔

گویا اس تعریف کے مطابق "جرم' سوسائٹی کے مفاد یا اس کے بنائے ہوئے قوانین کی خلاف ورزی ہے ایک ایسا فعل ہے جس پر عدالت کی طرف سے سزا دی جاتی ہے" - فقہ اسلامی (شریعت اسلامی) میں جرم کی تعریف مغربی تصور سے مختلف ہے -

علامہ الماوردی نے (الاحکام السلطانیہ) میں جرم کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"وہ محظورات جن کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ نے حد یا تعزیر کی صورت میں سزا بیان فرمائی ہے یعنی ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جس کے کرنے سے منع کیا گیا ہے یا اس کام سے غفلت برتنا جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے"۔

لہٰذا جرم کی تعریف یہ ہوگی کہ "وہ فعل اور حرکت جس کے کرنے سے نص شرعی کی خلاف ورزی ہو اور اس کے لئے سزا بیان ہوئی ہو"۔

یہاں اس امر کا ذکر بہت ضروری ہے کہ اسلامی قانون - مغربی قانون کے برخلاف' اخلاق پر مبنی ہے' اس لئے ہر جرم کو گناہ ہی تصور کیا جائے گا اور گناہ ہونے کی حیثیت سے اس کی سزا آخرت میں بھی ملے گی۔

یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری ہے کہ جرم و گناہ میں فرق و امتیاز کرنے کے لئے سب سے پہلے ان الفاظ کی اصل کی طرف توجہ دی جائے - امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں -"جرم کے معنی درخت سے پھل قطع کرنے کے ہیں"- اسی

Marfat.com

سے ثمر "جیریم" اور الجرامِتہ ہے جس کے معنی ردی کھجور کے ہیں۔
المنجد میں جرم کے معنی بھی خطا اور گناہ کے ہیں لیکن عربی میں گناہ کے لئے اکثر و بیشتر جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ اثم اور ذنب ہیں۔

اثم کے لغوی معنی ایسے افعل کے ہیں جو انسان کو ثواب سے روک لیں۔ قرآن حکیم نے شراب کے ذکر میں اثم کا لفظ استعمل کیا ہے گویا یہ دونوں (شراب و جواء) انسان کو خیرات یا نیکی و ثواب سے روک دیتے ہیں۔ ذنب کے معنی ہیں جانور کی دم اس سے تعبیر لی جاتی ہے۔ پیچھے رہ جانا۔ بری کیفیت۔ذنب کو ذنب اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا انجام برا ہے۔

اس لغوی بحث سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جرم و گناہ آغاز کار میں ایک ہی ہیں کیونکہ وہ انسان کو نیکی اور بھلائی سے محروم رکھنے کا باعث بنتے ہیں۔ قرآن حکیم نے وہ سنگین جرائم ذکر کئے تھے جو معاشرے میں فتنہ و فساد پیدا کرتے ہیں اور ان کے لئے سزائیں متعین کردی ہیں۔ انسان کے لئے اس دنیا میں سب سے زیاہ عزیز سات چیزیں ہیں۔ نفس' مال' آبرو' نسب' عقل اور دین امن عامہ۔نفس کے متعلق جرم قتل ہے یا کسی عضو کا تلف کرنا ہے مال سے متعلق جرم سرقہ ہے۔

علامہ محمود نے اس کی صراحت (المسولیۃ المدنیۃ والنجائیہ فی الشریعۃ السلامیہ' معمر' N.D٧٥) میں کی ہے۔

چنانچہ قرآن حکیم نے قتل عمد کے لئے قصاص اور سرقے کے لئے قطع ید' بدکاری کے لئے حد زنا اور قذف کے لئے اسی (80) کوڑوں کی سزا مقرر فرمادی اور امن عامہ کو خراب کرنے یا رہزنی اور قطع طریق کرنے والوں کے لئے سزا اور سنت نبویہ نے ازالہ عقل اور مرتد کی سزا بیان کردی۔

یہاں اس امر کا ذکر بھی بے حد ضروری ہے کہ بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ گناہ کے مفہوم میں بہت کچھ وسعت ہے' بایں ہمہ یہ ایک امر واقع ہے کہ

Marfat.com

اسکے مراتب مختلف ہیں' چنانچہ کبائر یعنی کبیرہ گناہوں کو اگر کفر کے ساتھ نسبت دی جائے تو وہ ہلکے معلوم ہونے لگتے ہیں اور صغار میں اگرچہ خدائے پاک کے حکم کی مخالفت پائی جاتی ہے پھر بھی جب کبیرہ گناہوں کا ان سے موازنہ کیا جاتا ہے تو ان کی شدت بہت کم نظر آنے لگتی ہے

المختصر جرم و گناہ میں اسلامی نقطہ نظر سے فرق و امتیاز یہ ہوگا کہ:

(1) اگرچہ تمام جرائم گناہ ہیں لیکن ہر گناہ جرم قرار نہیں پائے گا۔

(2) جرم کے لئے دنیا میں سزا دی جاتی ہے جب کہ گنا کے لئے اخروی سزا ہے۔

(3) اگر کوئی مجرم اپنے جرم کا اقبال و اعتراف کرلیتا ہے تو اظہار ندامت پر اس کا گناہ بھی معاف ہوجائے گا۔

(4) اگر کوئی مجرم اپنے جرم کا اقبال نہیں کرتا اور اسے دنیوی سزا بھی دی جاتی ہے مثلاً چور کو چوری کی سزا' قاتل کو قتل کی سزا وغیرہ اور وہ ندامت اظہار نہیں کرتا اور حضور حق میں توبہ نہیں کرتا تو دنیوی سزا کے باوجود آخرت میں بھی سزا پائے گا۔

(5) گناہ توبہ سے معاف ہوسکتا ہے لیکن جرم توبہ سے معاف نہیں ہوسکتا۔ مثلاً قاتل کو مقتول کے ورثا معاف نہیں کرتے تو محض توبہ سے جرم معاف نہیں ہوسکتا۔

(6) ایسے جرائم جن پر حد جاری ہوتی ہے انہیں خود مظلوم بھی معاف نہیں کرسکتا جب معاملہ عدالت میں پیش ہوگیا ہو۔

(7) ایسے جرائم جن پر حد جاری ہوتی ہے ان کا کوئی معاوضہ بھی دیا جاسکتا۔

Marfat.com

آزادی اظہار

اسلام دین فطرت ہے۔ دین کامل ہے۔ اسلام نے آج سے چودہ سو برس قبل لوگوں کو وہ سب بنیادی انسانی حقوق دیئے جو آج کی مہذب و متمدن دنیا میں منصور ہو سکتے ہیں حتی کہ پورے وثوق کے ساتھ ' بجاطور پر ' یہ کہا جا سکتا ہے کہ جدید تہذیب نے ان بنیادی حقوق میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ان بنیادی انسانی حقوق میں سے ایک حق ' آزادی اظہار یا آزادی تقریر بھی ہے جسے عرف عام میں Freedom of Speach کہا جاتا ہے۔

آزادی اظہار یا آزادی تقریر یا اپنے مافی الضمیر اور اپنی رائے کا برملا اظہار ہر انسان کا پیدائشی حق ہے کوئی بھی انسانی معاشرہ اس وقت تک صحتمند اور مستحکم معاشرہ نہیں بن سکتا ' جب تک معاشرہ کے افراد کو ان کا یہ بنیادی حق نہ دیا جائے۔کیونکہ یہ افراد ہی ہیں جو اپنی اصابت رائے سے قوموں کی زندگی کو سنوارتے اور ان کے افکار کو نکھارتے ہیں۔لوگوں کے غلط اعمال اور غلط روش پر تعمیری تنقید کر کے انہیں اصلاح احوال کی طرف مائل کرتے ہیں اگر تعمیری تنقید اور معاشرے کی تعمیرو ترقی کے لئے مثبت تجاویز و آراء کا اظہار معدوم ہو جائے اور انفرادی و اجتماعی ' قومی و ملی سطح پر فکر و عمل کی تطہیر کا یہ عمل رک جائے تو معاشرہ گمراہی و ضلالت کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔

اسلام ایک کامل ، مکمل محفوظ اور روشن ضابطہ حیات ہے جس نے انسانی زندگی کے ہر گوشے اور ہر موڑ پر رہنمائی زریں اصول دیئے ہیں۔چنانچہ اسلام نے نہ صرف یہ کہ آزادی اظہار کے اس بنیادی حق کو تسلیم کیا ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی ہے اور اسکی تاکید و تلقین کی ہے

قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے :

" ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون "

Marfat.com

(تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہیں جو بھلائی کے کاموں کی طرف بلائیں۔بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے)

سورہ عصر میں جہاں مسلمانوں کو خدا اور رسول پر ایمان لانے اور عملی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں اس امر کی بھی تاکید کی گئی ہے کہ انہیں اپنی انفرادی اصلاح و فلاح پر قناعت نہیں کرنی چاہئے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کو حق اور سچائی کی تلقین و تاکید کرتے رہنا چاہئے بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے اس امر کی بھی تاکید کرتے رہنا چاہئے کہ شخص و قومی اصلاح کے راستے ہیں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں انہیں پورے صبرو تحمل سے برداشت کیا جائے تاکہ قدم نیکی اور بھلائی سے ڈگمگانے نہ پائیں۔

انسانیت کے محسن اعظم رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا :

" افضل الجهاد من قال كلمة حق عند سلطان جابر "

(سب سے بہترین جہاد یہ ہے کہ کوئی شخص ظالم بادشاہ یا حکمران کے سامنے کلمہ حق کہے)

آپ کے اس ارشاد سے آزادی اظہار کی اہمیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے :

خدا کی قسم، تم لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے روکو، ظلم کے ہاتھوں کو پکڑ لو، ان کو حق پر آمادہ کرو اور حق پر ان کو قائم کر دو ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کی تعمیل آزادی اظہار کے اصول کو اپنائے بغیر ممکن ہی نہیں۔

یہاں اس امر کا ذکر بیحد ضروری ہے کہ قرآن حکیم نے آزادی اظہار کے حق کی بنیاد شرف انسانی کے اقوال پر رکھی ہے۔قرآن حکیم ہی وہ مقدس کتاب ہے جس نے ولقد كرمنا بنی ادم کے ارشاد سے یہ بتایا کہ پوری نوع انسانی معزز اور مکرم ہے۔انسان کے شرف و عظمت کی توثیق کرتے ہوئے یہ بتایا :

Marfat.com

" لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم "

(کہ ہم نے انسان کو تخلیق کی بہترین صورت میں پیدا کیا)

گویا انسان کو اشرف المخلوقات ٹھہرایا گیا دوسرے لفظوں میں اسے فطرت کا شاہکار قرار دیا گیا قرآن حکیم نے ہی یہ بتایا کہ انسان اول اپنی علمی فضیلت کے باعث فرشتوں کا مسجود بنا۔ قرآن حکیم نے ہی بتایا کہ انسان کے لئے یہ امر باعث رسوائی ہے کہ وہ شجر و حجر یا شمس و قمر کے سامنے سجدہ ریز ہو بلکہ انسان تو شرف و عظمت کے اس مقام بلند پر فائز ہے کہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہے۔انسان کے اس شرف و عظمت کا تقاضا اگر ایک طرف یہ ہے کہ اسے کام کے بنیادی حقوق حاصل ہوں تو دوسری طرف یہ بھی ہے کہ اسے کائنات میں سب سے بڑھ کر ذمہ داری کے احساس سے سرشار ہونا چاہئے چنانچہ قرآن حکیم نے جہاں آزادی اظہار کا حق دیا ہے وہاں یہ بھی کہا ہے :

قولوا قولا سدیدا کہ ہمیشہ صحیح اور جچی تلی بات کرو۔بد گوئی، فضول گوئی، لغویات اور بیہودہ گوئی سے بچو۔

المختصر قرآن حکیم نے انسان کو ایک طرف تو بنیادی حقوق عطا کئے۔ آزادی اظہار کی طرح مختلف امور کو آزادی کی نعمت سے نوازا۔انسان کو رنگ، نسل، زبان ، جغرفیائی یا علاقائی حدود سے بالا تر قرار دیا اور انسان کے معزز و مکرم ہونے کا اصل معیاری تقویٰ قرار دیا۔

انسان کو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے یکساں مواقع عطا کئے۔قانون مساوات کا زریں اصول دیا جس نے شاہ و گدا کو عدالت میں یکساں جوابدہ ٹھہرایا۔معاشرتی مساوات کے اصول سے نوازا اور محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں لاکھڑا کیا۔یہی مساوات آزادی اظہار کے اصول میں کار فرما ہے۔تاریخ اسلام اس امر پر شاہد ہے کہ حضرت عمرؓ سے ایک بدو نے بھری مجلس میں پوری جرات اور بے خوبی سے یہ پوچھا کہ " جب سب کو حصے میں ایک ایک چادر ملی ہے تو آپ نے اپنے لئے دو کیوں حاصل کی ہیں " حضرت عمرؓ نے بدو کے

Marfat.com

اظہار پر نہ تو قدغن لگائی اور نہ ہی غیظ و غضب کا اظہار کیا بلکہ اپنے بیٹے کو کہا کہ وہ حقیقت حال سے آگاہ کر دے جس نے یہ بتایا کہ اس نے اپنے حصے کی چادر والد ماجد کی خدمت میں پیش کر دی تھی۔ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہر کے بارے میں اپنی رائے بیان کی تو ایک خاتون نے قرآنی آیت کا حوالہ دیکر آپ رضی اللہ عنہ کی رائے پر تنقید کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تنقید کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔اسی طرح کے کتنے ہی واقعات اور کتنی ہی مثالیں موجود ہیں جن سے تاریخ اسلام کے صفحات روشن ہیں۔امت مسلمہ کے صلحاء و علماء سلاطین کے طرز عمل پر تنقید کر کے ان کی اصلاح احوال کا فریضہ ادا کرتے رہے ہیں۔اس سلسلے میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الخراج محتاج تعارف نہیں۔

یہاں اس امر کاذکر بیحد ضروری ہے کہ اسلام نے آزادی اظہار کا حق ضرور دیا ہے لیکن مادر پدر آزادی ہر گز نہیں دی بلکہ آزادی اظہار کے حق کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو ضابطہ اخلاق کا پابند بھی ٹھہرایا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ **سباب المسلم فسوق** (کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے) اسلام اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص بیہودہ گوئی سے کام لے۔تہمت اور بہتان کو تو اسلام نے سنگین جرم قرار دیا ہے اور اس کی سزا 80 کوڑے مقرر کی ہے۔محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرے کے استحکام اور تعمیر و ترقی کے لئے ایک سنہری اصول عطا فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

" المسلم من سلم المسمون من لسانه ويده "

(مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں)

المختصر مسلمان کو جہاں آزادی اظہار کا حق پوری جرات کے ساتھ استعمال کرنیکی تاکید کی گئی ہے وہاں اسے ضابطہ اخلاق کو ملحوظ رکھنے کا پابند بھی ٹھہرایا گیا ہے یہی وہ سنہری اصول ہے جو معاشرے کے استحکام اور اس میں توازن و اعتدال کا باعث بنتا ہے۔

Marfat.com

شاگردوں کے حقوق

انسانی معاشرے میں طالب علم یا شاگردوں کو بے حد اہمیت حاصل ہے کیونکہ طلبہ ہی کسی قوم کا اصل جوہر ہوتے ہیں۔ آج کے شاگرد ہی کل کے اساتذہ، سائنس دان، ماہرین، کارکن، وزیر، صنعت کار، تاجر اور قوم کے معماراور قائد بننے والے ہوتے ہیں نیز اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ اساتذہ، مدارس اور تربیتی اداروں کلوجود بھی شاگردوں کے دم قدم سے قائم ہے اس لئے کوئی بھی معاشرہ صرف اسی صورت میں تعمیر وترقی کے مراحل طے کر سکتا ہے جب اسمیں شاگردوں کی تعلیم و تربیت پر پوری پوری توجہ دی جائے۔

اسلام دین فطرت ہے اور اسمیں علم اور تعلیم کی بے حد فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے اور اساتذہ اور شاگردوں کے حقوق و فرائض اور علم کے حصول کا مقصد واضح طور پر بیان کیا گیا ہے چنانچہ مسلم مفکرین نے کتاب و سنت کی روشنی میں اساتذہ اور شاگردوں کے حقوق و فرائض کا مقصد واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ مسلم مفکرین نے کتاب و سنت کی ورشنی میں اساتذہ اور شاگردوں کے آداب پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ ان میں سے محمد بن ابی زید، امام غزالی، نقشبندی اور ابن خلدون کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا صدیق حسن خاں نے بھی ابجد العلوم میں معلمین اور متعلمین کے آداب پر روشنی ڈالی ہے۔

ان تمام حضرات کی بیش قیمت آراء کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

یہ ایک واضح امر ہے کہ استاد کے فرائض اور استاد کے حقوق شاگرد کے فرائض ہیں لہٰذا تعلیم کو مؤثر بنانے کے لئے استاد اور شاگرد میں باہمی ربط بے حد ضروری ہے۔ بقول ابن خلدون اگر استاد اچھا مل جائے تو شاگرد میں اچھی خاصی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے جو آگے علوم و معارف کے لئے راستہ صاف کر دیتی

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ سب سے پہلا حق شاگرد کا یہ ہے کہ استاد اپنے مضمون کو پوری تیاری اور محنت سے تیار کرکے شاگرد کو پڑھائے کیونکہ اگر استاد کا اپنا دامن وسعت مطالعہ سے خالی ہو تو وہ شاگرد کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے۔

شاگرد کا دوسرا حق یہ ہے کہ استاد پڑھانے کے لئے ایک ایسا اسلوب اور طریق اختیار کرے جو شاگردوں کے لئے قابل فہم' سہل اور آسان ہو ورنہ استاد کی تمام تر فاضلانہ صلاحیتوں کے باوجود شاگرد کچھ سیکھ نہیں سکے گا۔

شاگرد کا تیسرا حق یہ ہے کہ استاد کے پڑھانے پر شفقت و رحمت سے کام لے کیونکہ تشدد اور قہرو غضب سے' بقول ابن خلدون' طلبہ کی طبیعت بجھ جاتی ہے اور دل سے امنگ اور خوشی اڑ جاتی ہے نہ فضائل سیکھنے کا شوق باقی رہتا ہے نہ خلق جمیل اپنے اندر پیدا کرنے کی آرزو باقی رہتی ہے۔ غرض انسانیت کے جوہروں کو بھول بیٹھتا ہے۔

امام غزالی نے استاد اور شاگرد کے تعلق کی وضاحت اور باہمی شفقت واحترام پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ **انما انا لکم مثل الوالد** (کہ میں تمہارے لئے ایسا ہی شفیق ہوں جیسا باپ اپنے بیٹے کے لئے ہوتا ہے)

شاگرد کا ایک حق یہ بھی ہے کہ استاد شاگرد کے دل میں اپنے خاص علم کے لئے ایسا تعصب پیدا نہ کرے کہ وہ دوسرے علوم سے نفرت کرنے لگے اور نتیجہ ان سے آگاہ ہونے سے یکسر محروم ہی رہ جائے۔

شاگردوں کے تعلیمی و تدریسی حقوق کے ساتھ تربیتی حقوق کا ذکر بھی بے حد ضروری ہے۔ استاد کو تعلیم کے ساتھ ساتھ شاگردوں کی تربیت کا پورا پورا خیال رکھنا چاہئے۔ انہیں بد خلقی سے بچ کر اخلاقی محاسن سے آراستہ کرنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے بلکہ استاد کا کردار خود اپنا ایسا ہو وہ شاگرد کے لئے بطور نمونہ یا ماڈل ہو۔ استاد شاگرد کو تعلیم کی اصل اہمیت اور اس مقصد کی طرف توجہ دلائے۔ انھیں خدمت' محنت' خلوص' ایثار بالخصوص خوف خدا اور احترام

Marfat.com

شریعت پیدا کرے۔ تاہم اخلاقی تربیت میں بقول امام غزالی جھڑکنے اور دھمکی دینے کی بجائے حکمت اور محبت سے کام لینا چاہئے۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی بے حد ضروری ہے کہ شاگرد صحیح علم اور تربیت صرف ایسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے جب وہ پوری لگن کے ساتھ تحصیل علم میں مصروف رہے اور فضول قسم کے مشاغل اور غیر علمی سرگرمیوں سے پرہیز کرے نیز اساتذہ کا احترام بجا لائے اور جذبہ سعادت کا اظہار کرے اس ضمن میں تاریخ اسلام کے آئینے میں ہم نبی اکرم ﷺ کو استاد اور معلم اور صحابہ کرامؓ کو شاگرد اور معلم کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے شفقت' رحمت اور محبت سے اپنے پیارے شاگردوں کی تربیت فرمائی اور صحابہ کرامؓ جس قدر جرأت مندی کا منظر پیش کیا تاریخ عالم اسکی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

Marfat.com

قرآن حکیم کا عائلی نظام

قرآن حکیم وہ کلام معجز اور وہ کلام حکیم ہے جس کی عظمت اور صداقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور جس کے علوم و معارف کی تھوڑی سی جھلک بڑے بڑے عالی دماغ عقلاء اور حکماء کی آنکھوں کو خیرہ کرتی رہی ہے۔ خالق کائنات نے

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی
ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ: ۳)

کا مژدہ جانفزا سنا کر قرآن کریم کو بعد میں قیامت تک آنے والی پوری نسل انسانی کے لئے ایک مکمل، کامل، جامع، محفوظ اور آخری دستور العمل قرار دیا۔ المختصر قرآن حکیم وہ مینار نور ہے جس کی ہمہ جہت روشنی انسانی زندگی کے ہر ہر گوشے کو منور کر رہی ہے۔ معاشی و معاشرتی، روحانی و اخلاقی، تعلیمی و تربیتی، قانونی وسیاسی اور عائلی و منزلی ہر نظام میں قرآن حکیم نے وہ راہنما اور زریں اُصول عطا فرمائے ہیں کہ انسانیت جب کبھی بھی ان راہنما اصولوں پر عمل پیرا ہوئی، تاریخ اسلام ہی نہیں پوری تاریخ عالم اس امر پر شاہد ہے کہ وہ ہمیشہ فلاح و کامرانی اور سعادت و خوش بختی سے ہم کنار ہوئی۔

اگر ہم حقیقت بیں نگاہ سے تمام نظام ہائے زندگی کا جائزہ لیں تو اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انسانی تمدن کا سنگ بنیاد عائلی زندگی ہے۔

زن و شوہر کے تعلق سے ایک خاندان وجود میں آتا ہے خاندانوں سے قبائل اور گروہ بنتے ہیں اور ان سے ایک ملکی اور قومی اور پھر ایک بین الاقوامی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں اسی مضمون پر ایک مبسوط خطبہ ارشاد فرمایا ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس ضمن میں حجۃ اللہ البالغہ میں تدبیر منزل پر ایک باب باندھا ہے علامہ بدران نے اس سلسلے میں بڑی عمدہ بات کہی ہے۔

Marfat.com

فرماتے ہیں :

لماکانت عمارة الکون متوقفة علی وجود النوع الانسانی ووجوده یتوقف علی شرعیة الزواج الذی هو طریق التناسل والتوالد شرع الله الزواج لتنظیم المعایش

ظاہر ہے کہ ایک مضبوط اور مستحکم بنیاد پر ہی پوری عمارت کے استحکام واستبقاء کا انحصار ہوتا ہے عائلی زندگی کی اس عظیم اہمیت کے پیش نظر قرآن حکیم نے بڑی شرح وبسط اور تفصیل کے ساتھ عائلی احکام اور آداب بیان کئے ہیں۔

ارشادباری ہے :

یایهاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منهازوجها وبث منهما رجالا کثیراً ونساءً

(اے انسانو! ڈرواپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور پیدا کیا اُسی میں سے جوڑا اس کا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں)

اس جامع اور بلیغ آیت میں جہاں وحدت نسل انسانی (Unity of ManKind) وحدتِ تخلیق (Unity of Creation) وحدت مقصد (Unity of Purpose) اور وحدتِ ہدایت ربانی (Unity of Divine guidence) کو بیان کر کے انسانی زندگی کے متعلق تمام تصورات باطلہ کی تردید کرتے ہوئے آغاز حیات' انداز حیات اور انجام حیات کے اہم مسائل کا واضح اور نکھرا ہوا تصور پیش کیا ہے۔ وہاں اس امر کی بھی نشاندھی کر دی ہے کہ خالق بزرگ وبرتر نے نسل انسانی کی افزائش اور اس کی بقاء و تحفظ کا ذریعہ مرد و عورت کے ازدواجی تعلق کو بتایا۔ قرآن حکیم حیات انسانی کے اس پہلو پر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ مرد و عورت میں باہمی جذب وکشش کے فطری جذبات ودیعت کئے گئے بلکہ دونوں صنفوں کے اس باہمی ارتباط کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم نشانیوں میں سے

Marfat.com

ایک نشانی قرار دیا فرمایا :

ومن ایته ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا
الیها وجعل بینکم مودة ورحمة (الروم :۲۱)

(اور اسکی نشانیوں میں سے ہے یہ بھی کہ پیدا کیں اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان کے پاس اور پیدا کر دی اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت)

پھر ھن لباس لکم وانتم لباس لھن (البقرة ۱۸۷) (وہ لباس ہیں تمہارے لئے اور تم لباس ہو ان کیلئے) کے ارشاد سے ایک صنف کو دوسری صنف کی تکمیل قرار دیا کیونکہ ہر ایک کی زندگی دوسرے کے بغیر ادھوری رہ جاتی ہے۔ خود انسان اول حضرت آدم علیہ السلام نے جنت کی انواع واقسام کی بے بہا نعمتوں کے باوجود رفاقت کے جس خلاء کو محسوس کیا اسے حضرت حواء علیہ السلام کے وجود سے پر کیا گیا۔ المختصر مرد وعورت کے ارتباط کی مثال بجلی کے (Negative) اور (Positive) دو تاروں کی ہے جن کے باہمی اتصال سے حیات انسانی میں برقی رو کا ظہور ہوتا ہے۔

لیکن یہاں اس امر کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ مرد وعورت کے باہمی جذب وکشش کے اس فطری جذبے نے انسان کے اندر خواہشات اور آرزوؤں کا ایک تلاطم برپا کر دیا جس کی نشاندہی یہ جامع آیت کر رہی ہے :

زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقنا طیر المقنطرة من الذھب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث (آل عمران :۱۴)

(خوش نما بنادی گئی ہے لوگوں کیلئے محبت ان رغبتوں کی جو نہیں ہیں عورتوں سے اور اولاد سے ، بڑے بڑے ڈھیروں سے سونے اور چاندی کے ، منتخب گھوڑوں سے ، مال مویشی سے اور کھیت کھلیان سے)

Marfat.com

کسی انسانی معاشرے پر نظر ڈالیے، دیگم، بیٹے، بینک بیلنس، بیوک اور بے شمار پرورش حیوانات اور زرعی فارموں کے حصول کو انسانی تمناؤں کا محور و مرکز پائیں گے اور مذکورہ خواہشات نفسانی میں بھی سر فہرست عورت کو پائیں گے۔ یہی وہ دوراہا اور مقام لغزش ہے جہاں مختلف اقوام و ملل نے ٹھوکر کھائی ہے اور افراط و تفریط کا شکار ہو گئی ہیں یا تو انسانی گروہوں نے خواہشات کا غلام بن کر اور عفت و عصمت کے گرانمایہ تصورات کو خیرباد کہہ کر جنسی بے راہ روی کو شعار بنا لیا یا انہوں نے جذبات کے ہیجان اور خواہشات پر قابو پانے کے لئے دوسرا انتہائی راستہ اختیار کیا کہ خواہشات کو سرے سے کچل کر ہی رکھ دیا۔ بدھ مت، جین مت، ہندو مت اور عیسائیت کے ہاں تجرد و رہبانیت کے تصور میں یہی اصول کارفرما نظر آتا ہے جو انسان کی خودی، خود آگہی اور تخلیقی صلاحیتوں کے لئے سم قاتل کی حیثیت رکھتا ہے لیکن قرآن حکیم نے افراط و تفریط کے ان دو انتہائی راستوں کے درمیان ایک سیدھی راہ سو جھائی اور ذلك متاع الحيوة الدنيا والله عنده حسن المآب (آل عمران : ۱۴) (یہ سب ساز و سامان ہے دنیاوی زندگی کا اور اللہ ہی کے پاس ہے بہترین ٹھکانہ) کے ارشاد سے یہ واضح کیا کہ ایک متوازن اور منضبط ازدواجی زندگی اختیار کرنے سے نہ صرف یہ کہ انسان اپنے فطری میلانات کی تسکین حاصل کر سکتا ہے بلکہ اس وسیع و عریض کائنات میں ایک تعمیری اور مثبت کردار ادا کر سکتا ہے چنانچہ قرآن حکیم نے اہل ایمان کو ایک منضبط ازدواجی زندگی گذارنے کے لئے نکاح کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

فانکحوا ماطاب لکم من النسآء مثنٰی وثلٰث وربٰع فان خفتم الاتعدلوا فواحدة (النساء : ۳)

(تو نکاح کرو تم ان کے علاوہ) ان سے جو پسند آئیں تم کو عورتیں دو دو، تین تین، چار چار پھر اگر خوف ہو تم کو یہ کہ نہ عدل کر سکو گے تو بس ایک)

Marfat.com

وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنهم الله من فضله والله واسع علیم (النور : ۳۲)

(اور نکاح کر دیا کرو ان مردوں اور عورتوں کا جو مجرد ہوں تم میں سے اور اپنے ان غلاموں اور لونڈیوں کا جو صلاحیت رکھتے ہوں۔ اگر ہوں گے یہ مفلس تو غنی کر دے گا ان کو اللہ اپنے فضل سے اور اللہ ہے بڑی وسعتوں کا مالک، سب کچھ جاننے والا)

نکاح میں رکاوٹ بننے سے منع فرمایا: فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن (۲:۲۳۲)

انبیاء و رسل کی مدح میں یہ ذکر کیا۔

ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك وجعلنا لهم ازواجاً وذرية (الرعد : ۳۸)

اور بے شک بھیجے ہیں ہم نے بہت سے رسول تم سے پہلے اور بنایا تھا ہم نے انہیں بیوی بچوں (والا)

اپنے نیک بندوں کا طریق بیان کیا کہ وہ اپنی دعاؤں میں یہ التجا کرتے ہیں:

ربنا هب لنا من ازواجنا وذریتنا قرة اعین (الفرقان : ۷۴)

اے ہمارے رب! عطا فرما تو ہمیں ایسی بیویاں اور ایسی اولاد جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہو

نکاح سے متعلق محسن انسانیت ﷺ کے متعدد احکامات وارشادات حدیث کی کتب میں بیان کئے گئے ہیں۔ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے آپ ﷺ کا ایک ارشاد مروی ہے۔

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء

"اے جوانوں کے گروہ! تم میں سے جو شخص نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نکاح کرے کیونکہ نکاح بے باک نگاہوں کو جھکانے والا اور عفت و عصمت کا محافظ ہے اور جو شخص اس کی طاقت نہ رکھے اس کو چاہیے

Marfat.com

کہ روزہ رکھے کہ روزہ جذبات کے ہیجان کو رفع کرتا ہے"۔

قرآن حکیم نے نہ صرف یہ کہ نکاح کی ترغیب دی ہے بلکہ اس کے مقاصد عالیہ پر بھی روشنی ڈالی ہے نکاح کا مقصد اولین عفت قلب و نظر ہے اسی لئے قرآن حکیم نے نکاح کو احسان سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی قلعہ بندی کے ہیں۔ قرآن کریم نے مرد کو محصن یعنی قلعہ تعمیر کرنے والا اور عورت کو محصنہ کہا یعنی اس قلعہ کی حفاظت میں آجانے والی جو عصمت و اخلاق کی حفاظت کے لئے تعمیر کیا گیا ہے۔

نکاح کا دوسرا مقصد ایک منضبط اور پر مسرت ازدواجی زندگی ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے نکاح کو میثاقِ غلیظ سے تعبیر کیا جس کے معنی ہیں مستحکم قول و قرار گویا یہ پیمان وفا ہے۔ جو مرد باندھتا ہے قرآن حکیم نے نکاح کو وجہ سکون بھی قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا

هو الذی خلقكم من نفس واحدة و جعل منهازوجها ليسكن اليها (الاعراف : ۱۸۹)

(وہی تو ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور بنایا اسی میں
سے اس کا جوڑا تاکہ سکون حاصل کرے وہ اس کے پاس)

نکاح کا تیسرا مقصد صحیح النسب اولاد کا حصول ہے جو دنیا میں دست و بازو، بڑھاپے میں سہارا اور موت کے بعد اس کی وارث اور اس کے لئے دعائے مغفرت کر کے صدقہ جاریہ بنتی ہے۔ قرآن حکیم نے حضرت زکریا علیہ السلام کی اس دعا کو بیان کیا ہے: يرثنی ويرث من ال يعقوب اور حضرت ابراہیم کے اس ہدیہ تشکر و امتنان کا ذکر کیا ہے جو وہ بارگاہ خداوندی میں بجالا رہے تھے اور اہل ایمان کو یہ دعا کرنے کی تلقین کی گئی ہے: ربنا هب لنا من ازواجنا وذريتنا قرة اعين (الفرقان : ۷۴)

(اے ہمارے رب! عطا فرما تو ہمیں ایسی بیویاں اور ایسی اولاد جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہو)

نکاح کے ان مقاصد عالیہ کے حصول کے بعد انسان واقعی اس کارگاہ حیات میں ایک موثر اور تعمیری کردار ادا کر سکتا ہے بیوی بچوں کی کفالت کی فکر اس کے کسب

Marfat.com

معاش کے جوہر کو اجاگر کرتا ہے اور وہ صبح و شام زیادہ کمانے کی فکر سے اپنی جدو جہد اور سعی و کاوش کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ قومی اور ملی سطح پر اقتصادی تقاضے پورے کرتا ہے بلکہ خود اسے بھی غنا اور تونگری حاصل ہوتی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے امام شافعیؒ کے حوالے سے حضرت عمر فاروقؓ کا یہ قول نقل کیا ہے :

"میں اس شخص سے کم ہمت کسی شخص کو نہیں پاتا جو" ان یکونوا فقراء یغنهم الله من فضله "(النور : ۳۲)(اگر ہوں گے یہ مفلس تو غنی کر دے گا ان کو اللہ اپنے فضل سے) پڑھنے کے بعد بھی نکاح نہ کرے"۔ نکاح سے دیگر اخلاقی و تمدنی تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں۔

مثلاً بیوی بچوں کی تکالیف پر صبر اور درگذر اور ان کی اصلاح و تادیب سے اس میں اخلاق فاضلہ کے ملکات پیدا ہوتے ہیں، قرابت داری میں اضافہ ہوتا ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے : وجعله نسباً و صهراً یعنی مصاہرت کو انعام خداوندی کہا گیا ہے۔

قرآن حکیم نے نکاح کے مقاصد عالیہ ذکر کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ طریقے اور ذرائع بھی بتائے ہیں جن کے نتیجے میں ازدواجی زندگی پر مسرت اور مستحکم ہو سکتی ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بیوی کے انتخاب کا معیار کیا ہونا چاہئے قرآن حکیم نے چند بلیغ الفاظ میں ایک آئیڈیل بیوی کا تصور پیش کیا ہے :

فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ الله (النساء : ۳۴)

(پس نیک عورتیں (ہوتی ہیں) اطاعت شعار، حفاظت کرنے والیاں (مردوں کی) غیر حاضری میں، ان سب چیزوں کی جن کو محفوظ بنایا ہے اللہ نے)

گویا عورت کا جوہر یہ ہے کہ وہ صالح اور نیک کردار ہو، تابع فرمان ہو اور شوہر کے مال اور اپنی عفت و ناموس کی محافظ ہو، محسن انسانیت ﷺ کا ایک ارشاد جو ابن ماجہ نے حضرت ابو امامہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اسی ارشاد خداوندی کی تفسیر ہے آپ ﷺ

Marfat.com

فرماتے ہیں :

ماااستفادالمئومن بعد تقوی الله خیراً له من زوجةٍ صالحةٍ ان امرها اطاعته وان نظرالیها سرته وان اقسم علیها ابرته وان غاب عنها نصحته فی نفسها وماله

(یعنی خدا کا بندہ تقویٰ کے بعد جس چیز کو اپنے لئے انتخاب کرتا ہے وہ ایک صالح اور نیک بخت عورت ہے ایسی عورت جسے وہ کسی بات کا حکم دے تو فوراً تعمیل بجالائے اس کی طرف دیکھے تو اس کا دل خوش ہو اسے قسم دے تو وہ قسم پوری کرے اور اگر وہ غائب ہو تو اس کے مال اور اپنی عصمت کا تحفظ کرے)

درحقیقت عورت کے یہی محاسن ہیں جن پر ایک پر مسرت اور خوشگوار زندگی کی عمارت تعمیر ہوتی ہے اور اگر عورت ان اوصاف سے عاری ہو یا پھر مرد کا استحصال شروع کر دے تو یہ خوشگواری بتدریج ناخوشگوار میں تبدیل ہو کر انتشار واختراق کا باعث بن جاتی ہے امام غزالیؒ نے اس ضمن میں احیاء علوم الدین میں ایک باب باندھا ہے۔ مایراعی حالۃ القصر من احوال المراۃ کہ نکاح کے وقت عورت کی کن خصوصیات کو مد نظر رکھا جائے اس میں انہوں نے داناؤں کے اس قول کو نقل کیا ہے :

لاتنکحو من النساء لا انانة ولا منانه ولا حنانه

ولا تنکحوا حداقة ولا براقة ولا شداقه

یعنی انانہ، منانہ، حنانہ، حداقہ، براقہ اور شداقہ قسم کی عورتوں سے نکاح نہیں کرنا چاہئے۔ انانہ وہ عورت ہے جو ہر وقت آہ وزاری کرتی رہتی ہے اور سر پر پٹی باندھے رکھے ایسی واقعی مریضہ یا بنی ہوئی مریضہ سے نکاح میں کوئی بھلائی نہیں، منانہ وہ عورت ہے جو ہر وقت خاوند پر اپنے احسانات عظیمہ گنواتی رہتی ہے کہ میں نے تمہاری خاطر یہ کیا وہ کیا۔ حنانہ وہ عورت ہے جو دوسرے شوہر یا دوسرے شوہر کے لڑکے کی

Marfat.com

محبت کے ذکر میں ہی رطب اللسان رہتی ہے۔ حداقہ وہ عورت ہے جو ہر شے کو گھور کر دیکھتی ہے اور بے تاب ہو کر شوہر کو اس کے خریدنے پر مجبور کرتی ہے۔ براقہ وہ عورت ہے جو پورا دن میک اپ میں صرف کر دیتی ہے یا وہ عورت ہے جو ہر کھانے کے موقع پر روٹھ کر غضبناک ہو جاتی ہے۔ شداقہ وہ عورت ہے جو گفتگو کی دلدادہ یا تونی اور منہ پھلا پھلا کر بات کرتی ہے۔

دراصل امام غزالیؒ نے عورتوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ یہ عادات پر مسرت ازدواجی زندگی کی راہ میں رکاوٹ ہیں لہذا ایسی عادات کو ترک کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ عورت صالح ہو تو اس قسم کی ناگواری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضور علیہ ﷺ نے ایک اور بنیادی راہنما اصول اپنانے کی تلقین کی ہے بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے حضور علیہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے :

تنکح المراة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین

کہ عورت سے چار باتوں کے سبب نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی بنا پر، اس کے حسب نسب یعنی اس کے آبائی مفاخر کی بنا پر، اس کے حسن و جمال کی بنا پر اور یا پھر اس کی سیرت و کردار کی بنا پر۔ حضور علیہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونا چاہتا ہے تو سیرت و کردار والی عورت سے نکاح کرے۔ مقصود یہ ہے کہ انتخاب میں سیرت و کردار کو اولیت دی جائے۔ تاہم دوسری خوبیوں کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ ایک پر مسرت ازدواجی زندگی کے حصول کے لئے حضور علیہ ﷺ نے انسان کے فطری اور جبلی تقاضوں کے پیش نظر اپنی منسوبہ کو ایک نظر دیکھ لینے کا مشورہ دیا ہے۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں ایک مستقل باب ہے باب النظر الی المخطوبہ جس میں حضور علیہ ﷺ کے متعدد ارشاد نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں ایک ارشاد حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ علیہ ﷺ نے فرمایا :

Marfat.com

اذا خطب احدکم المراۃ فان استطاع ان ینظر الی مایدعوہ الی نکاحھا فلیفعل

"جو شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اس کو چاہیئے کہ اگر ممکن ہو تو عورت کو ایک نظر دیکھ لے"

دوسری طرف عورت کو شوہر کے انتخاب کا پورا پورا حق دیا گیا امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے حضور ﷺ کا ایک ارشاد جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نقل کیا ہے:

لا تنکح الایم حتی تستامرولا تنکح البکر حتی تستاذن قالو یارسول اللہ وکیف اذنہا قال ان تسکت

"بیوہ عورت کا نکاح اس کی اجازت حاصل کئے بغیر نہ کیا جائے اور اس طرح کنواری عورت کا نکاح اس کے اذن سے کیا جائے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ کہ اس سے (اس کی فطری شرم و حیاء کی بنا پر) کیونکر اجازت حاصل کی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی اجازت یہ ہے کہ وہ خاموش ہو جائے نکاح اور سفاح یعنی بدکاری میں فرق و امتیاز کے لئے حضور ﷺ نے نکاح کی شرط خاص شہادت کو قرار دیا اور نکاح کی تشہیر و اعلان کی تاکید فرمائی جس کی ایک صورت ولیمہ بھی ہے جس کا ایک فائدہ نکاح کا اعلان ہے تو دوسری طرف لوگوں کو ولیمہ کے لئے جمع کرنے میں عورت اور مرد اور ان کے خاندان کی عزت و کرامت ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

"ولیمہ کے اندر مدنی، شہری، منزلی، سیاست اور تہذیب نفس اور احسان و نیک سلوک کا ایک کافی اور صالح حصہ موجود ہے تو واجب اور ضروری ہوا کہ آنحضرت ﷺ اسے باقی رکھتے" لیکن یہاں اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ ہمارے معاشرے میں بعض حضرات نے ولیمہ کو ایک انتہائی مہنگی رسم بنالیا ہے اور وہ برادری میں ناک بچاتے بچاتے قرض اٹھا کر معنوی طور پر گردن کٹوا لیتے ہیں۔ محسن انسانیت ﷺ نے ولیمہ کی کوئی

Marfat.com

حد مقرر نہیں فرمائی۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے جب حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا تو کھجور، پنیر اور گھی ملا کر مالیدہ بنا کر لوگوں کو ولیمہ کھلایا۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضور ﷺ کے اس قول کو بیان کیا ہے اذادعی احد کم الی الولیمة فلیاتها آپ ﷺ نے یہ بھی وضاحت کر دی کہ فان شاء طعم وان شاء ترک شمولیت کے بعد خواہ کھائے یا نہ کھائے۔ المختصر ولیمہ اگرچہ بے شمار فوائد کا حامل ہے تاہم حتی الامکان سادہ ہو تو غرباء بھی اس مبارک رسم کو ادا کر سکیں۔

عائلی زندگی کو متوازن اور مستحکم بنانے کے لئے قرآن حکیم نے انعقاد نکاح کے بعد زوجین کے حقوق و فرائض کی تعیین کی اور چند بنیادی رہنما اصول دیئے۔

مردوں پر فرض کیا کہ وہ عورتوں کو ان کے مہر ادا کریں۔

واتوا النساء صدقتهن نحله (النساء : ۴) (اور ادا کرو عورتوں کو ان کے مہر، خوش دلی کے ساتھ) حضور ﷺ نے مہر کی بھی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔

مرداُن کے اخراجات کی پوری کفالت کریں۔ ینفق ذوسعة من سعته اور علی الموسع قدره وعلی المقترقدره (البقرة:۲۳۶)

(جو خوشحال ہو (وہ دے) اپنے مقدور کے مطابق اور تنگدست اپنے مقدور کے مطابق)

اسی طرح مرد عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ وعاشروهن بالمعروف حضور ﷺ نے فرمایا خیر کم خیرکم لاهله وانا خیر کم لاهلی اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہیں تو عدل سے کام لیں۔

فلا تمیلوا کل المیل فتذدوها کالمعلقه (النساء : ۱۲۹) لہذا نہ جھک جاؤ (کسی ایک کی طرف) پوری طرح جھکنا چھوڑ دو دوسری بیویوں کو ادھر لٹکتا)

ترمذی ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت ابوہریرہؓ کے حوالے سے

Marfat.com

حضور ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے :

اذکانت عندالرجل امراتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة وشعه ساقط پھر مردوں کو یہ چاہئے کہ عورتوں کو اپنے پاس رکھیں۔ اسکنوهن من حیث سکنتم اسی طرح شوہر کے حقوق جو عورت کے فرائض ہیں ان کی تعیین بھی فرمادی اور وہ یہ ہیں۔

عورت شوہر کی اطاعت کرے، اس کے پاس رہے، گھر کے امور کی نگہداشت کرے، اولاد کی مشفقانہ پرورش کرے، شوہر کی بلا اجازت باہر نہ نکلے، اپنے ناموس اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے، شوہر کی دلجوئی اور خوشنودی ملحوظ رکھے اور طلاق یا وفات کی صورت میں اس کی عدت گذارے۔ قرآن حکیم نے ولا تنسوا الفضل بینکم (البقرہ : ۲۳۷) (اور مت بھولو احسان کرنا ایک دوسرے کے ساتھ) کے ارشاد سے باہمی فیاضانہ اور فراخدلانہ سلوک کی تلقین کی ہے ایک طرف تو شوہر کو یہ تلقین کی ہے کہ وہ اپنے دیئے ہوئے مال اور تحائف سے کچھ واپس نہ لے۔ و اتیتم احداهن قنطاراً فلاتا خذوامنه شیئاً (النساء : ۲۰) (اور دے چکے ہو تم ان میں سے کسی ایک کو ڈھیروں مال تو نہ واپس تو اس میں سے کچھ بھی) ادھر عورت کو یہ ترغیب دی کہ وہ مہر میں تخفیف یا اُسے کلی طور پر شوہر کو معاف کر سکتی ہے۔ فان طبن لکم عن شیئاً نفساً فکلوه هنیئاً مریاً (النساء : ۴) پھر اگر (چھوڑ دیں) وہ اپنی خوشی سے تمہارے لئے کچھ حصہ مہر کا از خود تو کھاؤ اُسے خوش گوار سمجھ کر بے کھٹکے۔

اس کے علاوہ زوجین کو ایک دوسرے کے ورثے اور ترکے میں شریک ٹھہرایا۔ عائلی زندگی کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے قرآن حکیم نے چند اور مفید موثر احکام دیئے ہیں جو پردہ، استیذان اور حیاداری پر مشتمل ہیں۔ یہاں اس امر کا ذکر بے

Marfat.com

حد ضروری ہے کہ عائلی زندگی کی سب سے بڑی دشمن اور اسے تباہ و برباد کر دینے والی شے جنسی بے راہ روی ہے اور قرآن کریم نے اس کی سنگین سزا مقرر فرمائی ہے۔

قرآن حکیم نے ازدواجی زندگی کو پر مسرت اور مستحکم بنانے کے زریں اُصول دیئے ہیں لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسانی طبائع کا تلون اور تنوع بعض اوقات ازدواجی زندگی میں تلخیاں پیدا کرتا ہے قرآن حکیم نے زوجین کے مابین پیدا ہو جانے والی کشیدگی کا جسے قرآن حکیم شقاق اور نشوز سے تعبیر کرتا ہے علاج اور حل تجویز کیا ہے پہلا زریں اصول تو قرآن حکیم نے یہ دیا ہے کہ انسان کے جذبہ خلق ور حمت کو ابھارا ہے تاکہ معمولی ابھر نے والے مسائل پر عفو و درگذر سے کام لیا جائے چنانچہ ارشاد باری ہے:

وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسىٰ ان تكرهوا شيئاً ويجعل الله فيه خيراً كثيراً (النساء :١٩)

(اور برتاؤ کرو عورتوں کے ساتھ اچھا، پھر اگر وہ ناپسند ہوں تم کو عجب نہیں کہ ناپسند کرو تم ایک چیز کو اور رکھی ہو اللہ نے اس میں خیر کثیر)

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: استوصوا بالنساء خيراً فانهن خلقن من ضلع وان اعوج شئى فى للضلع اعلاوه فان ذهبت تقيمه كسرته وان تركته لم يزل اعوج فاستوصوا بالنساء

"عورتوں کے ساتھ بھلائی کیا کرو، اس لئے کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے جو ٹیڑھی چیز ہے اور پسلی میں سب سے ٹیڑھی چیز اوپر کا حصہ ہے اگر تو اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کریگا تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اپنے حال پر چھوڑ دے گا تو اس کا ٹیڑھا پن دور نہ ہوگا۔ اس لئے عورتوں سے بھلائی کرنا ہی مناسب ہے"

امام مسلمؒ نے ابو ھریرہؓ کے حوالے سے حضور ﷺ کا ایک ارشاد بیان کیا ہے

Marfat.com

کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لایضرك مومن مومنة ان كره منها اخر

"کوئی مسلمان مرد مسلمان عورت سے بغض نہ رکھے اس لئے کہ اگر اس کی ایک عادت و خصلت ناپسندیدہ ہو گی تو دوسری عادت ضرور پسندیدہ ہو گی"

لیکن اگر ناچاقی روز افزوں بڑھتی ہی جا رہی ہو تو شوہر کو تین مرحلوں میں بیوی کی اصلاح کی کوشش کرنا چاہئے پہلے محبت و خلق سے کام لیتے ہوئے اسے سمجھائے، اگر سمجھانا بے اثر ہو جائے تو کچھ عرصے کے لئے اسے اپنی خوابگاہ سے الگ رکھے، وفا شعار عورت کے لئے شوہر کی یہ کھلی ناراضگی اس کے لئے تازیانہ عبرت ثابت ہو گی لیکن اگر یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو اور معاملہ اس سے بھی بڑھ جائے اور مرد یہ سمجھنے پر مجبور ہو کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے تو اصلاح و تادیب کے تیسرے مرحلے میں انتہائی اقدام کے طور پر تھوڑا سا مار پیٹ سے کام لے سکتا ہے۔ قرآن حکیم نے فرمایا:

فعظوهن واهجروهن فى المضاجع واضربوهن فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلاً (النساء : ۳۴)

(سو نصیحت کرو ان کو اور (اگر نہ مانیں تو) تنہا چھوڑ دو ان کو بستروں میں اور (پھر بھی نہ مانیں تو) مارو ان کو پھر اگر اطاعت کرنے لگیں وہ تمہاری تو نہ تلاش کرو ان پر زیادتی کرنے کی راہ)

لیکن یہ ضروری نہیں کہ فساد اور ناچاقی صرف عورت کی طرف سے واقع ہو عین ممکن ہے مرد ہی گڑبڑ کر رہا ہو اس صورت میں بیوی کو حکمت اور بصیرت سے کام لینا چاہئے اور شوہر کو کسی صورت راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے چنانچہ قرآن حکیم نے عورت کو یہ راہ سوجھائی ہے:

وان امرأة خافت من بعلها نشوزاً او اعراضا فلا جناح عا هما ان

Marfat.com

یصلحا بینهما صلحا والصلح خیر (۴: ۱۲۸)

(اور اگر کسی عورت کو ڈر ہو اپنے خاوند کی طرف سے بد سلوکی یا بے رخی کا تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر کہ صلح کر لیں آپس میں کسی طریقے سے اور صلح بہر حال بہتر ہے)

اصلاح و تادیب کے یہ سب مرحلے اگر بے سود ثابت ہوں تو اب بھی زوجین عجلت سے کام نہ لیں بلکہ قرآن حکیم نے زوجین کے مابین افہام و تفہیم کے لئے سب مسلمانوں کو مخاطب کیا ہے:

وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکماً من اهلها ان یریدا اصلاحاً یوفق اللهبینهما ان الله کان علیما خبیرا (النساء: ۳۵)

(اور اگر اندیشہ ہو تم کو نا چاقی کا میاں بیوی کے درمیان تو مقرر کرو ایک ثالث مرد کے خاندان سے اور ایک ثالث عورت کے خاندان سے اگر چاہیں گے وہ دونوں اصلاح احوال تو موافقت پیدا کر دے گا اللہ ان دونوں کے درمیان، بے شک اللہ ہے سب کچھ جاننے والا، ہر بات سے باخبر)

لیکن اگر تحکیم یعنی ثالثوں یا پنچایت کی یہ اصلاحی کوشش بھی بے کار ثابت ہو اور طلاق دینا ناگزیر ہو جائے تو قرآن حکیم نے طلاق دینے کا بھی ایک ایسا طریق سوجھایا ہے جو بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہے یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری ہے ... ق کا مسئلہ ہے۔ پاکستان میں بسنے والے نوے فی صد لوگ طلاق کی اہمیت اور اس کے دینے کے طریقے سے واقف نہیں نتیجتہً بغیر سوچے سمجھے تڑاق تڑاق تڑاق کے وزن پر طلاق داغ دی جاتی ہے، نہ طلاق دینے والے کو علم ہوتا ہے کہ غلط طریقے سے طلاق دینا نہ صرف یہ کہ اس کی ندامت میں اضافہ کرے گا اس کی ذمہ داریوں اور خرچ میں اضافہ کرے گا بلکہ شریعت کی نگاہ میں وہ گنہگار بھی ہو گا طلاق دیتے وقت نہ تو پہلے بیان کردہ مرحلوں سے اصلاح و تادیب کی کوشش کی جاتی ہے نہ ہی اس کے جائز

Marfat.com

وقت کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور نہ ہی طلاق کے دیگر آداب ملحوظ ہوتے ہیں جن میں سے سب سے اہم اصول یہ ہیں کہ شوہر عورت کو گھر میں رکھ کر طلاق دے اور عورت اپنی عدت اسی گھر میں گذارے لیکن افسوس کہ ہمارے معاشرے میں محض جہالت اور ناواقفیت کی بنا پر لوگ بیویوں کو پہلے کسی حیلے بہانے ان کے میکے بھجوا دیتے ہیں اور بعد میں طلاق نامہ بھجوا دیتے ہیں۔ قرآن حکیم نے ایسا کرنے سے سختی سے منع کیا ہے طلاق کے طریق کار میں سب سے پہلا اصول تو قرآن حکیم نے یہ بتایا ہے کہ طلاق عورت کو پاکیزگی کے زمانے میں دی جائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

یاایها النبی اذاطلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربکم (الطلاق :۱)

"اے پیغمبر ﷺ مسلمانوں سے کہو کہ جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو انہیں ان کی عدت کے شروع میں ایک طلاق دو اور طلاق کے فورا بعد عدت گننے لگو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو"

بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنی بیویوں کو ایام کی حالت میں طلاق دی تو رسول اکرم ﷺ ان پر ناراض ہوئے اور حکم دیا کہ وہ فوری رجوع کریں اور دوبارہ قرآنی حکم کے مطابق پاکیزگی کے زمانے میں ہی طلاق دیں۔ قرآن حکیم نے دوسرا اصول یہ بتایا کہ :

لا تخرجوهن من بیوتهن ولا یخرجن الاان یا تین بفاحشة مبینة (الطلاق :۱)

(کہ عورتوں کو ہرگز ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود بھی باہر نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھیں) اس کے بعد مزید ارشاد ہے :

وتلك حدود الله ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لاتدری لعل الله یحدث بعد ذلك امرا (الطلاق :۱)

Marfat.com

(کہ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں اور جس شخص نے اللہ کی مقرر کردہ حدوں سے تجاوز کیا تو اس نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا)

طلاق دینے والے تو اس امر کو نہیں جانتے کہ شاید اللہ طلاق کے بعد ملاپ کی کوئی صورت پیدا کر دے۔ لعل الله يحدث بعد ذلك امرا (الطلاق :۱)

(شاید کہ اللہ تعالیٰ پیدا کر دے اس کے بعد بھی (موافقت کی) کوئی صورت)

کا جملہ اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ دوران عدت عورت کا شوہر کے گھر میں رہنا حالات کو سازگار بنانے میں کس قدر موثر کردار ادا کر سکتا ہے۔

قرآن حکیم نے طلاق کو بازیچہ اطفال نہیں بنایا کہ ادھر طلاق دی ادھر کہیں اور نکاح کر لیا بلکہ عورت کے لئے ایک زمانہ انتظار مقرر کر دیا فرمایا:

والمطلقت يتربصن بانفسهن ثلثه قروء (البقرہ :۲۲۸)

اور طلاق یافتہ عورتیں تین قروء اپنے آپ کو روکے رکھیں اس اڑھائی تین مہینے کے عرصے کو قرآن حکیم نے عدت سے تعبیر کیا۔

اسلام دین فطرت ہے لہذا عمومی طور پر ایام کی کیفیت سے گذرنے والی عورتوں کے علاوہ دوسری عورتوں کی عدت الگ بیان کی وہ عورتیں جو کمسنی یا کبر سنی کی وجہ سے ایام سے مایوس ہو چکی ہیں ان کی عدت تین ماہ مقرر کی ہے اور وہ عورتیں جو اُمید سے ہیں ان کی عدت بچے کے تولد ہونے تک ہے۔

اسلام کا عائلی نظام دوسرے ادیان و مذاہب کے Comparatively بہترین سماجی و معاشرتی راہنمائی کرتا ہے جن میں روزمرہ پیدا ہونیوالے مسائل کا شافی حل موجود ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں میں بھائی چارے کی ضرورت اور فلسفہ

واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولاتفرقوا واذکروا نعمت اللّٰہ علیکم اذکنتم اعداء فالف بین قلوبھم فاصبحتم بنعمۃ اخوانا و کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا کذلک یبین اللّٰہ لکم ایتہ لعلکم تھتدون (3 : 103)

(سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔اس طرح اللہ اپنی نشانیاں تمہارے سامنے روشن کرتا ہے شاید کہ ان علامتوں سے تمہیں اپنی فلاح کا سیدھا راستہ نظر آجائے)

قرآن حکیم وہ صحیفہ فطرت اور روشن ضابطہ ہدایت ہے جو قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کے لئے ایک جامع ، کامل ، اکمل اور محفوظ دستور حیات ہے۔انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ،کوئی شعبہ اور کوئی موڑ ایسا نہیں جس میں اس کتاب زندہ نے زریں رہنما اصول کی نشاندہی نہ کی ہو یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کوئی قوم کوئی ملت اسی صورت میں مضبوط و مستحکم ہو سکتی ہے جب اس کے افراد ایثار و اخوت کے جذبے سے سرشار ، نصب العین کے شعور سے پورے طور پر آگاہ ، اور اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں اور سرگرم عمل ہوں۔

مذکوربالا ایک آیت کریمہ میں تاریخ اسلام میں ایک روشن اسلامی انقلاب کی نشاندہی کی گئی ہے۔انسانیت کے سب سے بڑے محسن معلم اور مربی کے ظہور قدسی سے قبل جزیرہ نماعرب کی کیا حالت تھی؟

Marfat.com

ایک ایسا کوہ آتش فشاں جہاں ہر لحظہ بغض و عناد کی آگ برستی رہتی تھی۔ذرا ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہ جایا کرتی تھیں۔اوس و خزرج میں لڑائی کا سلسلہ ایک سو بیس سال تک جاری رہا۔

" حضور سراپا نور و سرور کا ظہور ہوا تو عرب کے اجڑے دیار میں بہار آگئی۔ عداوت کی جگہ محبت نے، وحشت کی جگہ انس نے، انتقام کی جگہ عفو نے، خود غرضی کی جگہ اخلاق و ایثار نے اور غرور و تکبر کی جگہ تواضع و انکسار نے لے لی۔ یہ وہ انقلاب تھا جس نے عرب کی کایا پلٹ دی جس کی برکت سے عربوں نے تاریخ عالم کا رخ موڑ دیا اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اسی احسان عظیم کی یاد تازہ کرارہا ہے کہ کس طرح اس نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی برکت اور فیض نگاہ سے تمہارے ٹوٹے ہوئے دل جوڑ دیئے اور تمہیں بھائی بھائی بنا دیا "

اس آیت کریمہ نے مسلمانوں میں اخوت بھائی چارے کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا ہے اسے نعمت خداوندی قرار دیا ہے۔ آگ کے گڑھے میں گرنے سے وجہ نجات قرار دیا ہے لیکن ذہنوں میں بے ساختہ یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر اس کی ضرورت کیا ہے؟ اس نعمت سے محروم ہونے پر امت مسلمہ کو کون سے خطرات و حوادث لاحق ہو سکتے ہیں؟ وہ کون سے محرکات و عوامل ہیں جو امت مسلمہ کو اس نعمت عظمیٰ سے محروم کر سکتے ہیں؟ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ کونسے وجوہ و اسباب ہیں جو امت مسلمہ کو ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار اور ناقابل شکست اور مضبوط و مستحکم قلعہ بنا سکتے ہیں اور وہ کونسی حکمت و دانش اور وہ کونسا فلسفہ ہے جس نے اخوت اسلامیہ کو مسلمانوں میں بھائی چارے کو رب کائنات کا احسان قرار دیا ہے؟ قرآن حکیم نے اس روشن اصول کو بے نقاب اور منکشف فرما کر امت مسلم کی پوری پوری رہنمائی کا حق ادا کیا ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ظہور قدسی سے پہلے اقوام مختلف طبقات میں بٹی ہوئی تھیں وطینت قومیت، رنگ و نسل، زبان کے تعصبات جو نہ صرف باہمی نسل انسانی میں افتراق و انتشار کا

Marfat.com

موجب تھے بلکہ جس کی وجہ سے نفرت کی آگ بھڑک کر ان میں تشدد ور خونریزی کا باعث بنی ہوئی تھی۔ رحمۃ العالمین ﷺ نے انہیں مساوات ، حریت اور اخوت کا عملی درس دیا۔ آج U.N.O منشور میں World Brotherhood اخوت عالمی کا دعویٰ صرف Lip . Serveces کے طور پر کیا جارہا ہے کیونکہ آج بھی ان متمدن ممالک میں یہ نوٹس آویزاں نظر آتے ہیں

"Black deger are not allowed" لیکن قرآن حکیم نے چودہ سو برس پہلے عالم انسانیت کو مقام انسانیت سے باخبر کیا تھا ارشاد باری ہے :

" یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زو جھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء "

اس آیت کریمہ میں خالق کائنات ، مالک کائنات ، رب کائنات نے چاروں صورتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے :

1 - وحدت تخلیق (Unity of Creation)

2 - وحدت انسانی (Unity of Mankind)

3 - وحدت مقصد (Unity of Purpose)

4 - وحدت ہدایت (Unity of Guidance)

گویا جب سب انسانوں کاخالق ایک ہے جب سب انسان ایک ہی باپ کی اولاد ہیں جب پوری نوع انسانی کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور اسکی نافرمانی سے احتراز کرنا یعنی ، تقویٰ اختیار کرنا ہے تو انہیں انسانی اخوت و مساوات کے جذبات سے سرشار ہو کر ، ہرطرح کے امتیازات اور تعصبات سے بالا تر ہو کر صاحب قرآن ﷺ کے لائے ہوئے آخری ضابطہ ہدایت کی پیروی کرنا چاہیے اور آپس میں محبت و پیار سے رہنا چاہئے لیکن یہاں یہ امر ذہن نشین رہے کہ اخوت انسانی کے مبلغ اعظم نے عالمی اخوت کی بنیاد و اساس اخوت اسلامیہ پر رکھی اور **انما المومنون اخوۃ** کے ارشاد سے فرزندان توحید کو اخوت اسلامی میں منسلک ہونے

Marfat.com

کی تلقین فرمائی اگر ہم اخوت اسلامی کی ضرورت اور اس کے فلسفے اسلامی پر غور کریں تو مندرجہ ذیل حقائق واضح طور سامنے آتے ہیں :

1 اسلام ایک عالمگیر دین ہے جو کالے گورے امیر غریب شاہ و گدا میں احکام خداوندی کے حوالے سے کوئی فرق و امتیاز نہیں رکھتا۔جو برہمن اور شودر لارڈزاور عوام کے امتیازات بلکہ ہر قسم کے طبقائی ' امتیازات پر ضرب کاری لگاتا ہے۔ جہاں سیاہ فام بلال حبشی ؓ کو خوبصورت ابولہب پر کڑوروں فضیلتیں حاصل ہیں۔ "ان اکر مکم عند اللہ اتقٰکم"

2 اسلام آخری ضابطہ حیات ہے

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

3 حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آیگا اس لئے آپ کی شریعت ہی شریعت خالدہ ہے اور حضور ﷺ کے لائے ہوئے حقانیت اور ہدایت کے نور کو قیامت تک آنیوالی نسل انسانی اور اطراف و اکناف عالم تک پہنچانا امت مسلمہ کا فریضہ ہے۔چنانچہ ارشاد باری ہے :

کنتم خیرامۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر وتومنون باللہ ولوامن اھل الکتاب لکان خیرالھم

(تم وہ بہترین امت ہو جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں کے لئے (ان کی ہدایت و بھلائی کے لئے) تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اگر ایمان لے آتے اہل کتاب تو یہ بہترین ہوتا ان کے لئے)

4 اسلام ہی وہ دین حق ہے اور جامع اور اکمل ضابطہ ہدایت جو پوری نسل انسانی کے لئے زمانے کے مادی و روحانی دونوں تقاضوں کی بطریق احسن تکمیل کرتے ہوئے عقل و بصیرت کی میزان پر پورا اترتے ہوئے ' حیات انسانی کے

Marfat.com

ہر شعبے میں، رہنمائی لازم اصول عطا کرتا ہے۔ارشاد خداوندی ہے :

" هوالذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله "

5 اسلام ہی وہ حکمت و بصیرت اور اعتدال و توازن پر مبنی دین فطرت ہے جو ایک پاکیزہ اعلیٰ وارفع ، تعصبات سے بالاتر، نصب العین عطا کرتا ہے جو کلمة اللہ کو سر فراز کرنا چاہتا ہے جو گمراہی کی ظلمت کا ازالہ کرنا چاہتا ہے جو باطل کے طلسم کو پاش پاش کرنا چاہتا ہے جو عقائد باطلہ کا رد کر کے فرزندان توحید کو اور پوری انسانیت کو عقائد حقہ سے بہرہ ور کرنا چاہتا ہے جو پوری نوع انسانی کو الخلق عیال اللہ کا ارشاد نبوی ﷺ بتا کر ایک کنبہ اور برادری قرار دیتے ہوئے حسن سلوک کی تلقین کرتا ہے جو رذائل اخلاق سے بچا کر فضائل سے آراستہ کرنا چاہتا ہے۔

6 " امر بالمعروف و نهی عن المنکر " کا فریضہ اسی خیر الامم کے ذمے تفویض ہوا ہے۔لہٰذا ان تمام حقائق کا جائزہ لیتے ہوئے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ امت مسلمہ کو داخلی انتشار و افتراق سے بچ کر ایک مضبوط اور مستحکم ملت اسلامیہ کی صحت میں پوری نوع انسانی کی اصلاح و ہدایت کا فریضہ ادا کرنا ہے لہٰذا اخوت اسلامیہ اس امر کے لئے ایک ناگزیر ضرورت ہے۔

سید قطب شہید نے اس بارے میں بڑی خوبصورت بات کہی ہے فرماتے ہیں

" فهی اخوة اذن تنبثق من التقوی والا سلام ...... اساسها الاعتصام بحبل اللہ ای عهده و نهجه ودینه وایت بمجرد تجمع علی ای تصور آخر ولا علی ای هدف آخر ولا بواسطته حبل اخر من حبال الجاهلیته الکثیرة "

اخوت اسلامیہ کی ناگزیر ضرورت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" هذه الاخوة المعتصمة بحبل اللہ نعمة تمتن اللہ بها علی الجماعة المسمة الاولی وهی نعمة یهبها اللہ لمن یحبهم عباده دائما "

اخوت اسلامیہ کی وہ اساس جو اسلام نے عطا فرمائی ہے اسکی نظیر کسی

Marfat.com

قوم، کسی مذہب اور کسی نظام میں ملنا مشکل ہی نہیں محال ہے کیونکہ مادی مفادات جب آڑے آتے ہیں تعصب و نفرت کی آگ بھڑکتی ہے یا قبائلی تنازعات جڑ پکڑتے ہیں تو بھائی چارے کے سارے سہارے دھرے رہ جاتے ہیں۔سید قطب نے اس ضمن میں بڑی عمدہ بات کہی ہے :

" وما یمکن ان یجمع القوب الا اخوۃ فی اللہ تصغرالی جانبھا الا حقاد التاریخیته والثارات القبلیة والاطماع الشخصیته والرایات المنعریته و یتیجمع الصف تحت لواء للہ الکبیر المتعال "

یہاں اس امر کا ذکر بیجا ضروری ہے کہ اخوت انسانی کے مبلغ اعظم اور اخوت اسلامیہ کے مربی و معلم نے جہاں اپنے بکثرت ارشادات میں جو حدیث کی کتابوں میں زریں حروف میں رقم ہیں اخوت اسلامیہ کی ترغیب و تلقین فرمائی وہاں آپ کے عملی اقدامات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے مثلا حضورﷺ نے مدینہ منورہ میں سب سے پہلا کام یہ انجام دیا کہ مہاجرین و انصار میں مواخات فرما دی۔ آپ ﷺ کے غزوات کا جائزہ لیجئے۔ مواخات کا عدیم النظیر مظاہرہ ایمان کو تازگی اور حلاوت بخشتا اور محبت و ایثار کا ولولہ پیدا کرتا نظر آتا ہے شاس بن قیس یہودی کی سازش سے اوس و خزرج کی پرانی دشمنی کی یادوں کو تازہ کیا جاتا ہے اور باہمی نفرت کی آگ بھڑکاتی جاتی ہے۔ جنگ کی صورت بن جاتی ہے تلواریں سونت لی جاتی ہیں تو حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام کی معیت میں فوری بنفس نفیس اس قیام پر پہنچتے ہیں تو گلے کاٹنے کا ارادہ رکھنے والے رحمت و عالم کی تلقین سے اخوت کے جذبے سے سرشار ہو کر گلے ملنے لگتے ہیں۔

اعتصام و اخوت کی مذکور بالا آیت کریمہ ان خطرات و حوادث کی طرف بھی لطیف اشارہ کررہی ہے کہ اخوت اسلامیہ سے عاری امت مسلمہ آگ کے گڑھے کے کنارے پر کسی وقت بھی تباہ و برباد ہو سکتی ہے اور اس

Marfat.com

حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ عالمی سطح پر یہود و ہنود اور عالم کفر کی سازشوں کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کیا جائے خوبصورت اور دلکش حیلوں بہانوں منصوبوں اور تجویزوں سے مسلمان ممالک کو اتحاد و اتفاق کی نعمت سے دور رکھا جائے۔ ان میں وطینت، قومیت اور زبان کے فتنے کو ہوا دی جائے۔ ایک مسلم سکالر نے کیا خوب بات کہی کہ مسلمان اس بات پر جھگڑ رہے ہیں کہ "آمین" اونچی کہی جائے یا آہستہ حتی کے بڑے ایوانوں میں ان کی آواز غیر موثر ہو کر رہ گئی مسلمان اس امر پر اختلاف کر رہے ہیں کہ پاؤں کا مسح کیا جائے یا انہیں دھویا جائے حتیٰ کہ دنیا کے مقدر ایوانوں میں ان کے لئے قدم رکھنے کی گنجائش نہ رہی۔

قرآن حکیم نے سورۃ حجرات اور دیگر مقامات پر ان محرکات و عوامل کی بھی نشاندہی کر دی ہے جو امت مسلم کو اخوت اسلامیہ کی نعمت سے دور کر سکتے ہیں لیکن ان اسباب کی طرف بھی توجہ دلائی ہے جو امت مسلمہ کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا سکتے ہیں۔ حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف اتحاد کی بات پر افسوس کا اظہار فرماتے ہیں ؎

منفعت ایک اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

تو دوسری طرف امت مسلمہ کو یہ تلقین بھی فرماتے ہیں:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر
قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دھر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

Marfat.com

Marfat.com

تاریخِ اسلام

☆ اِسلامی علوم ـــ علم تاریخ

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ بحثیت مثالی تاجر

☆ حضرت مجدد الف ثانیؒ

☆ حضرت شیخ معین الدین چشتی اجمیریؒ

☆ تاریخِ اسلام کا ایک باب

Marfat.com

اسلامی علوم۔ علم تاریخ

علم تاریخ سے مراد وہ علم ہے جو واقعات ان کے زمانہ وقوع اور ان کے ارباب پر مشتمل ہو (**علم یتضمن ذکر الوقائع واوقاتها واسبابها**)۔ انگریزی میں تاریخ کے لئے History کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا مفہوم انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کے مطابق واقعات کا ریکارڈ یا خود واقعات ہے۔ گویا تاریخ ایک خاص زمانہ اور مخصوص قوم کے حالات کو قلمبند کرنے کا نام ہے۔

باقی علوم کے مقابلے میں علم تاریخ بیحد دلچسپ اور پر کشش علم ہے جسے تمام قومیں عام و خاص ہر قسم اور ہر طبقے کے لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں کیونکہ اس میں گذشتہ قوموں کے سمٹنے اور بڑھنے' ان کے عروج و زوال کے حالات' حیرت میں ڈالنے والی سیاسی تدبیریں' شجاعت اور بہادری کی داستانیں' عقل و حکمت سے بھرپور اقوال اخلاق الٰہی کی نادر مثالیں' دانائی کی باتیں' مختلف علوم کے آغاز ارتقاء اور ان پر گذرنے والی تبدیلیوں کا معلومات افزا ذکر ہوتا ہے اور تاریخ کے مختلف واقعات ہماری بھری مجلسوں کا دلچسپ موضوع بنتے ہیں۔ ابن خلدون علم تاریخ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے :

"تاریخ ایک بلند مرتبہ شعبہ علم کثیر القوائد اور خوش نتائج فن ہے کیونکہ وہ ہم کو سابق امتوں کے اخلاقی حالات' انبیاء کی سیرتوں اور سلاطین کی حکومتوں اور ان کی سیاستوں سے روشناس کرتا ہے تاکہ جو شخص دینی و دنیوی معاملات میں ان میں سے کسی کی پیروی کرنا چاہے تو اس کا دامن فائدہ سے خالی نہ رہے"

اسلامی تصور تاریخ مغربی تصور تاریخ سے زیادہ وسیع اور جامع ہے۔ اسلام علم برائے علم کا قائل نہیں بلکہ علم برائے مقصد کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن حکیم علوم کا منبع و مخزن ہے۔ اسکی انقلابی تعلیمات پر عمل کر کے مسلمان پوری دنیا کے معلم

Marfat.com

و رہنما بن گئے بقول پروفیسر ہٹی یورپ میں جو آج علم کی شمعیں روشن ہیں وہ ان چراغوں کی رہین منت ہیں جو مسلمان علماء نے جلائے تھے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے جہاں دوسرے علوم کی صرف توجہ دلائی وہاں علم تاریخ کے بارے میں بھی ایک رہنما اصول دیا اور یہ بتایا کہ تاریخ کا مقصد صرف واقعات کو بڑھا چڑھا کر ان میں رنگینی پیدا کر کے سامعین یا قارئین کو لطف اندوز کرنا نہیں بلکہ تذکیر اور عبرت آموزی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ قرآن حکیم میں مذکور قصص پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" مشہور قصوں میں سے بھی صرف ضروری حصوں کو جو تذکیر میں کار آمد ہوں ذکر فرمایا ہے اور تمام قصوں کو ان کی تمام خصوصیات کے ساتھ بیان نہیں کیا۔ اس میں حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ عوام الناس جب کوئی عجیب و غریب داستان سنتے ہیں تو ان کی طبیعت محض اس داستان کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور تذکرہ کا مقصد جو داستان بیان کرنے کی اصل غرض ہے فوت ہو جاتا ہے "۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ انسانی جبلت میں داستان کہنے اور سننے میں بے پناہ رغبت پائی جاتی ہے۔ اسلام نے جو دین فطرت ہے اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا چنانچہ قرآن حکیم نے ذہن انسانی کو ملتفت کرنے کے لئے مختلف قصص بیان فرمائے لیکن یہ اہتمام کیا کہ کہیں ذہن انسانی آوارہ نہ ہو جائے چنانچہ قرآن حکیم نے ان قصص کو عام کہانیوں کی طرح پیش نہیں کیا۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق، فرشتوں کا ان کے حضور سجدہ کرنا، شیطان کا انکار آدم و حوا کا جنت سے نکالا جانا، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ کا اپنی قوم کی طرف توحید کا پیغام پہنچانا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر ان کے مباحثے، ان اقوام کی سرکشی، بدبختوں پر عذاب الٰہی کا نزول، انبیائے کرام اور نیک لوگوں کے لئے نصرت خداوندی کا ظہور، حضرت موسیٰؑ کے مختلف قصے، حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت یونسؑ، حضرت زکریاؑ اور

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ کے قصے قرآن حکیم میں مختلف سورتوں میں کہیں مفصل اور کہیں اختصار سے بیان کئے گئے ہیں۔ بعض قصے بے حد دلچسپ ہیں۔ سب سے زیادہ دلچسپ قصہ حضرت یوسفؑ کا ہے حضرت ابراہیمؑ کا نمرود سے مناظرہ اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنا' آگ کا گلزار ہو جانا' ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے قصص کی بیحد دلچسپی کے حامل ہیں اس کے علاوہ خود محسن انسانیت' ہادی اعظم' سرچشمہ نور' حضور پاک ﷺ کی حیات طیبہ کے واقعات بیان ہوئے ہیں لیکن قرآن حکیم نے ان واقعات کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ تذکیر و عبرت حاصل ہو۔ چنانچہ غزوہ بدر کے نتائج کے بارے میں اشارہ کرتے ہوئے ارشاد باری ہے :

" ان فی ذلک عبرة لاولی الابصار " (آل عمران : 13)

(بے شک ان امور میں ان لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت ہے جو بصیرت رکھتے ہیں)

سورہ یوسف میں حضرت یوسفؑ کے قصے کو بیان کرنے کے بعد پہلی اقوام و ملل کے قصوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :

" لقد کان فی قصصھم عبرة لاولی الالباب " (یوسف : 111)

(بے شک ان لوگوں کے قصوں میں عبرت ہے ان لوگوں کے لئے جو عقلمند ہیں)

فرعون کی سرکشی اور اس کے عبرتناک انجام کی طرف توجہ کو مذکور کرتے ہوئے فرمایا :

" ان فی ذلک عبرة لمن یخشی " (النازعات : 26)

(بے شک اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے)

یہود کے ایک قبیلے بنو نضیر کی بدکرداری اور ان کے سنگین جرائم کے انجام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد قرآنی ہے :

" فاعتبروا یاولی الابصار " (الحشر : 2)

(پس اے عقل و بصیرت سے کام لینے والوں اس سے عبرت حاصل کرو)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ قرآن حکیم کے اس اسلوب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

Marfat.com

"پس ان تمام قصوں سے یہ مقصود نہیں کہ صرف ان واقعات سے آگاہی حاصل ہو جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان سے سننے والوں کے ذہن شرک اور گناہوں کی برائی کی جانب منتقل نہ ہوں اور وہ کفار پر عذاب خداوندی اور مخلصین کے خدا تعالیٰ کی عنایت سے مطمئن ہونے کا فہم حاصل کریں۔"

قرآن حکیم کے اسی رہنما اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے علامہ ابن خلدون نے علم تاریخ کے مقصود پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے کہ :

"تاریخ اپنے اندر ایک تحقیقی نظریہ بھی رکھتی ہے۔ یعنی کائنات کے علل اور ان کے دقیق مبادی کو سامنے لاتی ہے۔ واقعات کے اسلوب کا علم بخشتی ہے اور ان کے گہرے اسباب کو آشکارا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فنون حکمت میں وہ بھی اپنا ایک مرتبہ رکھتی ہے۔"

حکیم الامت علامہ اقبال نے اپنی شاہکار تصنیف اسرار رموز میں امت مسلمہ کی توجہ اس امر مذکور کی ہے کہ حیات ملی کا کمال یہ ہے کہ پوری ملت فرد واحد کی طرح احساس خودی سے سرشار ہو جائے اور خودی کا یہ احساس پیدا کرنے اور اسکی تکمیل کرنے کا طریق یہ ہے کہ ملی روایات یا تاریخ سے کامل آگہی حاصل ہو۔ فرماتے ہیں :

چیست تاریخ اے زخود بیگانہ ———— داستانے قصہ افسانہ

ایں ترا از خویشتن آگہ کند ———— آشنائے کار مرد رہ کند

روح را سرمایہ تاب است این ———— جسم ملت را چو اعصاب است این

علم تاریخ کی اہمیت کے اس بیان کے ساتھ ساتھ بے حد ضروری ہے کہ تاریخ نگاری کے صحیح اصول کی نشاندہی بھی کر دی جائے کیونکہ بعض مورخین نے ان اصول کو ملحوظ نہیں رکھا۔ مورخ نگاری کے صحیح اصول کی نشاندہی بھی کر دی جائے کیونکہ بعض مورخین نے ان اصولوں کو ملحوظ نہیں رکھا۔ مشہور مسلمان مورخ ابن خلدون ایسے لوگوں پر کڑی تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے :

Marfat.com

" نااہلوں نے من گھڑت خرافات و بے نیاز باتیں اس میں ملا دیں اور بعد میں آنے والے بہت سے لکیر کے فقیر ہو کر انہیں قدم بقدم چلے اور اپنی سنی سنائی باتوں کو ہم تک پہنچایا "

چنانچہ موصوف نے مورخین کی بیان کردہ بعض بے بنیاد حکایتوں کی نشاندہی کی ہے اور تاریخ شواہد اور دلائل کی روشنی میں ان کی تردید کی ہے اور تاریخ نگاری کا اصول اور مورخ کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

" تاریخ لکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ محض واقعات نقل کر دیئے جائیں بلکہ مورخ فکر صحیح اور گہری نظر بھی رکھتا ہو کہ اس کے ذریعے حق و صداقت کی راہ پا سکے اور لغزشوں اور غلطیوں سے اپنا دامن بچا سکے کیونکہ تاریخ میں اگر محض نقل پر انحصار کیا جائے اور اصول عادت قواعد سیاست تہذیب و تمدن اور اجتماع انسانی کے حالات کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو غلطی لغزش قدم اور سچائی کے راستے سے ہٹ جانے کے خطرے سے نجات نہیں مل سکتی۔ چنانچہ متقدمین نے علم تاریخ کو جو اہمیت دی ہے وہ انہیں شرائط کے تحت دی ہے کہ یہاں تک کہ طبری' بخاری اور ابن اسحق جیسے علمائے امت نے اس کو اپنا فن قرار دیا ہے"۔

Marfat.com

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت مثالی تاجر

حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی گرامی قدر شخصیت کو تاریخ اسلام میں جو اہم اور نمایاں مقام حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں آپ کی حیثیت خلیفۃ الرسول ﷺ، خلیفہ اول، یارِ غار اور عاشقِ رسول ﷺ ہونے کے اعتبار سے اس قدر ممتاز و منفرد ہے کہ سیرت نگاروں نے اکثر و بیشتر آپ ؓ کی سیرت کے انہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ ؓ کا بحیثیت تاجر ہونے کا ذکر مبسوط طور پر پیش کرنے کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ تاہم آپ ؓ کے تذکرے میں بعض اشارات ایسے ضرور ملتے ہیں جن سے آپ ؓ کا کردار بحیثیت ایک مثالی تاجر کے بھی بڑا نکھرا ہوا اور تابناک نظر آتا ہے اور ایک اچھے اور مثالی تاجر میں جو خصوصیات متوقع ہو سکتی ہیں وہ منتہائے کمال آپ ؓ کی ذات میں جلوہ گر نظر آتی ہیں۔

ایک اچھے اور مثالی تاجر کا ذرا تصور کیجئے آپ کے آئینہ خیال میں فوری ایک جاذب اور پُر کشش شخصیت کی تصویر ابھر آئے گی جو خلیق و نیک سیرت ہے۔ فراخدل ہے۔ ایک ایسا شخص ہے جو بات کا پکا اور قول کا سچا ہے اس کی ساکھ قابلِ رشک ہے۔ لوگ اس پر گہرے اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ تجارت کے معاملے میں وسیع تجربے اور صلاحیت کا حامل ہے۔ اندرون ملک اور بیرون ملک اس کی شخصیت جانی پہچانی ہے۔ ایسا بے لوث، متوکل اور صاحب فہم و ادراک ہے کہ دوسرے لوگ کامل اطمینان سے اپنے ذاتی و تجارتی اُمور میں اس سے مشورے لیتے ہوں۔ کسی ضمانت کے مسئلے میں اس کے نام کا آنا ہی فریقین کی تشفی کیلئے کافی و افی ہے۔ المختصر مثالی تاجر وہ ہے جو ذاتی کردار کے اعتبار سے خلیق، نیک سیرت اور دیانتدار ہو اور فنی صلاحیت کے اعتبار سے ماہر پختہ کار اور صاحب فہم و فراست ہو۔

Marfat.com

اب ہم آپ کے کردار کے اس پہلو یعنی حیثیت تاجر کا جائزہ حقائق کی روشنی میں لیتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی" آپ کے تذکرے میں رقم طراز ہیں :

" آپ تجارت بھی کیا کرتے تھے اور خلیق و نیک سیرت تھے۔ آپ کی قوم کے لوگ آپ سے نہایت اُنس رکھتے تھے اور اپنے اُمور میں آپ سے مدد لیا کرتے تھے اس لئے آپ خوش مجلس تاجر تھے اور قریش کے معاملات سے آگاہ و واقف تھے۔ (1)

آپؓ کے تابناک کردار کا ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ زبیر بن بکار کے حوالے سے لکھتے ہیں : " حضرت ابوبکر صدیقؓ ان دس اشراف قریش میں سے تھے جن کی شرافت و منزلت جاہلیت و اسلام دونوں میں برابر قائم رہی زمانہ جاہلیت میں دیات و تاوان کے فیصلے آپ ہی کیا کرتے تھے "۔ (2)

تجارت کا یہ سلسلہ اچانک شروع نہیں کیا گیا تھا بلکہ یہ آپؓ کے قبیلے میں مدت سے چلا آرہا تھا۔ تجارت اگر صاف ستھری ہو تو انسان کی [illegible]دت کو نکھار بخشتی ہے اور اس میں نرم خوئی پیدا کرتی ہے۔ عباس محمود العقاد نے آپؓ کے قبیلے کا ذکر کرتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے :

" یہ قبیلہ مدتوں سے تمدنی انوار و برکات سے فیض یاب ہو تا رہا تھا۔ تجارت اس خاندان کا آبائی پیشہ اور مخصوص مشغلہ تھی ظاہر ہے کہ یہ کام حسن سلوک، نرم مزاجی، محبت و ہمدردی اور لین دین میں صفائی کی ہی بدولت کامیابی سے چل سکتا ہے۔ تجارت کا مزاج تند مزاجی، محبت و ہمدردی اور لین دین میں صفائی کی ہی بدولت کامیابی سے چل سکتا ہے۔ تجارت کا مزاج تند مزاجی، بد معاملگی اور بد اطواری سے میل نہیں کھاتا" (3)

حضرت صدیق اکبرؓ اسلام سے پہلے بقول معین الدین ندوی "ایک متمول تاجر کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور ان کی دیانت، راست بازی اور امانت کا خاص شہرہ تھا۔ اہل مکہ ان کو علم، تجربہ اور حسن خلق کے باعث نہایت معزز سمجھتے تھے۔ ایام جاہلیت میں خون

Marfat.com

بہا کا مال آپؓ ہی کے یہاں جمع ہوتا تھا اگر کبھی کسی دوسرے شخص کے یہاں جمع ہوتا تو قریش اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے"۔ (4)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لوگوں کے آپؓ پر اعتماد کی کیفیت، اور آپؓ کی ساکھ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جب کوئی واقعہ قتل ہوتا تو قاتل و مقتول کے قبیلوں میں لڑائی جھگڑے ہونے لگتے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ قاتل کی طرف سے دیت کے ضامن ہوتے تب یہ فساد فرو ہوتا اور اگر حضرت صدیق اکبر کے سوا کوئی اور شخص دیت کا ضامن ہوتا تب یہ فتنہ و فساد فرو نہ ہوتا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت صدیق محبوب قوم اور اپنی قوم کی تالیف قلوب کرنے والے شخص تھے" (5)

سرور دو عالم حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل چونکہ حضرت صدیق اکبرؓ اپنی فطرت سلیمہ کی وجہ سے حضور ﷺ کی دامن عاطفت سے وابستہ ہو گئے تھے اور شرف رفاقت کے حصول کو سرمایہ فخر جانتے تھے۔ اس لئے آپ نے پہلا تجارتی سفر حضور ﷺ کی معیت میں 18 برس کی عمر میں کیا (6) اور بسلسلہ تجارت شام روانہ ہوئے اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک 20 برس تھی (7) عہد جاہلیت میں آپ بڑے پیمانے پر کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ اس سلسلے میں شام اور یمن کے متعدد سفر بھی کئے تھے۔ (8)

آپ کو لکھنا پڑھنا بھی آتا تھا اور آپ عرب قبائل کے انساب کے بھی ماہر تھے (9)

المختصر نبی کریم ﷺ کی بعثت پر آپؓ ایک معروف و متمول تاجر کی حیثیت سے مشہور تھے طبقات ابن سعد میں اُسامہ بن زید بن اسلم کے والد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"كان ابوبكر معروفًا بالتجارة، لقد بعث
النبى ﷺ وعندهٗ اربعون ألف درهم" (10)

حضرت ابوبکرؓ مشہور و معروف تاجر تھے جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو آپؓ کے پاس چالیس ہزار درہم کا سرمایہ تھا، حضور ﷺ کی بعثت کے بعد شمع رسالت کے اس

Marfat.com

پروانے کا سرمایہ اکثر وبیشتر اُمور خیر میں خرچ ہونے لگا۔ ابن سعد کی تصریح کے مطابق

فکان یعتق منها و یقوی المسلمین حتی قدم المدینة نخمسة آلاف درهم ثم کان یفعل فیها ما کان یفعل بمکة " (11)

(پس آپؓ اس مال سے غلاموں کو آزاد کراتے۔ مسلمانوں کی تقویت کیلئے خرچ کرتے حتیٰ کہ آپ مدینہ تشریف لے آئے اس وقت آپؓ کے پاس پانچ ہزار دراھم کا سرمایہ بچ رہا تھا جس سے آپؓ نے تجارت کا وہ سلسلہ جاری کیا جو مکہ مکرمہ میں جاری تھا)

یہاں اس بات کا ذکر مناسب ہو گا کہ تجارت کے سلسلے میں مختلف مقامات کی آمد ورفت کے باعث مکے سے باہر کے بہت سے لوگوں سے بھی آپؓ کو واقفیت حاصل تھی اور وہ لوگ آپ کو خوب پہچانتے چنانچہ بخاری شریف میں، سفر ہجرت کے بیان میں" حضرت انس بن مالک کی روایت سے اس امر کا اشارہ ملتا ہے :

" اقبل نبی الله ﷺ الی المدینة و هو مردف" ابا بکر و ابوبکر شیخ یعرف والنبی ﷺ شاب لا یعرف قال فیلقی الرجل ابابکر فیقول ابابکر من هذا الرجل الذی بین یدیك فیقول هذا الرجل الذی یهدینی السبیل قال فیحسب الحاسب انه انما یعنی الطریق وانما یعنی سبیل الخیر"(12)

(نبی اکرم ﷺ جب مکے سے مدینے کو روانہ ہوئے تو ابو بکرؓ کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے۔ ابو بکرؓ بوڑھے نظر آتے تھے۔ (آپؓ کے بال جلد سفید ہو گئے تھے۔ حالانکہ عمر میں حضور ﷺ سے دو سال چھوٹے تھے) ابو بکرؓ کو لوگ پہچانتے تھے۔ حضور ﷺ جوان نظر آتے تھے اور آپ ﷺ کو رستے میں کوئی پہچانتا نہ تھا۔ رستے میں کوئی شخص ابو کبرؓ سے ملتا تو پوچھتا ابو بکرؓ یہ تمہارے آگے کون شخص بیٹھا ہے؟ وہ کیا عمدہ جواب دیتے۔ "ایک شخص ہے جو مجھے رستہ بتلاتا ہے" پوچھنے والا یہ سمجھتا کہ مدینے کا یا

Marfat.com

شام کا راستہ بتلانے والا ہے اور ابوبکرؓ کا مطلب اس کلام سے یہ تھا کہ دین اور ایمان کا راستہ آپ ﷺ بتلاتے ہیں)

ہجرت مدینہ کے بعد بھی آپؓ کو بسلسلہ تجارت بصریٰ وغیرہ جانے کا اتفاق ہوا (13) جیسا کہ طبقات کا حوالہ اوپر آچکا ہے آپؓ نے مدینہ آکر بھی کپڑے کی تجارت کو جاری رکھا۔ یہ کاروبار خوب نفع آور ثابت ہوا چنانچہ آپ خاصے دولت مند ہو گئے اس کی شہادت خود قرآن مجید میں موجود ہے:

ولایاتل اولو الفضل منکم والسعة ان یوتو اولی القربیٰ و المسکین والمهجرین فی سبیل الله ولیعفوا و لیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم والله غفور رحیم (14)

(تم میں سے جو لوگ صاحب مقدرت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ دار مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے۔ انہیں معاف کر دینا چاہئے اور درگزر کرنا چاہئے کہ تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے؟ اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے)

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تشریح میں اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سلسلے میں نازل ہوئی "الا یة نزالت فی الصدیق" (15) ابن کثیر حضرت ابوبکرؓ کے صاحب فضل ہونے کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"و کان الصدیق رضی الله عنه معروفاً بالمعروف له الفضل والا یادی علی الاقارب و الاجانب" (16)

(اور صدیق اکبرؓ بھلائی کرنے کیلئے مشہور و معروف تھے۔ آپؓ کا فضل و احسان رشتہ داروں اور بیگانوں دونوں پر ہوتا تھا) سید قطب لکھتے ہیں:

" نزلت فی ابی بکر رضی الله عنه بعد نزول القرآن ببراة

Marfat.com

الصديقه و قد عرف ان مسطح ابن اثاثة كان ممن خاضوا فيه دهو قريبه و هو من فقراء المهاجرين۔ وہ كان ابوكبرؓ ينفق عليه فالىٰ على نفسه لا ينفح مسطحا بنا فعة ابدًا " (17)

(یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی برأت بصورت وحی نازل ہونے کے بعد اتری اور یہ معروف بات ہے کہ مسطح بن اثاثہ ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے تہمت لگائی تھی اور وہ آپ کا قریبی بھی تھا اور نادار مہاجرین میں سے تھا اور حضرت ابوبکرؓ ان پر خرچ کیا کرتے تھے پس آپؓ نے قسم کھائی کہ اب مسطح کو کبھی نفع رسانی نہیں کریں گے) علامہ قرطبی لکھتے ہیں :

" وقيل اسمه عوف و مسطح لقب ...... وكان من المهاجرين البدريين المساكين ...... و كا ابوبكرؓ ينفق عليه المسكنة و قرابته " (18)

(اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ ان کا اصل نام عوف تھا اور مسطح لقب تھا اور وہ بدری مہاجرین نادار لوگوں میں سے تھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کی ناداری اور قرابت کی بناء پر ان کی مالی امداد فرمایا کرتے تھے)

چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ پر رقت طاری ہو گئی ان کے قلب و روح کا اضطراب رفع ہو گیا اور اس کی جگہ ایک طمانیت اور نورانیت نے لے لی اور ان کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے :"بلی والله انی لاحب ان يغفر الله لی" (کیوں نہیں خدا کی قسم میں اس بات کا متمنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت و مغفرت سے نوازے) اور آپؓ نے مسطح کی امداد بحال کر دی۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو صرف پانچ ہزار دراھم سے مدینے میں کاروبار کا آغاز کر سکے تھے۔ مشغلہ تجارت کی بناء پر آپ بفضلہ تعالیٰ اچھے خاصے دولت مند تھے اور اقارب و اجانب کی کھلے

Marfat.com

دل سے امداد فرمایا کرتے تھے۔ تجارت کا یہ سلسلہ نبی کریم ﷺ کے حیاتِ مبارکہ میں جاری و ساری رہا۔ حضور نبی ﷺ کے وصال پر حضرت ابوبکر صدیقؓ پر بارِ خلافت ڈال دیا گیا۔ ابن سعد نے طبقات میں عطاء بن السائب کے حوالے سے بیان کیا ہے :

"لما استخلف ابوبکر اصبح غادًیا الی السوق و علی رقبته اثواب یتجر بها فلقیه عمر بن الخطاب ابو عبیده بن الجراح فقا لا له : این ترید یا خلیفة رسول الله ؟ قال : السوق، قالا: تضع ماذ ا وقد ولیت امرالمسلمین۔ قال فمن این اطعم عیالی ؟ قالا له : انطلق حتی نفرض لك شیاءً" (20)

(جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو صبح کے وقت کندھے پر کپڑوں کے تھان رکھ کر تجارت کیلئے بازار کی طرف چلے۔ چنانچہ راستے میں حضرت عمر بن الخطابؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ سے ملاقات ہوئی انہوں نے (حیرت سے) پوچھا : اے خلیفۃ رسول ﷺ ! کدھر کا ارادہ ہے ! آپؓ نے فرمایا! بازار جارہا ہوں۔ انہوں نے کہا آپؓ کو مسلمانوں کا والی بنایا جاچکا ہے اور آپؓ ادھر مشغول ہیں ؟ آپؓ نے فرمایا : تو اپنے بال بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا ؟ انہوں نے کہا : آپؓ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ ہم آپؓ کیلئے کچھ روز ینہ مقرر کریں)

ابن سعد نے اسی مضمون کی معمولی تغیر و اختلاف کے ساتھ مختلف رواتیں بیان کی ہیں۔ عمرو بن میمون کے والد کے حوالے سے آپ کے وظیفے کی جو مقدار سامنے آتی ہے حسب ذیل ہے :

" لما استخلف ابوبکر جعلواله آلفین فقال زیدونی فان لی عیالا وقد شغلتمو نی عن التجارة قال فزادوه خمسمائة" (21)

(جب ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو صحابہ کبار نے آپؓ کا سالانہ دو ہزار دراہم وظیفہ

Marfat.com

مقرر کیا آپؓ نے فرمایا: اس میں اضافہ کیجئے کیونکہ میرے بال بچے ہیں اور تم نے مجھے تجارت کرنے سے روک دیا ہے۔ عمرو بن میمونؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے پانچ سو دراھم کا اضافہ کردیا)

اس روایت سے جہاں اس امر کی صراحت ہوتی ہے کہ ایک جلیل القدر متمول صحابیؓ، رسول اللہ ﷺ نے صرف 2500 دراہم یا تقریباً سو روپے ماہوار گزارے کیلئے لینا منظور کئے وہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپؓ نے بارِ خلافت اُٹھانے کے بعد تجارت کو خیرباد کہہ دیا۔ خورشید احمد فاروقی کے الفاظ میں:

"خلافت کا عہدہ سنبھال کر ابو بکر صدیقؓ کی مصروفیات اتنی بڑھیں کہ اپنا پُرانا پیشہ یعنی تجارت جاری نہ رکھ سکے۔ بڑے صحابہ نے اسی پچاسی روپے ماہوار (2000 دراہم سالانہ) ان کے لئے مقرر کردیئے"۔

اس ساری بحث سے جہاں اس امر کی صراحت ہوتی ہے کہ صدیق اکبرؓ کی گرامی قدر ذات میں اچھے اور مثالی تاجر کی تمام خصوصیات اپنے انتہائے کمال پر منعکس نظر آتی ہیں وہاں صدیق اکبرؓ نے آنے والے مسلمان تاجروں کیلئے ایک روشن مثال بھی قائم کی ہے کہ تجارت سے حاصل کردہ نفع کو ملی اور قومی مفاد میں کس جوش و جذبے سے خرچ کرنا چاہئے۔

Marfat.com

حوالہ جات

-1 ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفا(اردو) جلد دوم، مطبوعہ کراچی ص 20
-2 ایضاً ص 19
-3 صدیق کامل اُردو ترجمہ از منہاج الدین اصلاحی۔ لاہور 1957ء ص20
-4 خلفائے راشدین
-5 ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء جلد دوم ص 20 خورشید احمد فاروقی نے استیعاب ابن عبدالبر کے حوالے سے آپ کی اس قابل رشک ساکھ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط ص 6
-6 اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب آرٹیکل: "ابو بکر"
-7 خورشید احمد فاروق، حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط، دہلی 1960ء، ص6
-8 مولانا سعید احمد اکبر آبادی، صدیق اکبر، دہلی 1957ء، ص3
-9 اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، آرٹیکل "ابو بکرؓ"
-10 الطبقات الکبریٰ، بیروت 1957ء الجلد الثالث، ص172
-11 ایضاً، نیز دیکھئے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگریزی) لیدن 1913ء ص80-81
-12 الجامع الصحیح، طبع لیدن، ج 3، ص42
-13 اُردو دائرہ معارف، اسلامیہ، آرٹیکل "ابو بکرؓ"
-14 القرآن المجید، 22:24
-15 تفسیر القرآن العظیم، مصر 1948ء الجزو الثالث، ص276
-16 ایضاً
-17 فی ظلال القرآن سید قطب شہیدؒ، مصر الطبعۃ الاولیٰ، الجزو الثامن عشر، ص 83
-18 الجامع الاحکام القرآن، القاہرہ 1967ء الجزا الثانی عشر، ص 207
-19 فی ظلال القرآن، الجزء الثامن عشر، ص 84
-20 الطبقات الکبریٰ، طبع بیروت، 1957ء الجلد الثالث، ص 184
-21 ایضاً ص 185
-22 حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط، دہلی 1970ء ص، 10

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

امام ربانی ''مجدد الف ثانی''، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں علامہ اقبالؒ نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

علامہ اقبالؒ نے اس ایک شعر میں عہد اکبری اور عہد جہانگیری کی پوری تاریخ کو اجمالی طور پر سمو دیا ہے اور اس اضطراب و انتشار اور ان خطرات و حوادث کی طرف لطیف اشارہ کیا ہے جو اس وقت ملت اسلامیہ کو درپیش تھے اور جس کے نتیجے میں ''سرمایہ ملت'' اس قدر غیر محفوظ ہو گیا تھا کہ رحمت خداوندی جوش میں آئی اور شیخ احمد سرہندیؒ جیسی شخصیت ابھری جس نے سرمایہ ملت کی نگہبانی کا واقعی حق ادا کیا اور جسے سب سے پہلے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے مجدد الف ثانیؒ کا لقب دیا اور آج پوری دنیا انھیں مجدد الف ثانیؒ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ آج کی اس مجلس میں میری گذارشات کا مقصد اولاً اس امر کا جائزہ پیش کرنا ہے کہ سرمایہ ملت کس حد تک غیر محفوظ ہو گیا تھا اور ثانیاً یہ کہ آپ نے اس کی نگہبانی کا فریضہ کس طرح ادا فرمایا۔ اس بات سے یہ بات بھی واضح طور پر سامنے آجائے گی کہ آپ کو مجدد عقیدت کی بنا پر کہا جاتا ہے یا حقیقت کی بنا پر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں اکبر کے متعلق لکھتا ہے:

"It is well Known that he broke away from orthodex Islam."

اسلام سے رشتہ توڑنے پر جس سے جوڑا ہے اسکے متعلق لکھا ہے

"He recommended for this the sun orits earthly counter part fire."

ایک اور مستشرق گیرٹ نے عہد اکبر کی "Moghal Rule in India" میں جو تصویر پیش کی ہے حسب ذیل ہے:

"The study of Arabic was discouraged. The prac-

Marfat.com

tice of showing the beard was introduced. The Muslim era was changed for a solar year. The customs of prostration before the king was also introduced to the disgust of orthodox muslims. No new mosques were built and the old ones were not repaired. Akbars mode of life on the whole ceased to be that of a muslims and constantly approuched to the Hindu idea of Dharma, as modified by himself."

لیکن عہد اکبری کی اس تصویر کو دیکھ کر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے حضرت مجدد کی مشہور تصنیف اثبات النبوۃ کے اردو ترجمے کے مقدمے میں پیش کی ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے عہد اکبری کا جو خاکہ پیش کیا ہے اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں :

"ابو الفضل اور فیضی بلکہ ان کے باپ ملا مبارک کی وجہ سے دین اور پھر نبوت پر اعتراضات شروع ہو چکے تھے اور بے دین مصنفین نے اپنی تصانیف سے نعت خارج کر دی تھی۔ انہی ایام میں ابو الفضل نے حضرت مجدد کی موجودگی میں حضرت امام غزالی کو نا معقول کہا تھا اور آپ بے تاب ہو گئے تھے۔

نماز، روزہ اور شعائر اسلام کو "تقلیدات" یعنی عقل کے خلاف سمجھا گیا۔ ابو الفضل کی نگرانی میں محل کے اندر عبادت کے لئے ایک آتش خانہ تیار ہوا۔

نصاریٰ کی طرح ناقوس، صور تثلیث اور ان کی تعریفیں اکبر کا وظیفہ تھیں۔

برہما، مہاریو، بشن، کشن، مہامائی وغیرہ کی تعظیم کی جاتی۔

سورج کی عبادت دن میں چار مرتبہ کی جاتی، سورج کے ایک ہزار ایک نام کی مالا جپی جاتی، قشقہ لگایا جاتا، آگ پانی، درخت اور تمام مظاہر فطرت حتیٰ کہ گائے اور اس

Marfat.com

کے گوبر کی پوجا خود بادشاہ کرتا، خنزیر کو (معاذ اللہ) خدا کے حلول کا مظہر جانتا، گائے کا گوشت حرام اور خنزیر اور شیر کا گوشت مباح قرار دیا، سود شراب اور جوا حلال سمجھا گیا، خود کو سجدہ کراتا تھا اور دیگر شعائر اسلام کی جو توہین کی گئی وہ حیطہ تحریر میں لا نہیں سکتا"

بدایونی نے دین الٰہی کی جو تفصیل پیش کی ہے یہ ہے:

اس دین میں شامل ہونے والوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ تھا جو لوگ اس دین میں باضابطہ داخل ہوتے ان کو مذکورہ بالا کلمہ کے ساتھ حسب ذیل عہد نامہ کا اقرار کرنا پڑتا تھا۔

من کہ فلاں ابن فلاں ہوں۔ اپنی خواہش و رغبت اور دلی شوق کے ساتھ دین اسلام مجازی اور تقلیدی سے (جو باپ دادوں سے دیکھا اور سنا تھا) علیحدگی اور جدائی اختیار کرتا ہوں اور اکبر شاہی دین الٰہی میں داخل ہوتا ہوں۔

"اسلام کی ضد پر خنزیر اور کتے کے ناپاک ہونے کا مسئلہ منسوخ کیا تھا اور شاہی محل کے نیچے یہ دونوں جانور زیارت کے لئے رکھے گئے کہ ان کا دیکھنا بھی عبادت تھا تناسخ پر یقین کیا گیا اور عربی پڑھنا عیب سمجھا گیا۔

قرآن کو مخلوق، وحی کو محال معراج اور شق القمر کو غلط کہا گیا احمد، محمد، مصطفےٰ ﷺ جیسے نام تبدیل کئے جانے لگے:

ہندو تو ہندو ہی تھے۔ ہندو مزاج مسلمان بھی حضور انور ﷺ کی نبوت کے منکر ہو گئے"

دین اسلام کے دشمنوں نے جب کبھی بھی اسلام کو سرنگوں کرنیکی مذموم کوششیں کی ہیں ان کا سب سے بڑا حربہ یہی رہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مسلمان کی وابستگی کو مضمحل کر دیا جائے۔

چنانچہ جہاں ہندوؤں نے شان رسالتمآب میں طعن و تشنیع سے کام لینا شروع کر دیا وہاں بعض مسلمانوں نے ابوالفضل اور شیخ مبارک کے اثر سے نبوت سے

Marfat.com

انکار کر دیا اور کہا کہ توحید کے عقیدے کی موجودگی میں رسالت پر ایمان ضروری نہیں۔ حضرت مجددؒ نے نبوت کی ضرورت و اہمیت پر ایک رسالہ اثبات النبوۃ تحریر فرمایا اور مضمل اور ڈگمگاتے ہوئے ذہنوں کو از سر نو استحکام بخشا۔

حضرت مجددؒ کا ایک اور بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تصوف کو جس میں عجمی رنگ پیدا ہو چکا تھا نکھار کر پیش کیا اور شریعت اور حقیقت کی اہمیت بیان فرمائی اور اس امر پر زور دیا کہ "طریقت و حقیقت خادمان شریعت اند" تاکہ مکاشفات اور مشاہدات اور وجدان و محویت میں جو کیفیت و حلاوت حاصل ہوتی ہے اس کی تمام تر بنیاد شریعت پر ہو۔ وہ نہ ہو کہ محبت کی وادی میں سالک راہ شریعت کے جادہ مستقیم سے بھٹک کر راہ ضلالت اختیار کر لے۔ اس سلسلے میں یہ ذکر کرنا بھی بے حد ضروری ہے کہ اس وقت تصوف کے تین سلاسل چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ ہندوستان میں موجود تھے۔ نقشبندیہ سلسلہ کو جو حضرت باقی باللہؒ ہندوستان میں لے کر آئے اصل فروغ حضرت مجددؒ نے ہی دیا۔

اس سلسلے میں حضرت مجددؒ نے ایک اور بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ تصوف میں وحدت الوجود نظریے کے بجائے وحدت الشہود کے نظریے کو پیش فرمایا جو سراپا جوش اور حرکت ہے تاکہ امت مسلمہ ایک فعال اور موثر کردار ادا کر سکے۔ علامہ اقبالؒ نے خواجہ حسن نظامی کو ایک خط میں یہ الفاظ لکھے تھے۔

"آپ کو یاد ہو گا کہ جب آپ نے مجھے سر الوصال کا خطاب دیا تھا تو میں نے آپ کو کہا تھا کہ مجھے سر الفراق کہا جائے۔ اس وقت بھی میرے ذہن میں یہی امتیاز تھا جو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کیا ہے"۔

حضرت مجددؒ کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ملی تشخص کو ابھارا۔ ہندوؤں کی تاریخ کے عمیق مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم نے انتہائی

Marfat.com

مکاری سے بدھ دھرم، جین دھرم اور پارسیوں کو اپنے اندر اس طرح جذب کر لیا تھا کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رکھا۔ ان کی مذموم کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کو بھی اس طرح اپنے اندر جذب کر لیا جائے۔ حضرت مجددؒ نے شعائر اسلامی کے سلسلے میں انتہائی مثبت اقدام فرمایا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس وقت تک رہا ہونے سے انکار کر دیا جب تک شعائر اسلامی کو از سر نو بحال نہ کیا جائے چنانچہ جہانگیر کو اس امر پر مجبور ہونا پڑا------اسی ملی تشخص کے ابھارنے سے دو قومی نظریہ کو جلا ملی جو ظہور پاکستان پر منبتج ہوا۔ حضرت مجددؒ کا ایک گرانقدر کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اسلامی نظام کو از سر نو منظم کیا۔ آپ نے امراء، روسا حکام، سپہ سالاران مجاہدین علماء اور مشائخ کو تبلیغی خطوط لکھے۔ آپ نے شہنشاہ وقت کو بیش قیمت مشورے دیئے۔ تبلیغی وفود کو اندرون ملک اور بیرون ملک بھجوایا۔

حضرت مجددؒ کے ان تمام مساعی جمیلہ کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ آپ کے سامنے اقتدار، جاہ و حشمت، زر و مال اور حصول سلطنت بالکل ہیچ تھے۔ ورنہ جب جہانگیر کو قید کر لیا گیا تھا آپ بڑی آسانی سے سلطنت پر قابض ہو سکتے تھے آپ نے سپہ سالار کو لکھا کہ بادشاہ کی تعظیم واحترام حسب سابق بجا لائیں اور یہ واضح کر دیا کہ آپ کا مقصد وحید اور مشن صرف یہی ہے کہ احیاء کلمۃ اللہ کا فریضہ بجا لایا جائے اور بس۔

آپ کے مکتوبات شریف کے مضامین اور علوم و معارف اور اسرار و رموز جو آپ نے ان میں بیان کئے ہیں کہ دیکھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے اور آپ کے تبحر علمی اور آپ کے مقاصد اعلیٰ کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان آپ کی مساعی جمیلہ کے نتائج کو قلمبند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایسے حالات میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے خان خاناں، صدر جہاں،

Marfat.com

خان اعظم خان جہاں، مہابت خان، تربیت خاں، اسلام خان، دریا خاں، سکندر خان مرتضیٰ خان جیسے امراکو اپنے حلقہ ارادت و عقیدت میں داخل کر کے بادشاہ کی توجہ دین کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی۔ بالآخر جہانگیر نہ صرف معتقد ہوا بلکہ اپنے بیٹے خرم کو حضرتؒ سے بیعت کرایا، سجدہ تعظیمی موقوف ہوا، گائے کا ذبیحہ پھر شروع ہوا، جو مسجدیں منہدم ہو گئیں تھیں وہ دوبارہ تعمیر ہوئیں اور جس قدر خلاف شرع قوانین رائج تھے سب منسوخ ہوئے۔ فن مصوری جو عہد جہانگیر میں بام عروج کو پہنچا ہوا تھا وہ فن تعمیر اور فن خطاطی کی طرف منتقل ہوا اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں فقہ کی سب سے بڑی کتاب فتاویٰ عالمگیری مرتب ہوئی۔ دربار میں علماء اور فضلا کو جگہ ملی پھر حضرت کے شاگردان سلسلہ میں شاہ ولی اللہ دہلوی حضرت مظہر جان جاناں، شاہ غلام علی جیسے بزرگوں نے دینی خدمات انجام دیں"۔

آخر میں لکھتے ہیں "دین سے متعلق جتنے مسائل ۱۰۰۱ھ سے آج تک کھڑے ہوئے ہیں اور آئیندہ بھی دوسرے ہزارہ کے اختتام تک کھڑے ہوں گے ان سب کا حل صراحةً یا کنایةً یا مکتوبات شریف میں موجود ہے اس سے بڑھ کر آپ کے مجدد الف ثانی ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے"۔

Marfat.com

معین دین - شخصیت اور تعلیمات

" ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون با لمعروف و ینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون "

(تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضروری ہی رہنے چاہیں جو نیکی کی طرف بلائیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکتے رہیں جو لوگ یہ کام کرینگے وہی فلاح پائیں گے)

جب سے انسان نے اس کائنات ارضی پر قدم رکھا ہے۔ خالق کائنات نے جہاں اس کے جسمانی تقاضوں کی تکمیل کے لئے انواع واقسام کی لذیذ غذائیں اور ان گنت نعمتوں کا وسیع سامان پیدا کر رکھا ہے وہاں اس کے روحانی تقاضوں کی تکمیل کے لئے انبیائے کرام کے مقدس گروہ کو مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ لوگوں کو ہدایت ربانی سے بہرہ ور کرے اور انہیں وہ رہنما اور زریں اصول بتائے جن سے وہ نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی کامیابی اور کامرانی حاصل کرسکیں۔

انسانیت کے سب سے بڑے محسن اور معلم رسول کریم ﷺ آخری نبی ہیں اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔اس لئے قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کے لئے روحانی تربیت اور رہنمائی کا یہ فریضہ اسلام کے مبلغین کے سپرد ہوا کہ وہ اسلام کی سچائی' اسلام کے نور' اسلام کی حقانیت' جو نوع انسانی کے لئے رحمت ہے اطراف واکناف عالم تک پہنچائیں۔ انہی مبلغین اسلام اولیائے کرام اور مشائخ عظام میں سے ایک عظیم ہستی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ برصغیرپاک وہند میں مسلمانوں کی آمد اور ان کے ایک ہزار برس تک کے دور اقتدار نے اس خطے کی تہذیب و تمدن پر گہرے نقوش ثبت کیئے۔ کفرو شرک کی ظلمتوں کو دور کرنے' ستی جیسی ظالمانہ رسموں کو ختم کرنے' ذات پات کے فرق واتمیاز کو مٹانے' عورت کو حقارت اور پستی کی نفرت انگیز کیفیت سے نکال کر معاشرے میں معزز مقام دلوانے اور معاشرے میں

Marfat.com

خوشگوار انقلاب برپا کرنے میں اسلام نے جو کردار ادا کیا ہے۔ وہ ہمیشہ تاریخ کے اوراق پر روشن حروف میں چمکتا رہے گا۔

مسلمان فاتحین سے پہلے' ان کے ساتھ اور بعد میں آنے والے مشائخ کرام اور اولیائے عظام نے لوگوں کی روحانی تربیت کا فریضہ احسن طریقے سے ادا کیا خانقاہوں 'مکتبوں اور مسجدوں سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام تیزی سے انجام دیا جانے لگا۔ وہ بزرگان دین جنھوں نے برصغیر کے ظلمت کدوں کو نور ہدایت کی شمعوں بقعہ نور بنادیا۔ امت مسلمہ کے ان محسنوں میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام پیش پیش ہے۔ بقول شاعر۔

ہے خاک ہند میں کچھ نقش پا ان رہ نوردوں کے
ادب سے چومتے جن کو ہیں دشت و کوہسار اب تک

روحانی سلسلہ چشتیہ کے سرتاج سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سیستان میں 537ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام غیاث الدین حسن تھا۔ خراسان میں آپ کا نشوونما ہوا۔ آپ کی عمر ابھی پندرہ برس کی تھی کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ترکے میں ایک باغ ملا' باغ کی نگہبانی کرتے تھے کہ ابراہیم قلندر سے ملاقات ہوئی اور آپ کے اندر ایک روحانی انقلاب آگیا۔ مال و متاع بیچ کر قیمت محتاجوں کو بانٹ دی اور سالک راہ بن کر سمرقند پہنچے۔ کلام پاک حفظ کیا۔ تفسیر' حدیث' فقہ اور دینی علوم کی تحصیل کی۔ وہاں سے عراق کی طرف رخ کیا اور نیشاپور کے قریب موضع ہارون میں حضرت عثمان ہارونی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ مرشد کامل کی چندروزہ صحبت کے فیضان سے آپ نے اپنے قلب کو انوارالٰہیہ سے منور پایا۔ وہاں سے غزنی آئے اور وہاں کے مشائخ سے ملکر روحانی ذوق کو اور جلا بخشی۔ پھر ہندوستان کا رخ کیا۔ حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری دی اور ان الفاظ میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔

Marfat.com

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

روحانی زندگی ہی وہ زندگی ہے جس سے انسان میں کیف و مستی اور جذب و شوق کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ روحانی زندگی ہی وہ محور ہے جہاں سے انسانی اور اخلاقی قدروں کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ تزکیہ نفس اور قلب کی صفائی سے جب عبد و معبود ذہنوں کو جلا ملتی ہے تو عبد و معبود اور بندہ و مولا کا رشتہ استوار اور مستحکم ہوتا ہے۔ بندہ اپنے مولا کے لئے تن من سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ فکری توانائی اور غور و فکر انسان کو مقصود تجلیات کائنات کے حوالے سے خالق کائنات کے حضور باادب جا کھڑا کرتے ہیں اور پھر محبوب سے کامل وابستگی کا احساس اس کے اندر ایک ذوق یقین پیدا کر دیتا ہے۔ بقول علامہ اقبال کہ ۔

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
تو کرلیتا ہے یہ بال و پر روح الامین پیدا

حضور اکرم ﷺ کی مقدس روحانی زندگی کا عکس دیکھنا ہو تو غار حرا کی تنہائیوں کا تصور کیجئے۔ وحی کے نزول سے پہلے حضور ﷺ اس دور دور تک پھیلی ہوئی وسیع کائنات کا مشاہدہ اور اس پر غور و فکر فرماتے' خالق کائنات کی عظمتوں کو اپنے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں فرماتے ہیں۔ یہی زہد و تقویٰ کا رنگ ابوبکر صدیق' عمر فاروق' عثمان غنی' اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلال حبشی' سلمان فارسی' صہیب رومی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاک زندگیوں میں جھلکتا ہے۔ خشوع و خضوع سے عبادت مجاہدہ نفس' دنیا کی جھوٹی چمک دمک سے دور اپنے مشن اور نصب العین سے وابستگی' ایثار و قربانی کے پیکر یہی وہ رنگ ہے جو سیرت طیبہ اور سیرت صحابہ کے بعد اولیائے کرام کی زندگی میں جلوہ گر ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ قرآن حکیم نے کتنے پیارے انداز میں تذکیۂ نفس کے اس مضمون کو بیان کیا ہے :

Marfat.com

ونفس وما سوها فالهمها فجورها وتقوها قد افلح من زكها وقد خاب من دسها

ترجمہ : اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔

سید معین الدین چشتی اجمیریؒ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جہاں سے اسلام کی حقانیت اور ہدایت کا نور ہندوستان کے کونے کونے میں کچھ اس انداز سے پھیلا کہ اسلام کا نیر تاباں اس برعظیم پر پوری آب و تاب سے چمکنے لگا لوگوں نے اسلام کی دولت سے اپنی جھولیاں بھر لیں۔ کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے توحید کی نعمت نے لوگوں کے ذہنی اور قلبی افق بدلے روحانی انقلاب سے ہندو معاشرے میں ایک خوشگوار تبدیلی رونما ہوئی اور لاکھوں افراد آپ کے روحانی تصرف سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے نہ صرف یہ کہ آپ کی تبلیغ سے اسلام کا نور پھیلا بلکہ اسلامی حکومت کے قیام کی راہ بھی ہموار ہوئی۔

پتھورا رائے اجمیر کا حاکم تھا ایک روز پتھورا نے حضرت خواجہ کے ایک مسلمان عقیدت مند کو کسی وجہ سے تنگ کیا وہ شخص حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فریاد کی آپ نے پتھورا کو سفارش کی لیکن اس نے مطلق پروانہ کی بلکہ کہا کہ دیکھو یہ شخص یہاں آیا ہوا ہے اور بیٹھے بیٹھے غیب کی باتیں کہتا ہے جب یہ ماجرا حضرت خواجہ تک پہنچا تو آپ نے فرمایا۔

"پتھورا زندہ گرفتیم و دادیم" (ہم نے پتھورا کو زندہ پکڑ کر دے دیا)

انہی دنوں سلطان شہاب الدین غوری نے لشکر کشی کی۔ پتھورا نے مقابلہ کیا اور بالآخر گرفتار ہوا اور انجام کو پہنچا۔ اس فتح کے بعد یہ ملک اسلام کے نور سے منور ہو گیا۔

Marfat.com

حب رسول ﷺ سے سرشار اخلاق عالیہ سے آراستہ شریعت و طریقت کا حسین امتزاج، ولی کامل حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ۹۷ برس کی عمر میں ۶ رجب ۶۳۲ھ آخر شب میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کے فیضان صحبت کے تربیت یافتہ آپ کے خلفاء اور مریدین نے آپ کے اس مبارک مشن کو جاری رکھا اور اسلام کا نور ظلمت کدہ ہند میں پھیلتا چلا گیا۔

حضرت خواجہ کی تعلیمات اور ملفوظات میں نہ صرف یہ کہ آپ کی روحانی شخصیت کی جھلک نظر آتی ہے بلکہ آنے والے سالکین راہ کے لئے ہدایت کے انمول موتی ہیں۔ ان ملفوظات کے و مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تصوف نہ علم ہے نہ رسم بلکہ یہ مشائخ کرام کا اخلاق ہے جو ہر لحاظ سے مکمل ہونا چاہئے گویا سالک اپنے ہر کردار میں شریعت کا پابند ہو جب اس سے کوئی بات خلاف شریعت سرزد نہ ہو گی تو طریقت کے مقام پر فائز ہو گا۔ اس میں ثابت قدم رہے گا تو معرفت کا درجہ پائے گا اس میں پورا اترے گا تو حقیقت کا مرتبہ پائے گا پھر جو مانگے گا فضل خداوندی سے اس کو ملے گا۔

آپ نے فرمایا نماز رکن دین ہے اگر ستون قائم رہے گا گھر کھڑا رہے گا اور جب ستون ہی گر جائے گا گھر گر پڑے گا جس نے نماز میں خلل ڈالا اس نے اپنے دین اور اسلام کو خراب کیا۔

خواجہ قطب الدین بختیارؒ نے آپ کے ملفوظات دلیل العارفین میں جمع کئے ہیں آپ کے چند ارشادات عالیہ پیش کئے جاتے ہیں۔

عاشق کا دل محبت کی آگ سے دہک رہا ہوتا ہے جو کچھ اس میں آتا ہے بھسم ہو جاتا ہے کیونکہ محبت کی آگ سے تیز کوئی آگ نہیں۔ بہتے پانی کی ندیوں کی آواز سنتے ہو کیسے شور برپا کرتی ہیں مگر جونہی دریا میں پہنچتی ہیں خاموش ہو جاتی ہیں۔

خدا تعالیٰ کے دوست ایسے لوگ ہیں کہ اگر وہ دنیا میں ایک لمحہ بھی اس سے

Marfat.com

غافل ہو جائیں تو ان کی ہستی مٹ جائے۔

جس شخص میں یہ تین خصلتیں موجود ہیں تو سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے سخاوت جو سمندر کی سخاوت کے مانند ہو، شفقت جو آفتاب کی شفقت کے مانند ہو اور تواضع جو زمین کی تواضع کے مانند ہو۔

اچھوں کی صحبت اچھے کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت برے کام سے بہتر ہے۔ محبت کی علامت یہ ہے کہ تو فرمانبردار رہے اور ڈرتا رہے پھر محبوب تجھ کو اپنے آپ سے دور نہیں کرتا۔

حضرت خواجہ اجمیریؒ نے عرفان کی منزلوں کو طے کیا اور کمال تک پہنچے آپ نے عارف کی نشانی یہ بیان فرمائی کہ عارف وہ ہے جو موت کو دوست رکھتا ہے راحت و آرام کو ترک کرتا ہے اور ذکر الٰہی سے شغف رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا عارف کی صفت آفتاب جیسی ہے تمام دنیا اس سے منور ہے دنیا کی کوئی چیز اس کی روشنی سے محروم نہیں۔

حضرت خواجہ نے لوگوں کو حسن عمل کی تلقین فرمائی ہے، حسن عمل کے بغیر اچھے اجر کی امید رکھنا عبث قرار دیا ہے فرمایا شقاوت اور بدبختی کی نشانی یہ ہے کہ کوئی شخص گنہگاری میں مبتلا ہو اور مقبول بارگاہ ہونے کا اُمیدوار ہو۔ اولیائے کرام کی ایک خاص علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ سخی اور فیاض ہوتے ہیں حضرت خواجہ بھی اس امر کی تاکید فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ درویش وہ ہے کہ جس کے پاس کوئی شخص حاجت لے کر آئے تو محروم ہو کر واپس نہ جائے

حضرت خواجہؒ نے بھی دوسرے مشائخ کرام کی طرح احترام آدمیت کا روشن سبق دیا ہے فرمایا: گناہ کرنے سے تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا کہ کسی

Marfat.com

مسلمان بھائی کو ذلیل و خوار کرنے سے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی ہندوستان تشریف آوری سے پہلے اگرچہ کچھ چشتی بزرگ ہندوستان میں آچکے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ چشتیہ سلسلے کو ہندوستان میں جاری کرنے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا اور اجمیر جیسے راجپوت سامراج کے مضبوط مرکز اور ہندوؤں کے مذہبی گڑھ میں قیام کا فیصلہ کر کے آپ نے دین حق کے فروغ اور اس کی اشاعت کا پختہ عزم ظاہر کیا اور ایسے ناسازگار حالات میں جہاں قدم قدم پر رکاوٹیں اور مصیبتیں کھڑی کر دی گئی تھیں حضرت خواجہؒ نے اپنی عظمت کردار سے کام لے کر اسلام کے رحمت بھرے پیغام کی یہ طریق احسن تبلیغ فرمائی۔ یہ حقیقت ہے کہ ذوق یقین سے سرشار ہو کر، آنکھوں میں سرورِ عشق کی کیفیت کا حامل ہو کر، چہرے پر نور یقین کے پیدا ہونے سے حب الٰہی اور حب رسول ﷺ کے جذبات سے آراستہ ہو کر ہی دل کی روحانی بستیوں کو بسایا جا سکتا ہے اور حضرت خواجہ نے ہندو معاشرے کی تطہیر میں جو عظیم کارنامہ انجام دیا ہے اسے تاریخ کے سنہرے حروف میں رقم کیا گیا ہے۔

آج بھی ان کا مزار اجمیر میں مرجع خاص و عام ہے جہاں ہر سال آپ کے عرس میں ہزاروں افراد شریک ہو کر ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

آلا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولاهم یحزنون

Marfat.com

تاریخ اسلام کا ایک باب — عہد مغلیہ کا ایک واقعہ (عہد شاہجہاں تک)

مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دونوں کی آمد سے تاریخ ہند کا ایک واضح اور روشن دور شروع ہوتا ہے۔ اگرچہ پہلے ادوار میں سے بعض کے حالات تفصیل سے ملتے ہیں لیکن واضح طور پر مربوط اور مرتب تاریخ ہند کا آغاز عہد مغلیہ سے ہی ہوتا ہے۔ اکثر مورخ اکبر کو مغل سلطنت کا معمار گردانتے ہیں اور اسے اکبر اعظم اور مغل اعظم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن اس مسلمہ حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بابر نے انتہائی پر خطر، کٹھن اور دشوار مرحلوں سے گذر کر ہندوستان میں مغل سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا۔

بابر کا پورا نام ظہیر الدین محمد تھا۔ وہ والد کی طرف سے تیموری خاندان اور والدہ کی طرف سے چنگیز خاں کی نسل سے تھا۔ یہ ابھی صرف بارہ برس کا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور فرغانہ خوقند کے علاقے پر مشتمل چھوٹی سی سلطنت کا یہ اس کمسنی میں، حاکم بنا۔ بابر مشکلات میں گھر گیا۔ بیگانے تو الگ رہے عزیز و اقارب بھی اس کے بدترین دشمن بن گئے۔ اس کے علاقے اس کے ہاتھ سے چھن گئے لیکن بابر نے بڑی بہادری اور مستقل مزاجی کا ثبوت دیا اور شکست سے کبھی بددل نہ ہوا بلکہ حوصلہ پاکر تھوڑے ہی عرصے میں تمام افغانستان پر قبضہ کر لیا اور وہاں 20 سال حکمرانی کے بعد اس نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ 1526ء میں بابر نے ابراہیم لودھی کو پانی پت کے مقام پر شکست دیکر ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی جو قریباً تین سو برس تک قائم رہی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے ہمایوں نے 1556ء تک (تھوڑے سے عرصے کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے جس میں شیر شاہ سوری قابض ہوگیا تھا) حکومت کی بعد ازاں اکبر اعظم نے 1556ء سے 1605ء تک پھر شہنشاہ جہانگیر نے 1605ء سے 1625ء تک اور اس کے بعد شاہجہاں نے 1658ء تک

Marfat.com

حکومت کی۔ شاہجہاں کا زمانہ مغلوں کی تاریخ میں ایک شاندار زمانہ تھا۔ جس میں عظیم الشان اور حسین عمارات کی تعمیر پر خصوصی توجہ دی گئی۔ 1658ء سے 1707ء تک اورنگ زیب عالمگیر کا زمانہ ہے۔ عالمگیر تاریخ پاک و ہند میں اس لحاظ سے لاثانی ہے کہ اس نے بے مثال ایثار کا ثبوت دیتے ہوئے خزانہ شاہی سے ایک پائی تک لینا بھی گوارہ نہ کیا بلکہ اپنے ہاتھوں کی محنت کو ذریعہ روزگار بنایا۔ اپنی سیرت اور بے مثال کارناموں کی بدولت عالمگیر کو تاریخ پاک و ہند کے عظیم ترین حکمرانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جس کے عہد میں سلطنت مغلیہ عظمت کے نصف النہار پر پہنچ گئی اور ایشیا اور یورپ میں اسلامی طاقتوں کے اس دور زوال میں عالمگیر نے عظیم ترین اسلامی سلطنت قائم کی۔

بابر سے اورنگ زیب تک تمام مغل شہنشاہ اعلیٰ انتظامی اوصاف کے حامل تھے لہٰذا انہوں نے سلطنت کی ہر چیز پر کڑی نگرانی رکھی لیکن اورنگ زیب کے جانشین ان اوصاف سے یکسر محروم رہے۔ لہٰذا مغلیہ سلطنت زوال پذیر ہو گئی۔ 1707ء سے 1857ء تک مغل حکمران ظہور پذیر ہوئے۔ سراج الدین بہادر شاہ ظفر مغل خاندان کا آخری تاجدار تھا جس نے 1857ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ انگریزوں نے اس پر مقدمہ چلایا اور بعد ازاں رنگون میں قید کر دیا۔ جہاں 1862ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس طرح برصغیر پاک و ہند میں مغل خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

مغلیہ سلطنت کے بانی ظہیرالدین محمد بابر کی ویسے تو پوری زندگی ہی میں مہمات اور مجاہدانہ کارناموں کا ایک وسیع سلسلہ نظر آتا ہے۔ تاہم اس کی زندگی کا ایک واقعہ اپنے اندر حیات بخش سبق آموز اور ولولہ انگیز پیغام رکھتا ہے۔ آگرہ کے نزدیک ایک گاؤں کنواھہ(Khanua)میں بابر کا مقابلہ اس کے مشہور و معروف جنگجو دشمن رانا سنگرام سنگھ جسے بالعموم رانا سانگا کہا جاتا ہے سے ہوا جو راجستھان کا سب سے بڑا سردار تھا۔ رانا سانگا کا خیال یہ تھا کہ بابر ہندوستان سے مال غنیمت سمیٹ کر واپس چلا جائے گا مگر جب بابر نے ہندوستان میں ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو اس کی تمام توقعات پر پانی پھر گیا اور اس نے بابر سے مقابلے کی ٹھانی۔ رانا سانگا کے جھنڈے تلے شمالی ہند کے مشہور

Marfat.com

راجاؤں کی فوجیں جمع ہو گئی تھیں وہ ایک دور اندیش اور تجربہ کار سیاستدان اور آزمودہ کار جرنیل تھا۔ اس کے جسم پر زخموں کے اسی نشان تھے۔ فوج کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ مسٹر گیرٹ نے Mughal Rule in India میں لکھا ہے کہ رانا سانگا کی فوج 80 ہزار گھوڑوں اور 500 جنگی ہاتھیوں پر مشتمل تھی۔ دوسری طرف بابر تھا جو صرف بارہ ہزار جوانوں پر مشتمل فوج لیکر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا۔ بابر نے اپنی مختصر اور دشمن کی بکثرت فوج کا یہ تفاوت دیکھا۔ اس نے بھانپ لیا کہ اسکی فوج اپنے دشمن کی کثرت اور سازوسامان سے مرعوب ہو رہی ہے لیکن بابر مطلق نہ گھبرایا۔ وہ اپنے معبود حقیقی کے حضور میں جھک گیا۔ اس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور خدائے بزرگ و برتر سے اپنی وابستگی اور اخلاص کے اظہار کے لئے بابر نے یہ قسم کھائی کہ وہ آئندہ کبھی شراب نہیں پیئے گا۔ چنانچہ بابر نے اپنی خود نوشت سوانح تزک بابری میں (جو اپنے شگفتہ' سادہ اور منفرد طرز تحریر کی بنا پر نہ صرف ایشیاء بلکہ یورپ میں بھی مقبول ہے اور اس کے مختلف زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔) اس واقعہ کو ان الفاظ میں قلمبند کیا ہے :

"یہ جمادی الثانی کی تیئسویں تاریخ تھی اور منگل کا دن تھا جبکہ میں ماحول کا معائنہ کر رہا تھا کہ خیال آیا کہ کیوں نہ شراب سے توبہ کر لوں۔ میں نے اپنے ضمیر کو آواز دی کہ حرام اشیاء سے دوری اختیار کر لے اور گناہوں اور آلائشوں سے خود کو پاک کر لے' یہ عزم کر کے میں نے شراب سے توبہ کر لی۔ شراب کے تمام نقرئی اور طلائی پیمانے، صراحیاں اور دوسرا سامان تڑوا دیا اور جتنی شراب اس وقت چھاؤنی میں موجود تھی سب کی، سب پھینکوا دی۔ شراب کے برتنوں سے جو چاندی اور سونا میسر آیا وہ میں نے فقراء میں تقسیم کر دیا۔"

بادشاہ کے اس پر عزم اعلان کا اس کے رفقاء پر گہرا اثر ہوا۔ چنانچہ امراء میں سے تین سو اشخاص نے اسی رات توبہ کر لی۔ بابر نے اس اعلان کو اور زیادہ موثر اور یادگار بنانے کے لئے ایک کام اور کیا اور وہ یہ کہ جس جگہ شراب سے توبہ کی

Marfat.com

اور شراب گڑھوں میں انڈیلی وہاں توبہ کی یادگار بنانے کے طور پر ایک پتھر نصب کرلیا اور ایک عمارت تعمیر کروائی۔

بابر ایک مخلص نیک دل روشن خیال اور فیاض مسلمان تھا۔ اسے خدا پر کامل یقین اور اعتقاد تھا اسے دعا کی قبولیت پر پورا یقین تھا۔ اسے یہ معلوم تھا کہ جب بندہ نادم ہو کر حضور حق میں اس کے عفو وکرم کا طلبگار ہوتا ہے تو رحمت کی گھٹائیں اڈ آتی ہیں اور شان کریمی ندامت کے قطروں کو موتی سمجھ کر چن لیا کرتی ہے۔

شراب کی توبہ کے ساتھ ساتھ بابر نے یہ بھی ارادہ کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے رانا سانگا پر فتح بخشیں گے تو وہ اپنی قلمرو کے مسلمانوں کو ہر قسم کے محصول معاف کر دے گا۔

اپنی مسلمان رعایا کی ہمدردی و اعانت کے جذبے سے سرشار ہو کر اور نفس سرکش کو پر عزم توبہ سے زیر کرنے کے بعد بابر پورے عزم و یقین سے اپنی فوج کی طرف متوجہ ہوا۔ تزک بابری میں اس نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے

"چونکہ فوج میں دشمن کی کثرت کے سبب بہت بددلی پھیل گئی تھی۔ اس لئے میں نے پوری فوج کو یکجا کر کے خطاب کیا۔ میں نے فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہا :

اے میرے امراء اور سربراہان سپاہ !

" جو بھی اس دنیا میں پیدا ہوا ہے وہ موت کی لذت ضرور چکھے گا بقا اور پائندگی صرف خدا کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔" اللہ نے اپنے رستے میں جہاد کرنے والوں کو یہ سعادت بخشی ہے کہ اگر وہ لڑتے مارے جائیں تو شہید کہلائیں اور اگر کامیاب کامران ہوں تو غازی لقب پائیں۔ مجھ سے تم سب اللہ کے نام پر عہد کرو اور قسم کھاؤ کہ موت کو سامنے دیکھ کر میدان جنگ سے منہ نہیں موڑو گے اور جب تک جان باقی ہے لڑائی جاری رکھو گے۔"

میری تقریر موثر ثابت ہوئی پہلے بڑے امراء نے اور پھر ان کے ماتحتوں نے

Marfat.com

قرآن ہاتھوں میں لے کر قسمیں کھائیں اور عہد کیا کہ میدان جنگ سے منہ نہیں موڑیں گے اور پیٹھ نہیں دکھائیں گے"۔

دونوں کے درمیان زبردست لڑائی ہوئی راجپوت سپاہیوں نے بڑی بہادری سے مغلوں کا مقابلہ کیا لیکن بابر کے جوش ایمان سے بھرے ہوئے سپاہیوں نے دشمنوں کے چھکے چھڑوا دیئے اور انہیں شکست فاش دی۔ رانا سانگا لڑائی میں بری طرح زخمی ہوا اور راہ فرار اختیار کی۔ بعد میں وہ انہی زخموں کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ اس شکست سے راجپوتوں کے اقتدار کی بحالی کے امکانات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے اور بابر رانا سانگا کی موت سے ایک بہت بڑی طاقت بن گیا اور اس نے اب کابل کی بجائے دہلی میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب انسان اپنے معبود حقیقی سے وابستگی اور اخلاص کا پیمان باندھتا ہے اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خدائے بزرگ و برتر پر یقین محکم حاصل کر لیتا ہے تو حرارت ایمانی پسی ہوئی بجلیوں کی طرح اس کے رگ وپے میں سرایت کر جاتی ہے۔ یقین کامل کی یہ روح پرور کیفیت اسے ایک ایسا ولولہ' جوش' تڑپ' سرگرمی' مستعدی اور ثابت قدمی عطا کرتی ہے کہ انسان ایسا محسوس کرنے لگتا ہے کہ گویا اس کے اندر قوت و حرارت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے بال و پر روح الامیں پیدا

Marfat.com

Marfat.com

مقالات صدیقی

عمدہ کاغذ، صفحات 384 | اعلیٰ طباعت
مضبوط کلر بائنڈنگ | قیمت 195 روپے

محترم پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی مایہ ناز تالیف جس میں اسلامی تعلیمات کے اچھوتے پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور فرزندان توحید کے لئے عملی زندگی میں بہترین راہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ سیرت، تعمیر فکر، فقہ اور اسلامی شخصیات کے نادر مقالات کا مجموعہ "مقالات صدیقی" کے عنوان سے زیور طباعت سے آراستہ ہو کر دستیاب ہے۔ کتاب کی اشاعت میں عمدہ سفید کاغذ استعمال کیا گیا ہے اور پرنٹنگ کے محاسن پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ کمپیوٹر کمپوزنگ لاجواب ہے۔ چار کلر خوبصورت ٹائٹل آرٹ پیپر پر تیار کیا گیا ہے۔ مضبوط بائنڈنگ نے کتاب کی محفوظیت میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود کتاب کی قیمت انتہائی کم رکھی گئی ہے۔ ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والا قاری آسانی کے ساتھ خرید سکتا ہے۔

عظمت مصطفیٰ ﷺ پر یہود و نصاریٰ کا بیہودہ اعتراض کیوں، رسول اکرم ﷺ کی روحانی زندگی، مثالی پیغمبر ﷺ، ورفعنا لک ذکرک، سیدنا صدیق اکبرؓ اور عشق رسول ﷺ، حضور ﷺ بحیثیت متمم اخلاق، اسلام کا نظام اخلاق، خودی قرآن حکیم کی روشنی میں، موجودہ دور میں مصطفوی انقلاب کیسے ممکن ہے۔ اسلام کا اقتصادی نظام، اسلام میں عورت کی معاشرتی حیثیت، فقہ حنفی کا اجمالی تعارف، حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اجتہاد کا طریق کار، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ اور حافظ علامہ ابن کثیرؒ جیسے عنوانات پر پر مغز، مبنی بر دانش و حکمت اور اصلاحی و فلاحی نقطہ و نظر کے تحت بے مثل نصیحت آموز پند و نصائح کے موتی مقالات صدیقی کی لڑی میں پرو دیئے ہیں۔ ہر مسلمان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ انشاء اللہ دنیا و آخرت میں اس کے لئے فائدہ مند

Marfat.com

ہوگا۔ خود بھی پڑھئے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی دعوت دیں۔ کسی کو تحفہ میں بھی یہ کتاب پیش کریں۔ یہ صدقہ جاریہ ہے۔ جب تک کوئی پڑھتا رہے گا یا دوسروں کو پڑھ کر نصیحت کرتا رہے گا تو خریدنے والے' ہبہ کرنے والے' پڑھنے والے تمام حضرات کو ثواب ملتا رہے گا۔

یہ کتاب بہت سی لایعنی' طویل بحثوں اور ضخیم کتب کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں Original Sources کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی تمام تحقیق کی گئی ہے۔ اسی بناء پر اس کتاب کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ نفع مند ہوگا۔ یہ کتاب سکولوں' کالجوں کی لائبریریوں کے لئے محکمہ تعلیم حکومت پنجاب سے منظور شدہ ہے۔ تعلیمی اداروں کی لائبریریوں میں اس کتاب کی موجودگی خوبصورت اضافہ ہوگا۔ سکولوں و کالجوں کی لائبریریوں اور تاجر حضرات کے لئے خصوصی رعایت۔ درج ذیل پتہ سے خریدیں یا پھر خط لکھ کر بذریعہ V.P طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ

صدیقی پبلیکیشنز

(1) 40-اے' ولی مارکیٹ' اردو بازار' فون:7246926

(2) 180-ڈی' رضوان بلاک' اعوان ٹاؤن' ملتان روڈ' لاہور

Marfat.com

NO. SO(A-IV) 4-24/99

GOVERNMENT OF THE PUNJAB
EDUCATION DEPARTMENT

Dated Lahore, the 24.7.99

To

1). The Director Public Instruction(Colleges),
Punjab, Lahore.

2). ~~[illegible], Punjab, Lahore~~

3). ~~[illegible], Punjab, Lahore.~~

4). The Director General Public Libraries,
Punjab, Lahore.

5). ~~The Director Technical Education, Punjab, Lahore.~~

6). ~~The Director Special Education Punjab Lahore~~

7). ~~The Director Sports, Punjab, Lahore~~

SUBJECT: APPROVAL OF BOOK(S) FOR SCHOOLS/COLLEGES/INSTITUTIONS/PUBLIC LIBRARIES IN THE PROVINCE.

The Government of the Punjab, Education Department is pleased to approve the following book (s) for Schools/Colleges/Institutions/Public Libraries in the Province. You are accordingly requested to convey the approval of the Government to your lower formation for further necessary action:-

SR.NO.	NAME OF THE BOOK (S)/ MAGAZINE & PRICE.	NAME OF THE PUBLISHER/AUTHOR.	APPROVED FOR THE LIBRARIES OF:
1.	" مقالات صدیقی "	SYED AHMAD SIDDIQUE Siddique Publishers 40-A, Wali Market, URDU BAZAR, LAHORE.	ALL COLLEGES/PUBLIC LIBRARIES IN THE PROVINCE.

UNDER SECRETARY(A-IV)

NO.& DATE EVEN.

A copy is forwarded for information to the Publisher/Printer/Author MR. SYED AHMAD SIDDIQUE, Siddique Publishers 40-A, Wali Market Urdu, Bazar Lahore.

UNDER SECRETARY(A-IV)

Marfat.com

تجلیات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

عمدہ کاغذ' صفحات 250 — اعلیٰ طباعت

مضبوط بائنڈنگ — قیمت 95 روپے

مشہور مفکر' عالم دین' ماہر تعلیم' خطیب جادو داں' ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی مایہ ناز اچھوتی تالیف جس میں ہادی اعظم' محسن کائنات' رہبر شریعت' مرشد اعظم' رحمتہ اللعالمین نبی آخرالزمان محمد مصطفےٰ ﷺ کی حیات طیبہ کے روشن پہلوؤں کو عالمانہ و فاضلانہ انداز میں موضوع بحث بنایا ہے۔ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے مستشرقین کے اعتراضات کا مدلل جواب دیتے ہوئے نبی محترم ﷺ کے اسوہ حسنہ کے محاسن کو بیان کیا ہے۔ تجلیات رسالت' خلق محمدیؐ' معلم اخلاق کی سخاوت' رسول عربیؐ کی شجاعت' ہادی کاملؐ' مصلح اعظمؐ' پیغام رسالت' سیرت رسولؐ کی روشنی میں اہمیت تعلیم' پیغمبر انقلاب اور تعمیر شخصیت' تربیت نفس کا نبوی طریق' حضور اکرم ﷺ بحیثیت سیاسی مفکر' غربت و افلاس کا نبوی حل' آجر و اجیر اخلاقیات نبویؐ کی روشنی میں اور دوسرے موضوعات پر تبحر علمی اور روشن قلبی کے ساتھ رشحات قلم کے موتی بکھیرے ہیں۔ آپ کی تحریروں میں اخلاص کا رنگ نمایاں ہے اور جن موضوعات کو زیر بحث بنایا ہے وہ تمام کے تمام ہماری روزمرہ زندگی کے مسائل و معاملات سے تعلق رکھتے ہیں اور معاشرے میں افراتفری و انتشار کے اس نفسا نفسی کے دور میں نبی ﷺ کی حیات طیبہ کے ان پہلوؤں کی راہنمائی ہمیں بے یقینی و بے چینی کے اضطرابی کیفیت سے نکال کر اطمینان قلب کی دولت سے مالا مال کرتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے اشد ضروری ہے تاکہ ہم اپنی زندگی قرآن سنت کے احکامات کے مطابق گزار سکیں۔

ملنے کا پتہ

صدیقی پبلی کیشنز

40 [illegible] مارکیٹ اردو بازار لاہور

فون 7246926

Marfat.com

شخصیات' عبادات اور معاملات (زیر طبع)

عمدہ کاغذ صفحات 312 | اعلیٰ طباعت

مضبوط بائنڈنگ | قیمت 145 روپے

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور عالمگیر راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ انسانی معاشرہ کا تعلق کسی دین و مذہب' رنگ و نسل' اور علاقائی و جغرافیائی حالات سے ہو۔ اسلامی تعلیمات دینی معاشرتی' سیاسی' اخلاقی' تہذیبی' ثقافتی حوالوں سے بہترین نظام حیات کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے جہاں دوسرے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے وہاں انہوں نے عالمگیر شخصیات حضرت ابراہیمؑ' حضرت عیسیٰؑ' حضرت محمد ﷺ' حضرت عثمانؓ' حضرت عبداللہ بن عباسؓ' حضرت عمرو بن العاصؓ' حضرت مجدد الف ثانیؒ' حضرت شاہ محمد غوثؒ کا تذکرہ بڑے عالمانہ انداز میں کیا ہے۔ قرآن حکیم کی سورتوں الانعام' الاعراف' الکہف' لقمان' الکوثر' اللہب کے مضامین کی تفسیر بیان کی ہے۔ قرآن کے دیگر مباحث و محاسن کو زیر بحث لاتے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب نے اسلام کا نظام اخلاق' مجاہدہ' عیدالفطر کی دینی و عمرانی اہمیت' فرض شناسی کا پیامبر (روزہ) اطاعت امیر' اسلام کے سیاسی نظام میں شوریٰ کی اہمیت' اسلام کی نظر میں خاندانی تنظیم' اسلام کا تربیتی نظام' بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت' ترقی پسند اسلام کی نظر میں' پابندی وقت' ہماری معاشرتی اقدار' علم و تعلیم کی اہمیت' آزادی کی نعمت' اسلام کا بین الاقوامی نصب العین اور دوسرے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ معاشرے کے ہر فرد کے لئے نہایت آزمودہ اور کارآمد ہے۔ کم صفحات میں بہت زیادہ علمی و فنی معلومات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ جو نہایت کم قیمت پر اشاعت دین کی غرض و غایت کو مد نظر رکھتے ہوئے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

ملنے کا پتہ

صدیقی پبلی کیشنز

40-اے ولی مارکیٹ اردو بازار لاہور

فون 7246926

Marfat.com

صدیقی پبلی کیشنز کے اغراض و مقاصد

صدیقی پبلی کیشنز کا ادارہ خالصتاً اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت کے مقاصد کے حصول کے تحت 1992 میں قائم کیا گیا ہے 1994 میں دینی محققانہ مباحث کی باقاعدہ اشاعت شروع ہوئی۔ ناساعد حالات اور ناکافی وسائل کے باوجود ذاتی سعی و کاوشوں کی بدولت مشہور عالم دین اور ماہر تعلیم محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی تحقیقی و معلوماتی تصنیفات و تالیفات کی اشاعت جاری ہے۔

مارکیٹ میں موجود Competition کو مد نظر رکھتے ہوئے حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے کہ ادارے کی جانب سے شائع کردہ کتب میں کمپوزنگ، پرنٹنگ، بائنڈنگ، ڈیزائننگ اور عمدہ کاغذ کی تمام خصوصیات موجود ہوں۔ ادارے کی حتی الامکان کوشش یہ ہوتی ہے کہ کتب کی قیمتیں اتنی مناسب حد تک رکھی جائیں کہ عام متوسط قاری آسانی سے خرید سکے۔ ادارے کے پیش نظر کاروباری منافع مقصود نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور عوام الناس تک ان کی بآسانی رسائی کا ممکن ہونا بنیادی نصب العین ہے۔

زیادہ سے زیادہ کتب خرید کر اور دوست واحباب میں ادارے کی مطبوعات کو متعارف کروا کر ادارے کے تبلیغی مقاصد پورے کرنے میں حتی الامکان تعاون فرمائیں، شکریہ۔

صدیقی پبلی کیشنز

40 ۔اے، ولی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کی

دیگر تصانیف

- تجلیاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
- مقالات صدیقی
- رسالت مآب کے بارے میں غیر مسلموں کے تأثرات
- حضورؐ بحیثیت مثالی شوہر
- شخصیات، عبادات اور معاملات
- تجلیاتِ ہجویر
- چانن تے سویرا (پنجابی تقریراں)
- مطالعہ ادیان (زیرِ طبع)
- تذکرہ حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی

- Modern Trends in Tafsir Literatur Miracles.
- Quranic Concept Of Miracles.
- Dignity of Man in Islam.
- Industrial Relationship in An Islamic Socity.
- Comparative Study of Religions.

صدیقی پبلی کیشنز
۳۰۔اے اردو بازار، لاہور

Marfat.com